جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

طبع اشاعت : جمادی الاخری ۱۴۴۰ھ فروری 2019ء

نام کتاب : سوانح حضرت مفتی زین العابدین صاحبؒ بیانات تیسری جلد

مرتب : صاحبزادہ مولانا محمد یوسف ثالث قریشی

ناشر : مدرسہ ام سلمہ للبنات سرفراز کالونی فیصل آباد

کمپوزنگ ڈیزائننگ : مولوی محمد وسیم حنفی 0322-6251221

تعداد : 1000

ملنے کے پتے

☆ مدرسہ ام سلمہ للبنات سرفراز کالونی فیصل آباد 041-8723088

☆ اسلامک بک کمپنی امین پور بازار فیصل آباد 041-2647308

☆ مکتبہ اسلامیہ کوتوالی روڈ فیصل آباد 041-2623204

☆ مکتبہ العاصم تبلیغی مرکز رائے ونڈ 0313/0303-4455313

☆ بلال جنرل سٹور نزد بلال تبلیغی مرکز فیصل آباد

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قارئین کرام! اللہ تعالیٰ کی توفیق سے حضرت والد صاحب (مفتی زین العابدین نور اللہ مرقدہ) کی سوانح کی پہلی، دوسری جلد کی طرح تیسری جلد بھی طبع ہو کر منصۂ شہود پر آ گئی ہے۔ جو کہ اب آپ کے ہاتھوں میں اور آپ کی نظروں کے سامنے ہے۔ فالحمد للہ ذلك

اس تیسری جلد کے شائع ہونے سے قبل ایک افسوس ناک سانحہ پیش آ گیا وہ یہ کہ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خادم خاص محترم الحاج ماسٹر ریاض احمد صاحب (ناظم مدرسہ ام سلمہ للبنات فیصل آباد) 21 اپریل 2018 بروز ہفتہ بعد از نمازِ عصر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

پہلی دو جلدیں اور پہلی جلد کے دو ایڈیشن ماسٹر صاحب اور میرے استادِ محترم و پیرومرشد، والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب دامت برکاتہم

العالیہ کی خصوصی شفقت اور انتھک محنت کے نتیجے میں شائع ہوئے تھے۔ اس تیسری جلد کا کمپوز شدہ مسودہ بھی جناب ماسٹر صاحب کے پاس تھا جو باوجود علالت اور ضعف کے اس مسودہ کی تنقیح وتصحیح اور نوک پلک سنوار رہے تھے کہ بامرِ الٰہی وہ خود ہی اس سوانح کی تاریخ کا ایک حصہ بن گئے۔ گویا کہ وہ اپنے پیرومرشد کی سوانح سنانے کے لئے ان کی خدمت میں خود ہی حاضر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین

اس تیسری جلد میں بھی حسب سابق حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات اور ڈائری کے اوراق شائع کئے گئے ہیں اور ان شاء اللہ مزید بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین

بندہ کتاب کی تیاری میں سب معاونین احباب کا بہت ہی شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ سب معاونین حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آمین ثُمّ آمین

بندہ مؤلف (مولانا) محمد یوسف ثالث

مدینہ منورہ

(نوٹ)

قارئین حضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے اس مجموعہ میں جہاں جہاں کمی بیشی کی ضرورت محسوس فرمائیں تو ازراہِ کرم مندرجہ ذیل ای میل ایڈریس پر اُردو تحریر میں مطلع فرمائیں۔ نیز جن احباب کے پاس حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات و بیانات موجود ہوں وہ بھی اسی ای میل ایڈریس پر ارسال فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

bmw00966@yahoo.com

+ 966 50 852 4165

یا

mmwm2013@gmail.com

+ 92 322 625 1221

عظیم خوشخبری

قارئین کے پر اصرار پر والد صاحب (حضرت مفتی زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ) کے ملفوظات، ارشادات، بیانات کی آڈیوز، ویڈیوز اور سوانح سے مستفید ہونے کے لئے ویب سائٹ (www.muftizainulabideen.com) کا اجراء کر دیا گیا ہے۔ اس سے خود بھی مستفید ہوں اور دیگر دوست واحباب کو بھی مطلع فرمائیں۔

منظوم کلام

وصفِ شیخِ طریقت داعی الی اللہ

حضرت اقدس مفتی زین العابدین صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

ایمان والی زندگی ،دعوت الی اللہ کام تھا
نماز بھی عجیب تھی ،کیا سجدہ کیا قیام تھا
علم دین کی ہو اشاعت، اس کا اہتمام تھا
ذکرِ الٰہی تھی غذا، اسی سے بس آرام تھا
چھوٹوں پرتو شفقت تھی، بڑوں کا احترام تھا
ہرعمل میں اخلاص تھا، یہ طرز بالدّوام تھا
اسلام والی زندگی سب کے لئے پیام تھا
تھی استقامت دین پر، یہ مرتبہ مقام تھا
نام زین العابدین، داعی الی اللہ تھا لقب
ختم نبوت کی تو وہ شمشیر بے نیام تھا
اتباع شیخ کی یا رب ہمیں توفیق دے
جو ہمارا زندگی میں مقتدیٰ ، امام تھا
یا الٰہی شیخ کو تیرے فضل سے ہو آرام
جو کہ تیرے ہی لئے بے چین صبح وشام تھا

نتیجۂ فکر بندہ غلام مصطفیٰ غفرلہٗ

ادنیٰ خادم حضرت اقدس مفتی زین العابدین صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات

وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (۱)

''پس آپ نصیحت کرتے رہیں کیونکہ نصیحت کرنا ایمان والوں کو نفع دیتا ہے۔''

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موقع بموقع کثیر تعداد میں اتنے بیانات فرمائے ہیں کہ جن کا محفوظ کرنا کسی کے بس کی بات نہ تھی۔تاہم اس سلسلہ میں جو ممکن کوشش ہوسکتی تھی وہ جاری ہے (دو جلدوں کے بعد اب یہ تیسری جلد ہے)اس تیسری جلد میں حتی الامکان آیات واحادیث اور آثار کی تخریج کی گئی ہے جو حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیان میں نقل فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سے ہمیں راہنمائی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔(آمین)

(۱) الذاریات:۵۱

ایمان کی حقیقت اور اس کی دعوت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا
الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ
کَفِیْلَۃً، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ۔ (۱)

قابل احترام بزرگو بھائیو عزیزو!

اللہ تعالیٰ نے آدمی کو دو سرمائے عطا فرمائے ہیں: (۱) ایک سرمایہ آدمی کے ساتھ ہی آتا ہے اور ساتھ ہی جاتا ہے۔ اور ہمیشہ کے لئے ساتھ رہتا ہے۔ وہ سرمایہ ہے سر سے پیر تک اعضاء و جوارح ہیں۔ یہ آدمی کے ساتھ آتے ہیں ماں کے پیٹ سے اور زندگی بھر ساتھ رہتے ہیں۔ موت کے بعد ساتھ جاتے ہیں قبر حشر پل صراط پر ساتھ رہیں گے۔ پھر اعمال کے اعتبار سے جنت یا دوسرا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

(۲) دوسرا سرمایہ زمین آسمان چاند ستارے پہاڑ و سمندر یہ سرمایہ یہاں آ کر ملتا ہے آدمی کو بقدر حصہ اور یہ سرمایہ ساتھ نہیں آتا یہ اتنا بے وفا ہے کہ قبر تک بھی ساتھ نہیں جاتا۔ محشر تک کہاں ساتھ جائے گا۔ مکان و کان مال و دولت عہدہ ساری چیزیں یہیں رہ جاتی ہیں۔

صرف کفن کے تین کپڑے ہوتے ہیں ستر چھپانے کیلئے یہ سرمایہ بھی ساتھ جانے والا نہیں ہے۔

انسانوں کے خیر خواہ دو لاکھ انبیاء آئے انبیاء علیہم السلام جیسے محسن نہ آئے، نہ آئیں گے۔ محنت کی ترغیب دی۔ لوگوں سے کہا اس سرمایہ پر محنت کرو جو ساتھ آیا ہے اور ساتھ جائے گا۔ اس سرمایہ پر محنت نہ کرو جو ساتھ نہ جائے گا ورنہ محنت برباد ہو جائے گی۔ وقت۔ صلاحیت دولت کو ساتھ جانے والے سرمایہ پر لگاؤ۔

---

(۱) آل عمران: ۱۱۰

اعضاء و جوارح کو ایسا بناؤ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے۔ دماغ ایسا سوچنے والا بناؤ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے دماغ کو صحیح سوچنے والا بناؤ آنکھ کو ایسا بناؤ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا ہے۔ کان سے ایسے سنو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے تھے زبان سے ایسا بولو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بولتے تھے قدموں سے اس طرح چلو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلتے تھے۔ ہاتھ سے اس طرح پکڑو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پکڑتے تھے اس سرمایہ پر محنت کرو یہ سرمایہ و محنت ساتھ رہے گی۔

انبیاء علیہم السلام کی اپنے حلقوں میں محنت۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک انبیاء رضی اللہ عنہم اس لئے بھیجے ہیں کہ جو کچھ اللہ کی طرف سے ان پر نازل ہوا ہے اور جو کچھ ان کے پاس پہنچا ہے وہ سب کچھ جتنا جس نبی کا حلقہ ہے اس حلقہ تک پہنچا دیں۔ اگر حلقہ قوم ہے تو قوم تک۔ علاقہ ہے تو علاقہ تک پہنچا دیں۔ ملک ہے تو ملک تک پہنچا دیں۔

اگر حلقہ اتنا بڑا اولمبا ہے جیسے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلقہ قیامت تک کا ہے۔ قیامت تک جتنے انسان ہیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حلقہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کو پہنچایا۔ وہ سب ان سب تک صحیح طور پر پورا پورا پہنچنا چاہئے۔ جو سامان جہاں کا وہاں پہنچا دو۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ (۱)

(اے رسول پہنچا دیں وہ سب جو آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے) جو چیز جہاں جہاں پہنچنی چاہئے وہاں وہاں پہنچاؤ۔ جو دل کا سامان (یعنی

(۱) المائدۃ:۶۷

ایمان) وہ دل تک جو زبان کا سامان ہے وہ زبان تک پہنچاؤ جو کان کا سامان ہے وہ کان تک بالواسطہ یا بلاواسطہ پہنچاؤ۔ یہ پہنچانا تمہاری ذمہ داری ہے۔ سننے سنانے سے دین نہیں آتا ہے۔ بلکہ دین سیکھنے سکھانے سے آتا ہے۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بار مسجد میں آئے دو حلقے بنے ہوئے تھے۔ایک ذکر کا۔ایک تعلیم کا۔ دونوں کو محبت و پیار سے دیکھا اور فرمایا:

كُلٌّ عَلٰى خَيْرٍ (۱)

''دونوں خیر پر ہیں۔''

یہ فرمانے پر ایسا معلوم ہوا کہ دونوں حلقے برابر ہو گئے۔مگر اگلا قدم بڑھا کر تعلیم کے حلقے میں بیٹھ گئے۔اور فرمایا:

اِنِّيْ بُعِثْتُ مُعَلِّمًا (۲)

''مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔''

اس بنا پر میں نے عرض کیا دین پڑھنے پڑھانے اور سنے سنانے سے نہیں آتا ہے سیکھنے اور سکھانے سے آتا ہے۔

صرف وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ کہہ دینا پہنچانا نہیں ہے۔ جب تک دین کی سب چیز اپنی جگہ پر نہ پہنچ جائے۔ پہنچانا نہ ہوا۔

قرآن میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا

دیہات والوں نے کلمہ پڑھ کر خوشی خوشی مدینہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا ہم

۱ ابن ماجہ، ح:۲۲۹

۲ ایضاً

ایمان والے بن گئے۔ جس وقت یہ جملہ کہہ رہے تھے اسی وقت جبرائیل علیہ السلام پہنچے سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا ان سے کہہ دیں:

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا [1]

ابھی تم ایمان والے نہیں بنے۔

ابھی تو صرف کلمہ شہادت پڑھا ہے اور یہ کلمہ شہادت مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پڑھ رہے ہیں۔

لٰکِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا [2]

یوں کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ہم نے مان لی بس اتنا کام تم نے کیا ہے کہ بات مان لی۔ ایمان والے کیوں نہیں ہوئے کیونکہ ایمان ابھی دلوں میں نہیں آیا تھا۔

وَلَمَّا یَدْخُلِ الْاِیْمَانُ فِیْ قُلُوْبِکُمْ [3]

جب تک دلوں میں ایمان داخل نہ ہو جائے ایمان والا نہیں ہو سکتا۔

میں آپ لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سیکھنے کی چیز سب سے پہلے ایمان ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ [4]

کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔

پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا) ایمان پڑھنے و سننے سے نہیں آتا ہے۔ یہ

---

۱ الحجرات: ۱۴

۲ ایضاً

(۳) ایضاً

(۴) التاریخ الکبیر للبخاری: ج۱ ص ۹۱۲

نہ سمجھنا چاہئے کہ کلمہ زبان سے پڑھ لیا ایمان والے بن گئے جب دل کا یقین بن جائے گا تب ایمان والا بنے گا۔ مثال کے طور پر پچاس گولیاں تھری ناٹ تھری کی گھر میں پڑی ہوئی ہیں اس کی طاقت اس وقت تک ظاہر نہ ہوگی جب تک کہ جگہ پر نہ ہو۔

دس گولی جیب میں رکھی۔ پانچ گولی سے بلی کو مار رہے ہیں تو نہ مرے گی۔ گولی کی جگہ گھر، جیب، ہاتھ نہیں ہے۔ گولی کی جگہ بندوق ہے، پھر گھوڑا دبایا جائے شیر مر جائے گا۔ ایسے ہی زبان پر کلمہ ہے تو یہ کلمہ ایمان ہے۔

زبان نے کلمہ ایمان بولا، کان نے سنا ہے۔ ایمان کی جگہ زبان، کان نہیں ہیں۔ اچھے استاذ کے پاس ایمان پڑھ لیا ہے۔ دماغ میں ایمان آیا ہے تو یہ علم ایمان ہے۔ دماغ ایمان کی جگہ نہیں ہے دماغ میں ایمان یہ علم ایمان ہے۔

علم ایمان ایمان نہیں۔ یہ مضاف ومضاف الیہ ہے اور دونوں مغائر ہوتے ہیں (الگ الگ ہوتے ہیں) کلمہ ایمان زبان پر آ گیا اللہ کا شکر ہے۔ کانوں پر آ گیا یہ بہت اچھا ہے۔ دماغ پر آ گیا بہت اچھا ہوا۔ لیکن ایمان کب بنے گا جب دل میں آ جائے گا۔ دل میں کب آئے گا جب ایمان کی دعوت دو گے۔ جتنی دعوت دو گے اللہ جل جلالہ اتنا قوی سے قوی ایمان کرتے چلے جائیں گے۔ تب ایمان کی طاقت ظاہر ہوگی۔ زبان کے راستہ سے بھی کانوں کے راستہ سے بھی دماغ کے راستہ سے بھی جب الگ بیٹھ کر سوچو گے تو اندر ایمان آئے گا۔ ان تینوں کے بعد ایمان کی نظر سے ہر چیز دیکھے گا۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ کہ ہر چیز کو دو مٹی کے درمیان دیکھو۔ ان چاروں راستوں (زبان کان دماغ اور آنکھ) سے دل کے اندر ایمان جاتا ہے۔ تب ایمان والا بن جائے گا۔

دل کے یقین کی مثال

دل کے یقین کی مثال اوردوں اللہ کرے سمجھ میں آجائے: ایک آدمی سفر میں جارہاہے۔راستہ میں سانپ ہے۔دیکھتے ہی خوف پیدا ہوگیا خوف فطری چیز ہے چاہے موسیٰ علیہ السلام کیوں نہ ہوں خوف ہوگا۔وہ رک گیا پھر خیال ہوا کہ سانپ حساس جانور ہے۔ذراسی حرکت سے وہ بھاگ جاتا ہے۔پھر غور سے دیکھا تو وہ مرا ہوا سانپ ہے تو خوف نہ ہوگا۔

تمام محبتوں تمام اخلاق کی جگہ دل ہے۔جب سانپ کو دیکھا تو دل میں یقین موجود ہے کہ سانپ سے خوف ہے۔اور جب مرا ہوا ہے تو دوسرا یقین موجود ہے کہ مرے ہوئے سانپ سے کچھ نہیں ہوتا۔یہ ہر ایک کے دل میں ہے مرد عورت اور بچے سب کے دل میں یہ دونوں یقین موجود ہیں۔بالکل اسی طرح ایمان کا حال ہے جب تک پوری مخلوق کو مرا ہوا سانپ نہ سمجھے جب تک ایمان نہیں۔لاالہ الااللہ محمدرسول اللہ یہ زبان سے کہنا بہت آسان ہے۔لیکن دل سے کہنا بہت مشکل ہے۔تیرہ سال مکہ میں یہی محنت کررہے تھے بلال رضی اللہ عنہ سے لیکر ابوبکر رضی اللہ عنہ تک سب نے یہی سیکھا ہے کہہ کر سن کر دیکھ کر سوچ کر۔

اتنا دل میں یقین پیدا ہوگیا تب ہجرت کا حکم ملا ہے۔کہاں جانا ہے یہ بھی پتہ نہیں ہے قسم کھا کر کہا جاسکتا ہے کہ سو فی صد مسلمانوں نے ہجرت کی ہے۔اس مکہ کو چھوڑا جہاں کافر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کرنے کو تیار ہیں۔آدمی قتل کرنا آسان لیکن معصوم بچوں کو قتل کرنا بہت مشکل ہے۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معصوم ہیں۔دونوں معصوم میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔وہاں کے کافر ایسے سخت تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ان دونوں کا کیا ہوگا؟ اس سوال پر وہ جواب دیتے ہیں کہ ان کا وہ ہوگا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بچے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ ہوا۔اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے سب کچھ۔ کوئی کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

اسی یقین کی بنیاد پر ہجرت کرنا آسان ہے۔اور سب کچھ کرنا آسان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی: اے اللہ میں اور میرا ساتھی (ابوبکر رضی اللہ عنہ) محبوب جگہ (مکہ) تیرے لئے چھوڑ رہے ہیں۔ایسی جگہ پہنچا جو سب سے زیادہ محبوب ہو۔ چنانچہ مدینہ پہنچا دیا۔مدینہ پہنچ کر بدر کا موقع آ گیا۔کفار کی اتنی بڑی طاقت ہے کہ ابوجہل نے یوں کہا ابوجہل سوجھ بوجھ کا آدمی تھا کہ اگر ہمارا مقابلہ ان تین سو تیرہ سے ہے جن کے پاس نہ اسلحہ ہے نہ سواریاں ہیں نہ کھانا پینا ہے ظاہری اسباب وطاقت کچھ نہیں ہے اگر ان سے مقابلہ ہے تو ان کو موت گھیر لائی ہے۔اور اللہ سے مقابلہ ہے تو اللہ سے مقابلہ کون کر سکتا ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو کچھ گھبرہٹ نہ تھی۔

رات کو بدر میں سب صحابہ رضی اللہ عنہم سو گئے صرف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ جاگے ہیں۔رات بھر جاگے ہیں۔جب خوف ہو تو نیند نہیں آتی ہے۔صحابہ رضی اللہ عنہم کو نیند آ گئی کہ ان کو خوف نہ تھا یقین تھا کہ سب کچھ کرنے والا ہمارے ساتھ ہے۔

اور جو کچھ نہ کر سکے وہ کفار کے ساتھ تھے یعنی اسباب (اکثریت۔اسلحہ وغیرہ) اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہ بے خوف ہو گئے۔تو میں عرض کر رہا تھا کہ ساری مخلوق کو مرا ہوا سانپ سمجھے یہ یقین جو پیدا کیا گیا تھا وہ تیرہ سالہ مسلسل محنت پر یہ یقین بنا تھا۔اس بنا پر صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ(۱)

پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔

قرآن وحدیث قرأت وفتویٰ سیکھنے والے آجاتے ہیں اور ایمان سیکھنے کے لئے کوئی نہیں آتا۔ اعراب دیہاتیوں نے جو ایمان سمجھا تھا۔ وہی ایمان ہم بھی لائے ہیں۔ اسلمنا سے آمنا تک پہنچو۔ مکہ والے ایمان سے کام چلے گا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ والے ایمان سے کام چلے گا۔ پنجابی ایمان، بنگلہ دیشی ایمان سے کام نہیں چلے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حالت ایمانی

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کے ایمان کا کیا حال ہے؟ کہا غیب سے پردے ہٹ جائیں اللہ کے درمیان سے اور میں اللہ کو دیکھ لوں تو میرے ایمان میں اضافہ نہ ہوگا۔

یہ ہے ایمان۔ ایمان جب دل میں آتا ہے اپنے ٹھکانے پر آتا ہے۔ تو اللہ کی قسم! یہ سب سے بڑی طاقت ہے۔ کسی ایٹم میں اتنی طاقت نہیں۔ ایٹم کی طاقت مخلوق کی طاقت ہے ایمان میں خالق کی طاقت ہے۔ پوری قوم نوح اور اس کی ساری طاقتیں جن پر ان کو ناز ہے وہ ڈوب رہے ہیں اور ادھر سو سے کم نہتے ہیں مخلوق میں سے کچھ ان کے پاس نہیں ہے۔ لیکن ایمان ان کے اندر ہے۔

تو دنیا نے دیکھ لیا کہ اکثریت ڈوب رہی ہے اور اقلیت تیر رہی ہے۔ ایمان کے آنے کے بعد چند کلمات کافی ہیں۔

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ

(۱) التاریخ الکبیر للبخاری: ج۱، ص۹۱۲

اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾(۱)

''اے میرے رب زمین پر کسی باشندہ کسی کافر کو مت چھوڑ سب کو ہلاک کر دے۔ اگر تو زمین پر ان کو رکھے گا تو صرف کافر و فاجر اولاد جنیں گے جن سے کفر و فسق دنیا میں پھیلے گا۔''

سب سے قوی طاقت ایمان کی ہے۔اسی طرح تمام انبیاء کے ساتھ ہوا۔قوم موسیٰ اور عاد و ثمود سب کے ساتھ اسی طرح ہوا ایمان کی طاقت کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ایمان کی وجہ سے اتنا طاقتور ہو جاتا ہے۔کہ جو کچھ قرآن میں ہے وہ سب کچھ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ایمان نہ ہونے کے بنا پر قرآن پر عمل کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔حضرت خنساء رضی اللہ عنہا نے چاروں بچوں کی شہادت کو سنا تو کہا اللہ نے مجھے چار شہید بچوں کی ماں بنا دیا۔ ہر ایک کا یہی حال تھا۔خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت ایمان آجاتا ہے تو جو کچھ کہتا ہے وہ سب اللہ کرتا ہے۔فوراً کرنے کے لئے تیار ہے۔شراب ہو،سود ہو،فوراً چھوڑ دیا۔بندہ کی جو درخواست ہو اس کو اللہ پورا کر دیتا ہے۔زبان سے کہنے دعا مانگنے ہاتھ اٹھانے کی بھی ضرورت نہیں جو بندہ کے دل میں آئے وہ اللہ کر دیتا ہے۔ تمام اجتماعی و انفرادی مسائل اللہ حل کر دیتا ہے۔

ایمان اور اخلاص کا سیکھنا ضروری ہے کوئی پریشانی نہیں ہوتی ہے۔اس لئے آسان راستہ ہے۔تھوڑی سی ہمت کرنی پڑتی ہے۔جیسے مکہ والوں نے ہمت کی۔ایمان کے بغیر اللہ کے یہاں کوئی قبول نہیں ہے۔اسی ایمان کو سیکھنا ہے جو مکہ والوں کا تھا۔

سب سے پہلے (۱) ایمان سیکھنا فرض ہے۔ایسے نماز سے پہلے غسل وضو فرض

---

(۱) نوح:۲۷

ہے۔اگر وضو کے بغیر بیت اللہ میں نماز پڑھتا ہے تو سب سے بڑا مجرم ہے۔ ہر مرد عورت بچے کے لئے ایمان سیکھنا فرض عین ہے۔

دوسرے نمبر پر اخلاص سیکھنا فرض ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ سخی شہید قاری جہنم میں جائیں گے اخلاص نہ ہونے کی بنا پر۔لہٰذا اخلاص سیکھنا فرض ہے۔

اور تیسرے نمبر پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا علم یعنی جو طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں اس کا سیکھنا فرض عین ہے۔شادی، ملازمت، نماز، روزہ، حج، تجارت، زراعت کا طریقہ معلوم کرنا اور سیکھنا فرض عین ہے۔ ہر معاملہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ ہے تو عمل مقبول ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا طریقہ چھوڑا تو فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ، فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ (۱)

دوبارہ نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی (قومہ جلسہ صحیح نہیں تھا)

ان تین کے ساتھ چوتھے نمبر پر اخلاق کا سیکھنا فرض عین ہے۔ یہ چاروں کا درجہ فرض عین ہے۔ایمان اخلاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا علم اور اخلاق یہ چاروں فرض عین ہیں۔ پہلے ان کو سیکھنا ہے پھر انسانیت کو سکھانے کے لئے دعوت کے ساتھ ان چاروں کو لے کر چلنا ہے۔

یہ امت سکھانے کیلئے آئی ہے۔صرف سیکھنے کے لئے نہیں آئی ہے نصاب یہ ہے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ (۲)

''میری نماز و حج و قربانی و جینا اور مرنا بھی اللہ کے لئے ہے۔''

---

(۱) بخاری: ح72

(۲) الانعام:۱۶۲

یہ سب اللہ کے لئے ہے۔ صرف جینا نہیں بلکہ مرنا بھی اللہ کے لئے ہو۔ یہ امت لاکھوں روپیہ خرچ کر کے یہاں اجتماع میں آئی ہے۔ استقبال ہو رہا ہے۔ اگر ایسا ہی اضافہ ہوتا رہا تو ایک وقت آئے گا جس کی پیشن گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کر کے گئے ہیں کہ کوئی پکا کچا گھر نہ رہے گا جس میں اسلام داخل کر کے نہ چھوڑے۔

اس لئے ہمت کر کے نام لکھا دیں۔ اس وقت شاندار تشکیل یہ ہے کہ جینا مرنا اللہ کے لئے ہو سوجھ بوجھ کے ساتھ زندگی گذارے۔ جیسے صبح خواص کے مجمع نے تین سال، آٹھ ماہ کے لئے لکھایا۔ ایسے آپ لوگ بھی لکھائیں بہت کم جماعتیں بنی ہیں کچھ حالات کے بنا پر ہڑتال، اسٹرائک کی وجہ سے دشواریاں ہوئی ہیں اس لئے جم کر تشکیل ہو جائے۔ اس لئے میں پہلے بیان ختم کر رہا ہوں ہماری باری بولنے کی ختم ہو گئی۔ اب آپ لوگوں کے بولنے کی باری آئی ہے۔ جم کر بیٹھو۔ پرانے ساتھی متوجہ ہو کر تشکیل کریں۔

حالات کا تعلق اعمال سے ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَهٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضًاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِیْلَةً وَّلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِیْلَةً، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَكَمَالِهٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ.(۱)

قابل احترام بزرگو اور بھائیو! اللہ جل جلالہ مخلوق کے خالق ہیں، تمام مخلوق کے خالق ہیں اور مخلوق کے حالات کے بھی خالق وہی ہیں۔ جس طرح میری ذات کے پیدا کرنے میں وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے، پیر کے ناخن سے سر کے بال تک وہی وحدہٗ لا شریک لہٗ پیدا کرنے والا ہے۔ بالکل اسی طرح سے جتنے بھی حالات پیدا ہونے والے ہیں۔ ان تمام کا بھی وہی خالق وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔ اور جتنے حالات آسکتے ہیں وہ ہی پیدا کرتا ہے۔ جس طرح حالات کے پیدا کرنے میں وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔ وہ حالات مجھ تک لانے میں وحدہٗ لا شریک لہٗ ہے۔ عزت کے حالات، ذلت کے حالات، صحت کے حالات میرے تک پہنچانے والا صرف اکیلا وہی ہے۔ عافیت، صحت، قوت کے جو حال انسان چاہتا ہے اس کا بڑھانا، گھٹانا صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کا دخل نہیں ہے۔ جو حالات آئے ہیں ان کا واپس لینا یہ بھی اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے، سورج، چاند وغیرہ کے جتنے حالات پیش آتے ہیں، ان کا خالق صرف اکیلا وہی ہے۔

عادت اللہ یہ ہے کہ انسان اگر چوبیس گھنٹے کی زندگی شریعت کے احکامات کے مطابق گزارے، صبح کا اٹھنا، دفتر، کاروبار اور کھیتی وغیرہ میں جانا، مزدور کی زندگی، کسی عہدہ والے کی زندگی، گھر کی زندگی، باہر کی زندگی، جتنے بھی انسان ہیں سب کی زندگی

(۱) الحج:۷۸

شرعی احکامات کے مطابق ہو جائے۔ صبح سے لے کر دوسری صبح تک سارے اپنے اعمال اگر احکاماتِ الٰہی کے مطابق گزاریں، تو حالات اوپر سے صحیح آجائیں اور درمیان میں ترتیب یہ ہے کہ فرشتے ہر چیز لکھتے ہیں:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ (۱)

چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی، وہ اسے دیکھے گا۔

جیسے اعمال ویسے حالات

لکھنے والا فرشتہ ہر چیز لکھتا ہے، دائیں والا فرشتہ نیکی اور بائیں والا غلطی و بدی لکھتا ہے۔ عصر کے وقت صبح والے فرشتے جاتے ہیں اور ان سارے اعمال کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس چلے جاتے ہیں اور شام والے فرشتے صبح کو اعمال لے کر واپس جاتے ہیں، رات بھر کے اعمال لے کر صبح کو اللہ کے دربار میں چلے جاتے ہیں۔

تو جس طرح کے اعمال نیچے سے اوپر جاتے ہیں اسی طرح کے حالات اوپر سے نیچے اترتے ہیں۔ سنت اللہ (اللہ کی عادت) یہ ہے کہ تمہارے جس طرح کے اعمال میری طرف آئیں گے اسی طرح کے حالات میری طرف سے تمہاری طرف جائیں گے۔ جو اعمال تم ایسے بھیجتے ہو جن کو میں نہیں چاہتا تو جو تم نہیں چاہتے ہو وہ حالات میں بھیجوں گا۔ اگر تم نے وہ اعمال کئے جو میرے نزدیک پسندیدہ ہیں تو حالات بھی ہم وہ بھیجیں گے جو تم کو پسندیدہ ہیں، جو تم چاہتے ہو عزت کے حالات،

---

(۱) الزلزلۃ: ۸

صحت کے حالات، اچھے حالات ہوں گے۔ اگر برے اعمال، ناپسندیدہ ہمارے پاس آئیں گے تو وہ حالات اُتریں گے جن کو تم نہیں چاہتے۔

اس بنا پر کام کرنے کی ضرورت ہے، نہ آسمان میں جانے کی ضرورت، نہ چاند پر جانے کی ضرورت، نہ سمندر میں غوطہ لگانے کی ضرورت۔ اپنے آپ پر محنت کرنا ہے۔ حالات کو کہیں سے لانا نہیں ہے۔ بس چوبیس گھنٹے کی زندگی احکام کے مطابق ہو۔ نہ کوئی حالات بنا سکتا ہے نہ کوئی حالات بگاڑ سکتا ہے۔ کوئی قوت، کوئی اسلحہ حالات بگاڑ، بنا نہیں سکتے۔

اگر تم انسان اور تمام جنات اور ان کی تمام طاقتیں جتنی بھی ہیں، ساری اکٹھی ہو جائیں اور کسی کو انفرادی فائدہ پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے، جب تک اللہ نہ چاہے اور انسان و جنات کی ساری طاقتیں کسی کو نقصان پہنچانا چاہیں تو نہیں پہنچا سکتے جب تک اللہ نہ چاہے۔ یہی ہے لا الہ الا اللہ، یہ ایمان ہے، اس بنا پر یہ کہنا کہ فلاں نے یہ کر دیا، فلاں نے یہ کر دیا، یہ بڑی غلط بات ہے اور یہ بات لوگوں میں بڑی ہی عام ہے۔

ایک موقع پر کچھ خواص اکٹھے تھے اور دوسرے لوگ بھی موجود تھے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو یہاں سے شروع کی کہ آپ لوگ بڑے بڑے لوگ کہلاتے ہیں اور زبان سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا، ہم نے یہ کیا، ہم یہ کر رہے ہیں، ہم یہ کریں گے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ماضی حال اور مستقبل سب تمہارے ہاتھ میں ہیں، سب تمہارے قابو میں ہے۔ کبھی یہ نہ سوچا کہ ہم یہ کیا کر رہے ہیں اور چونکہ یہ کہتے رہتے ہو تو بڑوں کی سن کر چھوٹے بھی کہنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہمارے بڑوں نے یہ کیا، یہ کر رہے ہیں اور یہ کریں گے۔ میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا

ہوں کہ یہ بہت غلط ہے، سب سے زیادہ غلط ہے، کوئی جھوٹ وگالی اتنی سخت نہیں ہے جتنا یہ کہنا غلط ہے۔ یہ چیز اللہ کو غضب ناک کرنے والی ہے، قہر والی ہے۔ تم ہی سوچو کہ تم دنیا کے بڑے ہو تم کچھ بھی کر سکتے ہو؟ مخلوق میں خلق (پیدا کرنا) نہیں ہے۔

خلق تو صرف خالق میں ہے

مخلوق نہ خود پیدا ہوسکتی ہے اور نہ ختم ہونا چاہے تو ختم ہوسکتی ہے۔ جو خود پیدا ہونے وختم ہونے میں محتاج ہے، جو خود نہ کر سکے وہ کس کے کام آئے گا۔ ہم نے یہ کیا، یہ کر رہے ہیں، یہ کریں گے، یہ کہنا کس قدر سخت بات ہے۔

سیدالکونین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے لوگ سوال کرتے تھے۔ (کچھ سوال علم سیکھنے کے لئے ہوتے ہیں، کچھ سوال اعتراض کرنے کے لیے ہوتے ہیں، کچھ سوال الجھانے کے لئے ہوتے ہیں) حضور ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ بعض اوقات اس سوال کا جواب اللہ کے پاس سے آیا ہوا، ہوتا تھا اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ اِدھر سوال آیا اُدھر (اللہ کے پاس سے) جواب آیا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ آپ ﷺ سے سوال کیا، نہ پہلے اس کا جواب آیا ہوا تھا نہ اِس وقت آیا، اس لیے کہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا:

وَمَا يَنۡطِقُ عَنِ الۡهَوٰى ۞ اِنۡ هُوَ اِلَّا وَحۡىٌ يُّوۡحٰى ۞(۱)

سوال یہ تھا کہ اصحابِ کہف کتنے تھے؟ سوال کرنے والے سے آپ ﷺ نے فرمایا: کل بتاؤں گا۔ اس جملہ کے بارے میں سوائے اس کے کوئی اور مفہوم سوچا بھی نہیں جاسکتا کہ اللہ بتائیں گے تو بتاؤں گا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات ہی نہیں۔ اتنی بات کہنی تھی کہ کل بتاؤں گا، وحی رک گئی۔ اتنی لمبی رکی کہ سیدالکونین

---

(۱) النجم: ۳، ۴

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پریشانی لاحق ہوگئی۔تو اس وقت جبرائیل علیہ السلام وحی لائے:

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَایْءٍ اِنِّیْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ۝۲۳ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۔(۱)

کبھی ہرگز یہ نہ کہو کہ میں کروں گا، اللہ کو یہ الفاظ بھی پسند نہیں ہیں۔

تو میں عرض کر رہا تھا جس طرح کے اعمال اوپر جاتے ہیں اس طرح کے حالات اوپر سے نیچے اترتے ہیں۔ یہ حالات اللہ کے علاوہ کوئی نہیں لاسکتا۔اس طرح کی بات کبھی نہ کہنا چاہئے کہ فلاں نے یہ کر دیا۔ یہ کہنا بہت غلط ہے۔حالات سے نکلنے کے لئے حالات درست کرنے کے لئے دوسرا سہارا لیتا ہے (اللہ کو چھوڑ کر) کوئی مال پر ہاتھ ڈالتا ہے،کوئی عہدہ کا سہارا لیتا ہے وغیرہ اس بناء پر دنیا پریشان ہے،دنیا بھر کے حالات بگڑے ہوئے ہیں، نہ کسی کی عزت محفوظ ہے، نہ جان محفوظ، نہ مال محفوظ ہے۔ادھر سے بھی خطرہ، اُدھر سے بھی خطرہ۔

ان حالات سے نکلنے کے لیے اصل راستہ وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راستہ ہے۔جو بہت آسان راستہ ہے، وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو ٹھیک کرنا ہے۔اس طرح ہمارے حالات بھی ٹھیک ہوجائیں گے، درست ہوجائیں گے۔ اگر ہم سنبھل جائیں تو کائنات کے حالات درست ہوجائیں گے،سمندروں کے، ہواؤں کے،زمینوں کے، چرندوں کے، درندوں کے حالات بھی درست ہوسکتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے کا قصہ ہے: ایک چرواہا بکریاں چراتا تھا، اس میں بھیڑیا بھی چرتا تھا۔ایک دفعہ بھیڑیا آیا اور ایک بکری پھاڑ کر بھاگ گیا، وہ چرواہا چیخ کر رونے لگا۔دوسرے چرواہوں نے کہا ایک بکری کے مرنے پر رو رہا

(۱) الکہف: ۲۳

ہے۔ اس نے کہا بکری کے مرنے پر نہیں رو رہا ہوں، بلکہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ناراض نہ ہوں صورت حال یہ ہے کہ دن بھر بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں پھرتے ہیں۔ جب سے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے ہیں آج تک کسی بھیڑیے نے کسی بکری کو نقصان نہیں پہنچایا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ بکری کے ساتھ بھیڑیا چر رہا تھا میں نے اپنے بچے سے کہا بکریاں لے جا کر بند کر دینا اس میں بھیڑیا بھی بند تھا۔ رات بھر رہا نقصان نہیں پہنچایا آج پھاڑ کر چلا گیا تو میں نے سمجھ لیا کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوگیا۔

آدمی ٹھیک ہو جائیں تو حالات ٹھیک ہو جائیں

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ.(۱)

کہ خشکی وتری (زمین وسمندر) میں بگاڑ لوگوں کے برے اعمال کی وجہ سے آتا ہے تاکہ ان کو بعض گناہوں کا مزہ چھکاؤں شاید کہ توبہ کرلیں۔

سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: تاجر کے بددیانتی کے اثرات کائنات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ ساری کائنات میں آدمی کی وہی حیثیت ہے جو آدمی کے بدن میں دل کی حیثیت ہے۔ غلط ناپنا تولنا، جھوٹ بولنا وغیرہ یہ سب بددیانتی ہے۔ صحیح اور غلط کے اثرات کائنات پر پڑتے ہیں۔ غلط ناپتے ہیں، غلط تولتے ہیں، غلط بیچتے ہیں، اس کے اثرات ہواؤں پر پڑتے ہیں۔ ہوائیں چلا کرتی ہیں مگر بارش نہیں ہوتی۔

اماں جان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھا گیا یہ زلزلے کیوں آتے ہیں؟

(۱) الروم:۴۱

فرمایا: زنا کی کثرت کی وجہ سے، زمین کہتی ہے کہ مجھے زنا کے لئے نہیں بنایا گیا، اگر تجھے رہنا ہے تو سنبھل کر رہ۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' میں لکھا ہے اعمال اثرانداز ہوتے ہیں، جیسے غلط اعمال اثرانداز ہوتے ہیں ویسے ہی صحیح اعمال بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلَائِكَتَهُ وَأَهْلَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِيْنَ حَتَّى النَّمْلَةَ فِي جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ.(۱)

اللہ جلاجلالہ اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان اور زمین والے یہاں تک کہ مچھلیاں سمندروں میں اور چیونٹیاں بلوں میں اس آدمی پر اللہ کی رحمت بھیجتے ہیں جو لوگوں کو خیر کی بات بتاتا ہے، سکھاتا ہے۔

خیر کی بات بتانے والا یہ نہ سمجھے کہ اکیلا ہوں، اس کے اثرات یہیں تک نہیں ہیں، بلکہ چیونٹی سے لے کر فرشتوں تک اس کے اثرات پہنچتے ہیں اس سے زیادہ مؤثر چیز اور اس سے زیادہ مؤثر عمل کائنات میں نہیں ہے۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (۲)

جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے وہ تمہارے برے اعمال کی وجہ سے ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اس آیت کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: جو اس کا ترجمہ، وہی مطلب ہے اور واضح کیا اور کہا کہ جب راہ چلتے میرا پیر پھسلتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی۔ زمینوں کے بنانے سے حالات درست نہ ہوں

---

(۱) ترمذی

(۲) الشوریٰ: ۳۰

گے یہ اگلے لوگ کر چکے۔ اسلحہ و طاقت بنانے سے حالات درست نہ ہوں گے یہ قوم عاد وثمود کر چکے۔ جائیداد بنانے سے حالات درست نہ ہوں گے یہ شداد کر چکا۔ مال ودولت جمع کرنے سے حالات درست نہ ہوں گے یہ قارون کر چکا۔حکومت حاصل کرنے سے حالات درست نہ ہوں گے یہ نمرود وفرعون کر چکے۔ بلکہ ایمان واعمال صالحہ سے حالات درست ہوتے ہیں۔ اس کام کے لئے کہیں جانا نہیں ہے، کام مختصر ہو گیا ہے وہ یہ کہ خود کو درست کرلے ٹھیک کرلے۔

نبی خود درست ہوتا ہے اور دوسروں کو درست کرتا ہے۔ اس لئے اللہ جل جلالہ نے انبیاء علیہم السلام بھیجے، ایک روایت کے مطابق دو لاکھ انبیاء علیہم السلام آئے اور ایک روایت کے مطابق ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام آئے ،تا کہ لوگوں کو درست کریں۔ بنی اسرائیل جب ٹھیک ہو گئے تو حالات ٹھیک ہو گئے۔آدمی ٹھیک ہوتا ہے تو حالات ٹھیک ہوتے ہیں۔قوم نوح میں (جو مسلمان تھے) ٹھیک ہو گئے تو حالات ٹھیک ہو گئے۔اس پانی میں نافرمان ڈوب رہے تھے اور اس پانی میں نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ مسلمان تیر رہے تھے۔

یہ صورت ہر دور میں رہی۔آج ہر بڑی مچھلی چھوٹی کے کھانے کے چکر میں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہی حالات تھے۔آپ کو فکر و غم تھا یہ حالات کیسے ٹھیک ہوں گے؟ اس میں آپ پریشان رہتے تھے کہ انسان درندہ بن گیا ہے۔ کیا کریں؟ سارے عالم میں یہی حال تھا اس پریشانی میں آپ کبھی غار حراء میں جاتے کہ انسان کیسے ٹھیک ہوں۔کوئی صورت سامنے نہیں آتی تھی۔اللہ نے کرم فرمایا قرآن پاک نازل ہوا، راستہ مل گیا:

يَاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝١ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝٢ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝٣ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝٤

وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝(۱)

اے کملی والے اٹھو اور لوگوں کو خبر دار کرو۔ جیسے پہرہ دار خبر دار خبر دار کہتے ہیں۔ کیسے خبر کریں:

وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝(۲)

اللہ کی بڑائی بیان کرو، اللہ اکبر، اللہ اکبر کہو۔

اللہ کی بڑائی آ گئی تو سارا کچھ آ گیا، اللہ کی بڑائی وعظمت جس کے اندر آ جائے وہ بن جائے گا۔ اللہ نے آدمی کو مخلوق میں بڑا بنایا ہے۔ اس کو بلندیاں مل جائیں گی تو وہ خود بڑا ہو جائے گا۔ کائنات میں بڑا یہی ہے۔ اتنے تک انسان اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے جب تک اللہ کی عظمت وبڑائی دل میں نہ ہو۔ اور جب اللہ کی بڑائی دل میں آ جائے تو اپنے کو چھوٹا سمجھتا ہے۔ حدیث ہے:

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ۔(۳)

جو اللہ کے لئے چھوٹا بنتا ہے اللہ اس کو بڑا بنا دیتے ہے۔ بڑوں کے ساتھ رہ کر آدمی بڑا بن ہی جاتا ہے، فی الواقع بڑا ہو جاتا ہے، اس کو حقیقی بڑائیاں حاصل ہو جاتی ہیں۔ نبی کے برابر کوئی خیر خواہ نہیں ہو سکتا۔ اربوں مرتبہ قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے نبی کے برابر کوئی خیر خواہ نہیں ہو سکتا ہے۔ ماں باپ اپنے بچہ کے اتنا خیر خواہ نہیں ہو سکتے جتنا نبی ہوتا ہے۔ کوئی باپ اپنے بیٹے کا اتنا ہمدرد نہیں ہوتا جتنا نبی ہوتا ہے۔ اس بنا پر

(۱) المدثر: ۱، ۷

(۲) المدثر: ۳

(۳) المعجم الاوسط

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ نہیں تھا کہ لوگوں کے دنیاوی ضروریات کیا ہیں؟ کیسے پوری ہوں؟ نہ تعلیم ہے، نہ اس کے پاس اسلحہ ہے، نہ کھانے پینے کی چیزیں ہیں، ان کے پاس ضروریات زندگی، کچھ بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیاوی چیزوں پر نہ خود ہاتھ ڈالا اور نہ دوسروں کو ڈالنے دیا۔ بس انسان کو ٹھیک کرنے میں لگے۔

جب انسان ٹھیک ٹھیک چلے گا تو ہر چیز ٹھیک چلے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی محنت کی، کہ انسان ٹھیک ہو جائے۔ انسانوں کی تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ لیکن ٹھیک کرنے کا کام نہیں کیا جارہا ہے۔ اس لئے پوری امت کو کام سپرد کیا جو انبیاء علیہم السلام کو سپرد کیا جاتا ہے۔ سب کو بتایا کہ یہ کام ہے، اس کو کرو۔

عام سنت اللہ (اللہ کی عادت) یہ ہے۔ کہ لاکھوں کے لئے لاکھوں چاہئیں۔ لاکھوں میں کام کرنا ہے تو لاکھوں چاہئیں۔ اب تعداد کروڑوں کی ہے۔ تو کروڑوں کو لگا دیا کہ خود درست ہوں، اور لوگ بھی درست ہوں۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔[1]

تم بہترین امت ہو لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے نکالے گئے ہو (بھیجے گئے ہو) بھلائی کا حکم کرتے ہو برائی سے روکتے ہو اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس کام سے دنیا و آخرت کے سارے حالات درست ہو جائیں گے۔ نہ صرف دنیا کے حالات ٹھیک ہوں گے بلکہ اصلی جگہ جنت کے حالات ٹھیک ہوں گے۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں ہے، اصلی جگہ نہیں ہے۔ جس طرح ماں کے پیٹ میں چند ماہ

---

[1] (آل عمران: ۱۱۰)

رہے اس طرح چند دن دنیا کے پیٹ میں رہنا ہے۔جس طرح ماں کا پیٹ رہنے کی جگہ نہیں ہے۔اس طرح اللہ کی قسم یہ دنیا بھی رہنے کی جگہ نہیں ہے۔وہاں (ماں کے پیٹ میں)غلیظ پانی (حیض کا خون) پر اس لئے رکھا کہ دنیا میں رہنے کے قابل ہو جائے۔ یہاں رہنے کے قابل بنانے کے لئے ماں کے پیٹ میں رکھا جاتا ہے۔ اور دنیا میں اس لئے رکھا جاتا ہے کہ جنت میں جانے کے قابل بن جائے۔یہ دنیا صرف تیاری کی جگہ ہے۔اس بنا پر اس کی محنت کروکروڑوں کے لئے کروڑوں موجود ہیں۔جس نے یہ پڑھ لیا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یہ امت مسلمہ ہے۔ سب کے ذمہ محنت کرنی ہے۔

پہلی محنت یہ ہے کہ اللہ کو واحد مانیں،جس طرح اللہ کو واحد ماننا ضروری اور فرض ہے۔قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ[1] اسی طرح اللہ کو صمد (بے نیاز) ماننا فرض ہے۔صمد اس ذات کو کہتے ہیں: جو کسی حال میں کسی چیز کا محتاج نہ ہواور ہر چیز ہر حال میں اس کی محتاج ہو۔ پیدا کرنے اور مارنے میں وہ کسی کا محتاج نہیں۔ پیدا کرنے میں ماں باپ کا محتاج نہیں۔بغیر ماں باپ کے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ریکارڈ درست رکھنے کے لئے یقین کو درست کرنے کے لئے پیدا کیا۔حضرت حوا علیہا السلام کو بائیں پسلی سے پیدا کیا۔کچھ زمانے کے بعد دوسرے نبی آئے لوگوں نے ان سے معجزہ طلب کیا اللہ نے پتھر پھاڑ کر حاملہ اونٹنی پیدا کر دی۔اتنی بڑی اونٹنی کہ نہ پہلے نہ بعد میں،کسی نے ایسی اونٹنی دیکھی ۔حاملہ تھی پیدا ہوتے ہی بچہ جن دیا۔کہ میں صمد ہوں کسی سبب کا محتاج نہیں۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وقت آیا تو بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔

[1] (الاخلاص:۱)

اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ[1]

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہوجا، تو وہ چیز ہوجاتی ہے۔

حدیث میں ہے قیامت کے دن بارش ہوگی تو سارے لوگ گھاس کی طرح اگیں گے۔ وہ بغیر سب کے سب کچھ کردے گا۔ اگر فلاح وسکون کا کوئی سبب نہ ہو وہ اسباب پیدا کردے گا۔ حضرت ابراھیم علیہ السلام آگ میں ایسے رہتے تھے جیسے باغ میں۔ ایک روایت میں ہے نمرود نے دیکھا حضرت ابراہیم علیہ السلام باغ میں خوش وخرم ہیں۔ وہ سیاحت کے انداز میں آگ میں بیٹھے تھے۔ اس پر نمرود کو غصہ آیا۔ آگ سے کہا تجھ کو کیا ہوگیا ہے کہ جلا نہیں رہی ہے؟ تو آگ نے کہا اندر تو آ، تو بتاؤں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر پل رہے ہیں، تمہاری روٹیوں کے بغیر پل رہے ہیں۔ آج کہتے ہیں اللہ پال سکتا ہے مگر، اگر، بغیر سبب کے کیسے پالے گا۔ ''اگر، مگر'' ابوجہل کا خدا ہوگا۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن والوں کا خدا نہیں ہے۔ اس میں ''اگر، مگر'' نہیں ہے۔ جب بھی تمہارے اعمال ٹھیک ہوں گے اللہ تعالیٰ حالات درست فرمادیں گے۔ جس طرح اللہ موسم بدل دیتا ہے اس طرح حالات بدل دیں گے۔

حضرت جی مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ موسم کی طرح حالات بدلتے ہیں۔ ایک بار ایک سفر میں جانا تھا۔ اس میں حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرات تھے، جہاں جانا تھا، وہاں بجلی نہیں تھی، شدید گرمی تھی۔ وہاں والے حضرات تشریف لائے دہلی مرکز۔ وہ پریشان تھے کہ بجلی نہیں ہے کیا ہوگا؟ سخت گرمی ہے، ایک نے کہا بارش کی دعا کرو تو کہا گیا کہ اگر بارش

---

1 (یٰس: ۸۲)

ہوئی تو وہاں جانے کا راستہ بند ہوجائے گا۔کیچڑ ہوجائے گی، کچا راستہ ہے۔میں نے کہا بارش نہ مانگو، ٹھنڈ مانگو۔وسائل تلاش کرنے کی کیا ضرورت ہے۔بعض آدمی ہوتے ہیں جن کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ٹھنڈ کی دعا کی ۔دوپہر کو لیٹے اور عصر سے پہلے باہر نکلے ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔میں باہر نکلا تو واپس آکر جیکٹ پہن لی۔ اتنی ٹھنڈ ہوئی، دو دن تک ٹھنڈی ہوا چلتی رہی۔

جس طرح اللہ موسم بدلتا ہے ویسے ہی حالات بدلتا ہے۔یقین بدل جائے اعمال بدل جائیں تو حالات بدل جائیں گے۔اس کے لئے محنت کیسے کرنی ہے صرف ایک راستہ ہے، وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف بتایا ہی نہیں، سنایا ہی نہیں، صرف سمجھایا ہی نہیں، بلکہ بتایا ہے، سنایا ہے، سمجھایا ہے اور کرکے دکھایا ہے۔جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں محنت شروع کی تھی ویسے ہی محنت شروع کرنی ہوگی۔ اور وہ دل پر محنت ہے اور دل سے محنت شروع کرنی ہے۔جب دل ٹھیک ہوتا تو آدمی ٹھیک ہوتا ہے، کائنات ٹھیک ہوجاتی ہے۔دل کی حیثیت بدن میں مرکزی ہے۔جیسے آدمی کی حیثیت کائنات میں مرکزی ہے۔دل کا رخ ہوجائے خالق کی طرف اور ہر معاملہ میں خالق کی طرف رجوع کرے۔اگر رخ خالق کی طرف ہے تو سیدھا دل ہے اور اگر دل کا رخ مخلوق کی طرف ہوجائے کہ مخلوق سے محبت کرے، مخلوق پر یقین کرے، مخلوق سے ڈرے، مخلوق سے امید باندھے تو یہ اوندھا دل ہے اور جب دل اوندھا ہوتا ہے تو اس میں کچھ نہیں پڑتا ہے۔(خیر کی کوئی چیز اس میں نہیں پڑتی ہے نہ داخل ہوتی ہے) سب سے پہلے دل کو سیدھا کرنا پڑتا ہے۔

آدمی رات کو ٹوٹی کے نیچے اوندھا لوٹا رکھ دے اور ٹوٹی کھول دے تو پانی کیا رکتا جو باقی پانی کی تری تھی لوٹے میں وہ بھی خشک ہوگئی اور اگر لوٹا سیدھا رکھ دیا

اور ٹوٹی بھی نہیں کھولی تو پانی کا قطرہ ٹپک ٹپک کر، لوٹا صبح کو بھرا ہوا ملتا ہے۔ میں نے کئی مرتبہ رات کو ٹوٹی کے نیچے لوٹا رکھا کہ یہ پانی جو ٹپکتا ہے وہ اللہ کی نعمت ہے۔ یہ ضائع نہ ہو۔ تو صبح کو بھرا ہوا ملا۔

دل اگر اوندھا ہے تو اس سے جتنا قرآن پاک پڑھو، بخاری پڑھو (حدیث پڑھو) کچھ اثر نہیں پڑے گا۔ اور اگر سیدھا رہے گا تو کسی اچھے آدمی کو دیکھ کر ہدایت حاصل کرے گا، کاغذ کے ٹکڑے (جس پر اللہ کا نام لکھا ہوگا) کو دیکھ کر ہدایت حاصل کرلے گا۔ (دین کی بات سن کر ہدایت حاصل کرلے گا)۔

اس بنا پر نماز سے پہلے مخلوق سے نکالا۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہا۔ نماز کب ہوگی جب مخلوق کو چھوڑو۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے معنی سب کو چھوڑو اور سب کچھ کا خیال بھی چھوڑو۔ جس میں مشغول تھے۔ وہ سب کچھ چھوڑو، تب نماز مکمل ہوگی۔ نماز کا قومہ، جلسہ، رکوع، سجدہ سب کچھ صحیح ہوگا۔ اس کے بعد جو مانگو گے خدا سے سب مل جائے گا، اس لئے کہ اس کا عمل درست ہوگیا۔ نماز جب مکمل ہوگی جب سب کچھ کا خیال بھی چھوڑ دو اگر سب کچھ چھوڑا نہیں ہے وہیں دکان پر پڑھ لی یا یہ کہ دکان تو چھوڑی مگر دکان کا خیال نہ چھوڑا تو نماز مکمل نہ ہوگی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تکرار

میں ایک دن اپنی مسجد میں مغرب کے وقت سفر سے آیا تیسری رکعت میں ملا اور امام کے ساتھ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تکرار کرتا رہا کہ مسئلہ ہے جب کسی کی رکعت چھوٹ جائے تو امام کے التحیات میں اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا تکرار کرتا رہے سلام تک۔ اتنے میں امام نے سلام پھیر دیا۔ سلام پھیرا تو شور مچ گیا۔ لوگوں نے

کہا دو رکعت ہوئی، کسی نے کہا تین رکعت ہوئی۔نماز دوبارہ ہوگی۔ایک نے کہا مفتی صاحب! آپ کو سبحان اللہ کہنا چاہئے تھا۔میں نے کہا ہم تیسری رکعت میں ملے۔ ہمیں کیا معلوم کہ تم لوگ کیا کررہے ہو؟ تم کو لقمہ دینا چاہئے تھا۔تم لوگ پہلے سے موجود تھے۔کہنے لگے سنت کے بعد بات کریں گے۔جب ہم باہر نکلے تو کہا مفتی صاحب! بات یہ ہے کہ میں دکان پر بیٹھا تھا۔روکڑ نہیں مل رہا تھا اس وقت اذان ہوگئی نماز میں آیا دوسری رکعت میں روکڑ مل گئی (میں روکڑ ملانے میں مشغول تھا تو لقمہ کیسے دیتا) تو اس کو اس نماز سے کیا فائدہ ہوگا۔جو روکڑ ملا رہا ہے نماز میں تو اس نماز سے کیا پاتا ہے۔

نماز میں ماں باپ کا خیال کرنا منع ہے، کسی بھی مخلوق کا خیال منع ہے۔یہ فلسفہ نہیں بیان کررہا ہوں حقیقت ہے۔اماں جان (عائشہ رضی اللہ عنہا) کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر میں پیار محبت کی باتیں کرتے، باتیں ہوتی رہتیں۔نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے انسانی پیار دیا تھا، انتہائی پیار محبت کی باتیں ہوئیں۔اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اذان دیتے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ جاتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے پہچانتے نہیں۔اگر نماز میں مخلوق کی طرف رخ ہے تو ہزار رکعت پڑھے نماز نہ ہوگی۔دل کا رخ مخلوق سے خالق کی طرف نہ پھیرے تو نماز ہوجائے گی؟۔جیسے آدمی قبلہ رخ نہیں ہے۔تو نماز نہیں ہوگی ویسے خالق کی طرف رخ نہیں ہے تو نماز کیسے ہوگی؟

دل کی عجیب حالت ہے، دل بڑا تیز ہے، ابھی یہاں، تھوڑی دیر میں بیت اللہ پہنچ گیا۔دل کے رخ کا پھیرنا یہ ایک کام ہے بڑی لمبی محنت چاہتا ہے۔سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محنت کررہے ہیں، ایمان سکھا رہے ہیں، کہ انسان کے دل کا رُخ مخلوق سے خالق کی طرف ہوجائے۔یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود کرنے والے ہیں اور کروانے والے

ہیں۔ یا یوں کہئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سکھانے والے ہیں۔ اور حضرت ابوبکر وعلی رضی اللہ عنہما سیکھنے والے ہیں۔ نہ ایسا سکھانے والا دیکھا گیا نہ ایسے سیکھنے والے دیکھے گئے ہیں۔

مکہ کے تیرہ سال صرف ایمان سیکھنے میں لگے۔ باختلاف روایات نبوت کے گیارہ سال بعد نماز آئی ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج میں گئے ہیں۔ یہ پہلا فریضہ جو مکہ میں آیا باقی سارے فرائض مدینہ میں آئے ہیں۔ نماز ایمان کا امتحان بھی ہے کہ جب اللہ نے بلایا تو کیا کرتے ہیں؟ اور ایمان کی آزمائش ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے بعد یہ کیا کرتے ہیں؟

صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے بلاوے پر ایسے نکلتے تھے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پر ایسے نکلتے تھے جیسے پرندے پنجرے سے نکلتے ہیں۔ کوئی بوجھل ہو کر نماز کے لئے نہیں نکلتا تھا، پوری مستعدی و تیزی کے ساتھ نکلتے تھے۔ ایک بات میں نے سنی تھی، دیکھی تو نہیں کہیں، کوئی شبہ نہیں کہ مؤذن نے اللہ اکبر شروع کی، لوگوں نے دوکانیں بند کرنی شروع کیں۔ اذان ختم ہونے پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ساری دوکانیں بند ہوگئیں۔

۱۹۴۷ء میں حجاز گیا، رمضان کی پہلی رات تھی میرے ساتھی مجھ سے پہلے مسجد میں چلے گئے۔ میں کمرے کا تالا لگا کر بعد میں پہنچا۔ دیکھا کہ چاروں طرف سے بھیڑ آرہی تھی۔ تیزی سے اِدھر سے بھی اُدھر سے بھی میں میں نے یہ سوچا کہ ساتھیوں کو یہ منظر دکھاؤں۔ مؤذن کی اذان ختم نہیں ہوئی کہ مسجد بھر گئی۔ اور وہاں کی اذان بھی لمبی ہوتی ہے۔ مجھے جگہ نہیں ملی مسجد میں۔ سب سے آخری صف میں جگہ ملی۔ مسجد بڑی تھی بھر گئی اللہ کے بلانے پر کسی کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ کوئی چیز رکاوٹ بنے۔ کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنی چاہئے۔ جو رکاوٹ بنیں تو اس پر محنت کریں کہ رکاوٹ نہ بنیں جب بڑے بلائیں تو چھوٹے کیوں رکاوٹ بنیں؟ بیوی بچے رکاوٹ نہ بنیں، بلکہ اس

پر اتنی محنت کرو کہ وہ معاون (مددگار) بنیں۔ بیوی بچوں کی اس طرح تربیت کرو جیسے عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کی، کہ خاوند کو کہہ رہی ہیں کہ میں دیکھ رہی ہوں وہ میدان سے چلا آرہا ہے۔

عورتوں اور شیطان کے مکر میں فرق......عورتوں کا مکر بڑا ہے۔

اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (۱)

اور شیطان کا مکر کمزور ہے۔

اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا (۲)

اللہ ان کے مکر کو مدد سے بدل دے تو وہ معاون بنیں گی۔ حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ ایسے گئے کہ واپس نہیں آئے۔

جب بڑا ابلائے تو رخ مخلوق سے ہٹ جائے یہی سکھایا ہے۔ کیسے سکھایا گیا؟ محنت سے سکھایا گیا کہ سب سے زیادہ وقت دل کے رخ کو ٹھیک کرنے میں لگا۔ ایمان سیکھنے کی تربیت صرف وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مزاج بھی یہی ہے۔ فطری وطبعی طور پر کہ کسی مشکل کام پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ نہیں ڈالا کہ میری امت کے لئے مشکل ہو جائے۔

حدیث کا مضمون ہے اگر امت پریشان نہ ہوتی تو تہجد و مسواک کو فرض کر دیتا۔ امت پر سخت ہو جانے اور شاق ہو جانے سے ایسا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا۔ (یعنی فرض نہیں کیا) سیکھنے اور سکھانے کا سب سے آسان راستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار کیا۔

---

۱ (یوسف:۲۸)

۲ (النساء:۷٦)

ہر ایک نے جو کچھ سیکھا ہے وہ امت کی امانت ہے۔امت تک اس کو پہنچانا ہے۔ جو سیکھے وہ آگے سب کو سکھائے۔صحابہ رضی اللہ عنہم جتنے سیکھنے والے، سب نے سکھایا۔ایک آیت رات کو اتری سب کو صبح تک پہنچا دیتے۔ایمان سیکھا جاتا ہے ایمان کی دعوت سے۔ایمان کی دعوت دو۔جتنی ایمان کی دعوت دو گے اتنا ایمان زبان کے راستے سے داعی کے دل میں جائے گا۔

زبان کی بات سے دل متاثر ہوتا ہے

اچھی بات سے خوشی اور بری بات سے غم ہوتا ہے۔اور سننے والے کے کان کے راستہ سے دل میں جاتا ہے۔اور کہنے والے کی زبان کان کے راستہ سے ایمان دل کے اندر جاتا ہے۔دماغ سے سوچ کر کہہ رہا ہے تو دماغ کے راستہ سے ایمان دل کے اندر جاتا ہے۔جب ایمان دل کے اندر چلا جاتا ہے تو اللہ جل جلالہ اس کو ایمان کی نگاہ عطا فرماتے ہیں، ایمان کی نگاہ وہ ہے کہ جس کو دیکھو اس کو مٹی کے درمیان دیکھو کہ مٹی سے بنا ہے اور مٹی ہو جائے گا۔جب نگاہ ایمان والی ہو جائے گی تو اس ایمانی نگاہ کے راستہ سے بھی ایمان اندر دل میں جاتا ہے۔

ایمان چار راستوں سے دل کے اندر جاتا ہے: زبان، کان، دماغ اور آنکھ۔مخلوق سے ہونے کا یقین اور جو کباڑ دل کے اندر بھرا ہوا ہے۔پہلے اس کو نکالنا ضروری ہے۔جس کا لاالہ نہیں اس کے الااللہ کی قیمت نہیں جس کا لاالہ نہیں اسکا الااللہ قبول نہیں ۔لاالہ اندر کو صاف کرنے کے لئے ہے۔غیر اللہ یہ ناجائز قابضیں ہیں، مشکل سے نکلتے ہیں، مشکل سے جگہ چھوڑتے ہیں۔ان سے جان چھڑانا مشکل ہے، یہ جان مشکل سے چھوڑتے ہیں۔جب تک یہ ناجائز قابضین اندر سے نکلتے نہیں، اندر کچھ نہیں بنتا۔

کسی نے ہمارے یہاں مسجد کی جگہ پر قبضہ کرلیا تھا۔لوگوں نے کہااس کے سامان کو باہر پھینک دیتے ہیں۔میں نے کہاباہر مت پھینکو۔کہیں جگہ دیدو۔اور میں سفر میں گیاہوا تھا۔واپس آیاپوچھااس کو جگہ دیدی؟ لوگوں نے کہا جگہ دیدی مگر وہ جاتانہیں آپ ہی اس سے کہیں۔میں اس کے پاس گیااس سے پوچھا جگہ نہیں ملی؟ کہاملی۔تو میں نے کہاتو وہاں جاتے کیوں نہیں۔تو اس نے کہاوہاں بھی تو ناجائز قابضین ہیں۔وہ قبضہ نہیں چھوڑ رہے۔تو میں نے ساتھیوں سے کہا کہیں اور دوسری جگہ دیدو، چنانچہ دوسری جگہ دیدی۔لیکن وہ وہاں بھی جانے کے لئے تیارنہیں ہوا۔تو میں نے کہااب تم جیسے اٹھاتے ہواس کواٹھاؤ۔تو رات کوٹرک لائے اورسامان اس میں ڈالا اوراس کووہاں سے بھگایا۔

پچاس گنااجروثواب

سب سے زیادہ وقت لاالہ پرلگتا ہے۔الااللہ پرکم وقت لگتا ہے۔تیراسال صحابہ رضی اللہ عنہم کے لاالہ پر لگے۔ہمارے تیس سال بھی لگ جائیں اورایمان بن جائے توسستا سوداہے۔روایت میں ہےایک زمانہ آئے گا کچھ لوگ میرے بعدآئیں گے۔جنہوں نے مجھے دیکھانہ ہوگا۔وہ دین کے کام کریں گے ان میں سے ہر ایک کو پچاس گنااجروثواب ملے گا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہاان میں سے پچاس گنایاہم میں سےفرمایاتم میں سے۔ایک کی جگہ پران کو پچاس گنا ملے گا۔اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں اوران سے آگے بڑھ گئے ہیں۔

جب یہ حدیث حضرت جی (مولانایوسف رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان فرمائی تو میں گھور کران کودیکھنے لگا۔توفرمایاگھور کے کیادیکھتے ہو، پچاس گنااجربھی اور پچاس گنی مدد بھی ملے گی۔کہ صحابہ رضی اللہ عنہم قوی تھےاورہم کمزور ہیں۔اوراللہ کی مدد بقدرضعف آتی ہے۔

بقدر قوی نہیں۔ بڑے حضرت (مولانا الیاس صاحب ؒ) فرماتے تھے جو مدد اُس وقت خون بہانے پر آتی تھی اِس وقت پسینہ بہانے پر آجائے گی۔اس بنا پر یکسوئی کیساتھ ایمان کی محنت میں لگو۔

چار شرطوں کے ساتھ عمل مقبول ہوتا ہے

پہلی شرط ایمان ہے، ایمان کے ساتھ عمل ہے تو قبول ورنہ نہیں۔حضرت جی (مولانا یوسف صاحب ؒ) نے فرمایا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز ورزش ہے۔فرمایا: جو نماز پر یقین نہیں رکھتا کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ یہ نجات وفلاح اور کامیابی کا سامان ہے۔تو اس نماز سے کامیابی نہیں ملی گی۔جس کو اللہ اور رسول ﷺ نے کامیابی کا سامان بتایا ہے۔اس کو کامیابی کا سامان نہیں سمجھتا تو کامیابی نہیں ملے گی۔جس نماز سے دو روٹی نہیں مل سکتی اس کی نماز جہنم کی آگ سے بھی نہیں بچا سکتی۔کامیابی اس کو ملے گی جس کا یقین ہوگا کہ نماز پر دونوں جہان کی ضروریات پوری ہوں گی۔تو اعمال کی پہلی شرط ایمان ہے۔منافقین سات وقت کی نماز پڑھتے تھے تہجد و اشراق بھی پڑھتے تھے۔اپنے کو پکا نمازی ثابت کرنے کے لئے۔مگر ان کو نماز پر یقین نہیں تھا۔

دوسری شرط عمل قبول ہونے کے لئے اخلاص ہے۔ہر عمل محض رضائے الٰہی کے لئے کیا جائے۔ورنہ وہ عمل سب سے پہلے جہنم میں جانے کا سبب بن سکتا ہے۔ ریا کاری والا عمل جنت میں جانے کا سامان نہیں بن سکتا۔نہ اس عمل سے یہاں کی کامیابی مل سکتی ہے۔نہ وہاں کی کامیابی مل سکتی ہے۔ایمان واخلاص دونوں جڑواں بھائی ہیں۔جتنا ایمان آتا ہے اتنا اخلاص آتا ہے۔

اخلاص سمجھنے کے لئے عرض کردوں آپ کے گھر میں ایک آدمی آگیا جس کی بڑائی آپ کے دل میں ہے، احترام بھی ہے اور محبت بھی ہے۔اس کے آتے ہی ساری

نقل وحرکت صرف اس کے لئے ہوجائے گی۔اندر، باہر جو کریں گے صرف اس مہمان کے لئے ۔اگر نیت نہ کریں گے تب بھی اسی کے لئے۔یہ نیت نہیں کرنی پڑتی ہے۔کہ مرغا اور بکرا اس مہمان کے لئے منگواتا ہوں۔جس وقت ایمان آئے گا اس کے ساتھ ساتھ اخلاص آئے گا۔یہ اللہ کا آٹو میٹک نظام ہے جتنا اللہ سے تعلق ہوگا۔ اتنا اخلاص آئے گا۔

تیسری شرط قبول ہونے کے لئے علم ہے۔علم عمل کرنے کے طریقے کو کہتے ہیں۔حضور ﷺ جو عمل لائے ہیں اس عمل کا طریقہ بھی لائے ہیں اور بتایا ہے۔ چاہے عمل ایمان واخلاص کے ساتھ ہو اگر حضور ﷺ کے طریقہ پر نہیں ہے تو عمل قبول نہ ہوگا۔اس کی دلیل یہ ہے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں حضور ﷺ کے سامنے نماز پڑھ رہے ہیں۔حضور ﷺ کی تازہ تازہ نظریں ان پر پڑ رہی ہیں۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ساری دنیا اولیاء اللہ سے بھر جائے وہ سارے مل کر اس صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہوسکتے ،جس کی ایک نگاہ نبی ﷺ پر پڑی ایمان کے ساتھ یا نبی ﷺ کی نگاہ اس پر پڑی ہو۔ایک نگاہ پڑنے سے آدمی بن جاتا ہے۔وہ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سلام کیا حضور ﷺ نے فرمایا:

اِرْجِعْ فَصَلِّ فَاِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ۔(۱)

جاؤ، دوبارہ نماز پڑھو۔تین بار انہوں نے نماز پڑھی اور تین بار آپ ﷺ نے اس سے یہی فرمایا کہ دوبارہ پڑھو۔اس نے کہا اے اللہ کے رسول! سکھا دیجئے۔تو حضور ﷺ نے اسے نماز سکھائی۔اور فرمایا:

---

(۱) صحیح بخاری: ج۱ ص۱۵۲

صَلُّوْا کَمَا رَأَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ......(۱)

ایسی نماز پڑھو جیسی تم مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔اس صحابی رضی اللہ عنہ کی نماز میں صرف اتنی کمی تھی کہ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا نہیں ہوتے تھے اطمینان کے ساتھ (قومہ نہیں کرتے تھے) اور دوسجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ سیدھا نہیں بیٹھتے تھے (جلسہ صحیح نہیں کرتے تھے) یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتویٰ ہے کہ اس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہوگی۔

ذرہ برابر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ سے فرق پڑ جائے گا تو عمل قبول نہ ہوگا۔علم یہ ہے کہ اس وقت اللہ کیا چاہ رہے ہیں اور اس حکم الٰہی پر کیا ملتا ہے۔اس کو فضائل کہتے ہیں اس کو یاد رکھنا چاہئے۔اسی کو ایمان واحتساب کہتے ہیں۔(یعنی عمل ایمان کے ساتھ،ثواب کی نیت سے کرے) احتساب سے شوق اور بڑھتا ہے اور پھر اگلا کام یہ ہے کہ اس طرح ادا کریں کہ اللہ قبول کرلے۔عمل ادا کرنے کے طریقوں کو مسائل کہتے ہیں۔جب عمل ایمان واخلاص ومسائل کے ساتھ ہوگا،تو قبول ہوگا۔لیکن اگر چوتھی شرط حقوق العباد اگر یہ نہیں ہے تو یہ سارا عمل مقبول ان کو دیدیں گے جو حقوق والے ہیں۔

جو عمل مقبول نہیں ہوئے وہ بلاشبہ اللہ کے یہاں نہیں جاتے وہ دنیا میں ہی فنا ہوجاتے ہیں۔اس لئے اخلاص کا سیکھنا فرض عین ہے، ایمان، اخلاص اور علم سیکھنا فرض عین ہے اسی طرح اخلاق سیکھنا بھی فرض عین ہے۔ایمان، اخلاص، علم اور اخلاق کا حکم ان چاروں کا سیکھنا فرض عین ہے۔ان چاروں سے حالات درست ہوتے ہیں۔

---

(۱) صحیح ابن حبان: ج ۴،ص ۵۴۳

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے: جب صف میں کھڑے ہو، تو کندھوں کو نرم کرلو۔ اسی طرح وارد ہے کہ جب کوئی ایمان والا آجائے اس کے آنے پر مجلس میں دو آدمی ہل گئے، وہ ادھر ہل گیا، وہ ادھر ہل گیا۔ صرف ہلنے پر اللہ بخشش فرما دیتے ہیں۔ تو ان چاروں کے ساتھ نماز پڑھنی ہے، تجارت کرنی ہے۔ نیت یہ ہے، یقین یہ ہے کہ اللہ دیتا ہے۔ میری چالاکی سے نہیں دیتا، میرے کرنے سے نہیں دیتا۔ انھیں چار کے ساتھ پوری زندگی گذارنی ہے۔ چوبیس گھنٹہ یقین ہو کہ اللہ سے ملے گا جو ایمان سیکھ رہا ہے۔ اس ایمان کے ساتھ دوکان پر جا رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے مطابق صحیح ناپا، صحیح تولا محض رضائے الٰہی کے لئے، مال جمع کرنے کے لئے نہیں۔ مال جمع تو یہود ونصاریٰ اور دہریہ کرتا ہے۔ اس کو حدیث میں فرمایا گیا:

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (۱)

فرضوں کے ادا کرنے کے بعد حلال روزی کمانا فرض ہے۔ تجارت میں اس بنا پر لگے کہ اللہ کا حکم ہے، حلال روزی کمانا ہے، کسی پر بوجھ نہ بنو، کما کر کھاؤ۔ مانگ کر چھین کر نہ کھاؤ۔ فرض کو ادا کرتے ہوئے کماؤ۔ فرائض کو چھوڑ کر کھانا حرام ہے۔ تجارت اللہ کے لئے ہو، کمانا اللہ کے لئے ہو۔ اس کو سمجھنا اس کے لئے مشکل ہو رہا ہے۔ کہ نماز بھی اللہ کے لئے نہیں رہی۔ جب کمانا اللہ کے لئے نہیں رہا، تو خرچ کرنا بھی اللہ کے لئے نہیں رہا۔

ایک شادی میں کسی نے کہا کہ ایک کروڑ روپے کا خرچ ہے۔ مجھ سے کہا کہ آپ کی بات وہ مانتے ہیں آپ ان کو سمجھا دیجئے کہ اتنا خرچ نہ کریں۔ مناسب انداز میں سمجھا دیں شاید وہ مان جائیں۔ انھوں نے میرے پاس کارڈ بھیجا تھا۔ میں نے ان کو

---

۱ (مشکوٰۃ المصابیح، البیہقی: شعب الایمان)

بلایا، وہ دو بھائی تھے۔ میں نے کہا کہ میں کارڈ وغیرہ پر شرکت نہیں کرتا جب تک کہ شادی کی تفصیل نہ معلوم ہو جائے۔

وہ دونوں تاجر تھے۔ انھوں نے شادی کی متعلق باتیں سنائیں۔ بڑے شوق سے کہہ رہے تھے کہ ایک کروڑ شادی کا خرچ ہے۔ اگر اس موقع پر خرچ نہ کریں تو ہم نے کمایا کس لئے؟ اس وقت سمجھ میں آیا کہ کمانا اللہ کے لئے نہیں رہا۔ مکان ہزاروں و لاکھوں میں اب نہیں رہا کروڑوں میں ہو گیا۔ اس بنا پر کہ کمایا ہی اسی کے لئے ہے۔ انجینئر نقشہ بناتے ہیں، تخمینہ بناتے ہیں اور وقت بتاتے ہیں اس سے زیادہ خرچ ہو جاتا ہے۔ ایک نے کہا کہ انجینئر نے مکان میں پچاس لاکھ تخمینہ بتایا تھا۔ مکان میں ایک کروڑ لگ گیا۔

وہ کہنے والا تفریح کے انداز میں ذکر کر رہا تھا۔ اگر پچاس لاکھ خرچ کی جماعت میں جانا ہو تو یہ بہت مشکل ہے۔ کیوں کہ اس کے لئے کمایا ہی نہیں، اس لئے اس کا تحمل نہیں ہے۔

تجارت میں (اور ہر کمائی کے سبب میں) دو نیتیں ہوں:

(۱) اس لئے تجارت کر رہا ہوں کہ تجارت کے متعلق جتنے بھی احکام ہیں ان کو زندہ کر دوں۔ یہ اوّل درجہ کی بات ہے۔

(۲) جو نفع ہوگا اس کو اللہ کے احکام کے مطابق خرچ کروں گا۔

اس تاجر کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْأَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّيْنَ، وَالصِّدِّيْقِيْنَ، وَالشُّهَدَاءِ (۱)

---

(۱) ترمذی

''سچا، امانت دار تاجر انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔''

پھر جب پیسے حاصل ہوئے تو دوکان سے لیکر گھر جا رہا ہے۔ اس نیت سے کہ پیسے سے زندگی نہیں بنے گی۔ جس طرح اللہ کا حکم ہے اس طرح پیسہ خرچ کروں گا تو زندگی بنے گی۔

مال خرچ کرنے کے مصارف

مال خرچ کرنے کے تین مصارف ہیں:

(۱) اعلاء کلمۃ اللہ (اللہ کا کلمہ بلند کرنا، دین کو دنیا میں پھیلانا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے زیادہ مال اعلاء کلمۃ اللہ پر خرچ ہوا ہے۔ اور اعلاء کلمۃ اللہ پر خرچ کرنے کی حد نہیں۔ وہاں تک لگایا جاسکتا ہے جہاں آخری حد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نشان لگا کر گئے ہیں کہ پورا مال لگا دیا۔ سارے کا سارا مال لگا سکتے ہیں۔

دوسرا مصرف: اخلاق پر خرچ کرو۔ مہمان، غریب، بیوہ، مسکین و یتیم پر خرچ کرو، لوگوں کی ضرورتوں میں خرچ کرو۔ ایثار، سخاوت سے بڑھا ہوا ہے۔ ایثار یہ ہے کہ اپنی ضرورت روک کر دوسرے کی ضرورت پوری کرو۔ اس پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔ وہاں تک جاسکتے ہیں جہاں تک آخری حد صحابی رضی اللہ عنہ نشان لگا کر گئے ہیں۔ کل مال خرچ کر کے مہمان کے واسطے چراغ بجھا دیا تھا، خود بھوکے رہے تھے۔ جن کی شان میں یہ آیات نازل ہوئی۔

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ (۱)

---

(۱) الحشر:۹

لیکن اتنا خرچ نہ کرے کہ بعد میں دوسرے سے مانگتا پھیرے۔

تیسرے نمبر پر اپنا نمبر آتا ہے۔ اپنے پر، بیوی پر، بچوں پر خرچ کرو۔ شادی بیاہ، مکان پر خرچ کرو۔ اس پر پابندی لگادی، فرمایا:

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۔ (۱)

''کھاؤ، پیو، اسراف وفضول خرچی نہ کرو۔''

اسراف کہتے ہیں ضرورت کی جگہ پر خرچ کرنا لیکن ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا۔ نہ ضرورت سے زیادہ کھاؤ، نہ پیو، نہ ضرورت سے زیادہ پہنو، نہ ضرورت سے زیادہ سواری، نہ ضرورت سے زیادہ مکان۔ اگر ضرورت سے زیادہ خرچ کروگے تو

''اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ''(۲)

میں داخل ہوں گے کہ اللہ فضول خرچی کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ آدمی اسراف سے ناپسندیدہ بن جاتا ہے اور امت سمجھتی ہے کہ پسندیدہ اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک اسراف نہ کرے۔

تبذیر کہتے ہیں بے محل بے ضرورت خرچ کرنا

''اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ''(۳)

یہ شیطان کے بھائی ہیں، بے محل خرچ کرکے مال برباد کردیا۔ مال کا خرچ کرنا حکم الٰہی پر، یہ عبادت ہے، بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنا عبادت ہے، بچوں کو کھلانا عبادت ہے۔ معارف القرآن ج ۳ صفحہ ۵۲۳ پر ایک حدیث ہے:

(۱) الأعراف:۳۱

(۲) الأعراف:۳۱

(۳) الاسراء:۲۷

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے عمل کے ترازو میں قیامت کے دن سب سے پہلے جو عمل رکھا جائے گا وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے اور ان کی ضروریات پورا کرنے کا نیک عمل ہے، اس پر بھی جنت ملتی ہے۔

پورے اعمال ان چار شرطوں پر کرے گا تو قبول ہوں گے ان چاروں میں معاشرت بھی ہے۔ان چاروں کا سیکھنا فرض ہے،فرض سمجھ کر ان کو سیکھے۔ایک مولوی صاحب کے لڑکے جماعت میں گئے۔مجھ سے کہا چار ماہ میں گیا ہے، کیسا ہے؟ میں نے کہا تبلیغ میں نہیں گیا ایمان سیکھنے گیا ہے۔بتاؤ ایمان سیکھنا فرض ہے کہ نہیں؟ کہا، ہاں۔اخلاص سیکھنا فرض ہے کہ نہیں؟ کہا، ہاں؟ علم سیکھنا فرض ہے کہ نہیں؟ کہا، ہاں۔ضروریات دین سیکھنا فرض ہے کہ نہیں؟ کہا، ہاں۔اخلاق سیکھنا فرض ہے کہ نہیں؟ کہا، ہاں۔تو میں نے کہا کہ یہ چاروں کو سیکھنے گیا ہے۔ابھی تبلیغ میں نہیں گیا ہے۔میں نے کہا جس کو تم نے اور اسکی ماں نے نہیں سکھایا، اسکو سیکھنے گیا ہے، جس کو تم نے نہیں سکھایا اس کو ہم پورا کر رہے ہیں۔

ترکی کی کارگزاری

جب میں ترکی گیا تھا تو وہاں ایک پارلیمینٹ کے ممبر سے ملاقات کے لئے گیا۔ترجمان موجود تھا، کچھ بچے جمع ہوئے میں نے کہا زبان یارمن ترکی ومن ترکی نمی دانم۔میں نے ایک بچے سے کہا تم میں سے کوئی قرآن سنا سکتا ہے؟ تو ایک لڑکے نے تجوید کے ساتھ عمدہ قرآن پڑھا۔دوسرے نے پڑھا، تیسرے نے پڑھا، اتنے میں ترجمان آ گیا۔میں نے ترجمان سے کہا یہاں بیس سال سے مدرسہ نہیں ہے۔یہ بچے کیسے قرآن پاک پڑھ رہے ہیں؟ ان بچوں نے قرآن کہاں سے پڑھا؟ تو ترجمان

نے کہا قرآن اور مدرسہ سے کیا تعلق؟ ایمان وقرآن سکھانا ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ان کوان کے ماں باپ نے قرآن پاک سکھایا ہے۔

توبچوں کوایمان سکھاؤ، کہ دیکھوبچو! اللہ سن رہاہے، ہرحال میں وہی جانتا ہے،کوئی کام کروتوسوچواللہ دیکھ رہاہے،غلط کام کرنے سے اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ بچےکوئی غلطی کریں تو کتے ، بلی سے نہ ڈراؤاللہ سے ڈراؤ۔کہ اللہ ناراض ہوجائیں گے۔ ایسامت کرو۔اگرغلط کام کروگے توپھر اللہ تم کوکوئی چیزنہیں دے گا۔ بچوں کوسکھاؤ پہلے وہ اللہ سے مانگیں پھر جو دیناہے وہ دو۔جوماں باپ بچے کوایمان سکھارہے ہیں، وہ خودایمان سیکھ رہے ہیں۔

ایک بزرگ کا قصہ لکھاہے:ان کی ماں ان کوایمان سکھارہی تھی بچہ جب پڑھ کرآتا تھاتواس سے کہتی بیٹا! پہلے اللہ سے روٹی مانگ، وہ مانگتا۔اوراس کی ماں طاق میں روٹی رکھ دیتی تھی۔وہ جاکرلے لیتا تھا۔ایک بار ماں کہیں چلی گئی اس کوفکرہوئی، بچہ گھرآیاہوگا،روٹی آج کیسے کھائی ہوگی۔جب گھرآئی توپوچھابیٹا روٹی کھالی؟ کہا، ہاں۔پوچھا کہاں سے کھائی؟ کہا،اللہ سے مانگ کر،طاق کے پاس گیاتووہاں روٹی موجودتھی۔ایسی مزیدارروٹی توتونے کبھی نہیں کھلائی تھی۔تواس طرح ایمان بچوں کوسکھایاکرو۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ.(۱)

اپنے گھروں میں قرآن وحدیث کا تذکرہ کیاکرو۔

گھروں میں،مسجدوں ومحلہ، دوکان وبازاروں میں ایمانی زندگی کی محنت کرو۔جب اسکی دعوت ومحنت ہوگی تویہ زندگی میل کھاجائے گی حضورصلی اللہ علیہ وسلم کی

(۱) الأحزاب:۳٤

زندگی سے۔ تو اس وقت اسلام کا وجود بنے گا اور پھر اسلام کی طاقت ظاہر ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہلاکت کے نظام کو ختم کر کے ہدایت سے نظام بدل دیتے ہیں۔ کام کرنے والے تقاضوں پر ہمت کے ساتھ کام کریں۔ رمضان کے تقاضے، حج کے تقاضے، اجتماعات کے تقاضے، علاقہ کے تقاضے، اس کو اپنا کام سمجھو۔ متفرق نہ ہوں، متفرق سے کچھ نہیں بنتا۔ سب ایک ہیں اور سب ایک کے لئے ہیں۔ پھر کام، وقت، گشت، تعلیم، سہ روزہ اور چار ماہ کے اندر جتنے کام کرنے ہیں جتنے اعمال کرنے ہیں ان چار کیساتھ کرنے ہے۔

اس سے آدمی بڑھیں گے۔ جو بھی آئے، اسے آمادہ کرو، ترغیب دو، اس کا ذہن بناؤ۔ ضابطہ وحکم کی کاروائی سے آدمی نہیں چلا کرتا وہ تو اندر کے شوق سے چلا کرتا ہے۔ جو آیا ہے کوشش کرو کہ آج ہی وہ کام سیکھ لے۔ اسے ذمہ دار بنانے کی کوشش کرو۔ جتنے آ گئے ان کو آگے بڑھاتے چلے جائیں اور جو آگے بڑھے ہوؤں کے پاس یہاں (مرکز بنگلہ والی مسجد) آویں، کثرت سے یہاں آتے رہیں ہیں، کثرت سے ہی نہیں بلکہ صف اوّل کے لوگ یہاں ڈیرہ ڈال دیں۔ یہاں ان کو ڈیرہ لگانا چاہئے۔ تو پچھلی صف والے ان کی جگہ پر آجاویں گے۔ کیونکہ صف اوّل والے بڑے خطرے میں ہوتے ہیں۔

ایک پیر صاحب کا قصہ

ایک پیر صاحب تھے، میں ان کے پاس پڑھنے گیا۔ ایک دن کہنے لگے کہ میرے لڑکے کو سائیکل کا شوق ہے، کوئی سکھاتا نہیں۔ کتنے لوگ اسے سکھانے کے لئے گئے، سکھا کر نہیں لائے۔ میں نے کہا کہ میں سکھاؤں گا۔ میں عصر کے وقت اس کو لے گیا۔ جس طرح سکھایا جاتا ہے اس طرح سکھایا، ایک دو بار سکھایا پھر دھکا

دے دیا وہ سنبھلے اور سیکھ گئے۔ واپسی پر میں نے کہا تو چلا میں پیچھے بیٹھتا ہوں، تو وہ چلاتا ہوا آیا اور میں پیچھے بیٹھا تھا۔

پیر صاحب نے مغرب کے بعد مجھے بلایا اور کہا کہ اتنی جلدی تم نے کیسے سکھا دیا؟ میں نے کہا جو بھی لے جاتا تھا یہ سمجھتا تھا کہ پیر صاحب کا لڑکا ہے، کہیں گر نہ جائے۔ اس لئے ان لوگوں نے نہیں سکھایا اور میں نے ایک دو بار سکھایا پھر دھکا دے دیا۔ وہ سنبھلے اور سیکھ گئے۔ تو آدمی جس طرح سکھاتا ہے، اس طرح سکھائے۔ یہ صف اوّل کے لوگ یہاں آئیں، یہاں دنیا بھر کا کام ہے۔ یہ صف اوّل والے ہر طرح سے نکلنا بھی شروع کر دیں۔ تو یوں پچھلی صف کے لوگ آگے آتے رہیں گے۔ جو استعداد والے ہوں جن کاموں میں ان کی ضرورت ہے۔ وہ یہاں آویں جو مرکز کے کاموں کو لے کر چلیں وہ آئیں۔

ہر استعداد کے آدمی یہاں جماعتوں میں آتے ہیں اور آرہے ہیں ان کو لے کر چلنا، ان کو کام سکھانا، باہر والی ملکوں کی جماعتوں کو لے کر چلنا، ان کو کام سکھانا دنیا بھر کے ملکوں کے تقاضے یہاں ہیں اور جو نکل کر آئیں وہ اس طرح نکلیں کہ انتظام کر کے نکلیں، جیسے آدمی کہیں کاروبار کے لئے جاتا ہے تو انتظام کر کے جاتا ویسے ہی یہاں انتظام کر کے آویں۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوْبُ إِلَيْكَ۔

اللہ تعالیٰ کی نصرت اعمال کی حقیقت پر آتی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَكَمَالِهٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕؔ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾[1]

وقال النبی ﷺ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِءٍ مَا نَوَى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَى دُنْيَا يُصِيبُهَا، أَوْ إِلَى امْرَأَةٍ يَنْكِحُهَا، فَهِجْرَتُهُ إِلَى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ(۲)

بزرگو، بھائیو، عزیزو! اللہ جل جلالہ وعم نوالہ نے اپنی پوری مخلوق میں انسان کو مرکزیت وحیثیت عطا فرمائی ہے۔ جیسے بدن میں دل کی حیثیت ہے ویسے ہی عالم میں انسان کی حیثیت ہے۔ اگر دل کی حرکت صحیح ہے تو اعضاء وجوارع صحیح چلتے ہیں اگر دل کی حرکت صحیح نہ رہے ذرا سا غلط ہو جائے تو اعضاء جوارع بے کار ہو جاتے ہیں۔

ایسے ہی آدمی ٹھیک ہے تو ہوائیں ٹھیک چلتی ہیں۔ درندے ٹھیک چلتے ہیں۔ پانی بھی ٹھیک چلتا ہے۔ اور اگر آدمی ٹھیک نہیں ہے۔ تو ہواؤں میں طوفان آتے ہیں۔ پانیوں میں طوفان آتے ہیں۔ زمین میں زلزلے آتے ہیں۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ(۳)

''آدمی کے برے کام کرنے پر خشکی وتری میں خرابیاں آتی ہیں اور عذاب آتا ہے۔''

ظاہر میں آدمی چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے اور انسانی عقل نے ہمیشہ یہ فیصلہ کیا ہے کہ

---

(۱) سورۃ النصر

(۲) بخاری:۱

(۳) روم:۴۱

آدمی ٹھیک ہونے پر صحیح ہونے پر چیزیں صحیح ملتی ہیں۔کائنات کی پیدائش آدمیوں کے لئے ہے۔کائنات کی پیدائش آدمیوں کے لئے ہے۔آدمی کا سکون وبقا کائنات کی بقا ہے۔آدمی صحیح چلتا ہے تو ساری چیزیں صحیح چلتی ہیں۔اورٹھیک چلتی ہیں۔ کائنات کی بقا آدمی پر ہے۔جس دن ایک اللہ اللہ کہنے والا روئے زمین پر باقی نہ رہے گا تو اللہ جل جلالہ پوری دنیا کو ختم فرمادیں گے۔

کائنات کا سکون وبقا انسان پر موقوف ہے

ظاہر کی چیزوں سے آدمی کی حیثیت نہیں بنتی ہے۔آدمی کو اللہ جل جلالہ نے بڑا بنایا ہے۔سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ خیال چھوڑ دو کہ چیزوں سے تمہاری حیثیت بڑھے گی۔نہیں بلکہ پوری دنیا کی قیمت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر ہوتی تو کافر کو پانی کا گھونٹ نہ ملتا۔مکانوں حکومت وعہدوں سے آدمی بڑا نہیں بنتا ہے۔آدمی کی حیثیت نہ تجارت سے قائم ہوتی ہے نہ زراعت سے قائم ہوتی ہے بلکہ ایمان واعمال سے حیثیت قائم ہوتی ہے۔اگر حیثیت مال سے بنتی تو قارون کی بنتی۔کسی چمار کو قارون کہو تو کہے گا تو نے ہماری توہین کی۔اگر حیثیت زراعت سے بنتی تو قوم سبا کی بنتی،اگر حکومت سے بنتی تو نمرود وفرعون کی بنتی،اگر تجارت سے بنتی تو قوم شعیب کی بنتی،صناعت (کاریگری) سے بنتی تو قوم ثمود کی بنتی۔

ایمان اوراعمال سے انسان کی حیثیت بنتی ہے قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔ ان سب کو قرآن نے بیان کیا ہے۔ظاہر کی چیزوں سے آدمی کی حیثیت نہیں بنتی ہے۔ظاہر کی چیزوں سے نہ قوت ملتی ہے نہ سکون ملتا ہے۔دنیا ساری بے حیثیت ہے۔جتنا زیادہ دنیا جمع کرتا جائے گا اتنا ہی زیادہ بے حیثیت بنتا چلا جائے گا۔جتنی

چیزیں بڑھتی چلی جائیں گی۔اتنی پریشانیاں بڑھیں گی۔کبھی اتنی تعداد میں کائنات کی چیزیں بڑھی ہوئی نہیں تھیں۔اسکی وجہ سے جتنا آج انسان پریشان ہے اتنا کبھی پریشان نہیں تھا۔

قتل ہوجائے کوئی گواہ نہ ملے کیا وجہ ہے یہ ہے کہ آدمی بے حیثیت ہوگیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ بے حیثیت کو جمع کر کے بے حیثیت ہوتا چلا جارہا ہے۔کتنے مر رہے ہیں کوئی رونے والا نہیں ہے۔سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوران کے تمام ساتھی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام نے سبق دیا ہے کہ انسان باہر کی چیزوں سے نہیں بنتا ہے بلکہ اندر کی چیزوں سے بنتا ہے۔ایک سوجگہ قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ ہے ۔کہ انسان ایمان واعمال صالحہ سے بنتا ہے باہر کی چیزوں سے آدمی بڑا نہیں بنتا ہے ۔جیسے گدھے پر ایک من سونا لاد دیا جائے تو گدھا بڑا نہیں بنتا۔ایسے ہی اللہ کی قسم باہر کی چیزوں سے بڑا نہیں بنتا ہے۔جب تک شرک دل سے نہیں نکلے گا توحید دل میں داخل نہ ہوگی۔

اللہ جل جلالہ نے سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے زندگی جو عطا فرمائی ہے۔ جس کا نام اسلام ہے۔اس میں سب سے پہلے چیز نماز ہے نماز سے پہلے جب تک سب چیز کو چھوڑ کر نہیں آتا تب تک نماز صحیح ادا نہیں کرسکتا۔تجارت زراعت آرام والے گھر چھوڑ کر نماز کی طرف آؤ اور صرف ان کو چھوڑ کر نہیں بلکہ سب کچھ کا خیال بھی چھوڑ و اور ساتھ میں یہ حکم ہے کہ اس کا یقین کرو کہ جس چیز کو چھوڑ کر آئے ہو اس سے کامیابی نہیں ملتی بلکہ حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح پر کامیابی ملتی ہے۔نماز کیا ہے۔اعمال کا مجموعہ ہے۔مجموعہ اعمال نماز میں ہے۔کسی حکم میں اتنے فرائض واجبات وسنتیں نہیں ہیں۔جتنے نماز میں ہے۔

سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلنے والے اعمال میں کامیابی ہے۔جس وقت اللہ جل جلالہ یقین نصیب فرمادے تو زندگی نیچے والوں کی اوراوپر والوں کی اللہ بنائیں گے اعمال پر۔اللہ جل جلالہ نے کامیابی ایمان واعمال صالحہ میں رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے فرشتوں کا سوال

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذکر فرمایا ہے کہ ایک مرتبہ فرشتوں نے اللہ سے پوچھا تو نے پہاڑوں سے زیادہ سخت طاقت ور چیز بنائی ہے؟۔فرمایاہاں لوہا جو پتھر توڑ دے اس سے طاقت ور آگ ہے جو لوہے کو پگھلا دے اس سے زیادہ طاقتور پانی جو آگ کو بجھادے۔اس سے طاقت ور ہوا جو پانی کو اڑا دیتی ہے۔

کائنات کی سب سے زیادہ طاقت ور چیز ہوا ہے۔فرشتوں نے پوچھا اور ہوا سے زیادہ طاقت ور چیز کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایمان والا چھپا کر خرچ کرے (صدقہ کرے) اللہ تعالیٰ کے لئے دائیں ہاتھ سے کہ بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو پتہ نہ چلے۔یہ ہوا سے زیادہ طاقت ور ہے۔(۱)

یہ ایک مالی عمل ہے دوسرے درجہ کی چیز ہے پہلے درجہ کی چیز جانی عمل ہے ہوا سلیمان علیہ السلام کے لئے مسخر ہوجائے اور کسی اور کے پاس مال خرچ کرنے کا عمل ہے تو یہ اس سے بہتر ہے۔آدمی کی طاقت وقوت سکون وعزت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی شریعت پر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: سابقہ امت میں ایک عورت تھی۔زندگی غلط تھی۔سفر میں جارہی تھی۔دوپہر کا وقت تھا۔راستہ میں کنواں تھا۔پیاسے کتے

(۱) مشکوۃ ص ۱۷۰

کو دیکھا اس پر ترس آیا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے پانی پلانا چاہئے۔ جب آدمی عزم وارادہ کرلے کہ یہ کام کرنا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ (۱)

جتنا کرسکتا ہواتنا کرنے پر۔ آگے اللہ تعالیٰ راستہ دیتا ہے۔ اللہ نے اس کی عقل میں یہ بات ڈالی کہ موزہ اتاردو (چمڑے کا موزہ تھا) دوپٹہ سے باندھ کر پانی نکال کر موزہ میں کتے کو پانی پلا دو اللہ جانتا ہے اور اس کا رسول جانتا ہے کہ پانی خود اوپر آ گیا یا اوڑھنی اتنی بڑی تھی کہ پانی نکال لیا یا اللہ نے اوڑھنی بڑھا دی۔ اس عمل پر اللہ نے اس کو دوزخ سے بچا کر جنت کا فیصلہ کردیا۔ (۲)

اگر پچاس کروڑ اس دنیا جیسی مل جائے تو بھی جنت نہیں دیکھ سکتا۔ یہ ایک چھوٹا سا عمل ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے ہیں۔ یہ عمل اتنا قوی ہے کہ دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس سے نکلنے والے اعمال میں اتنی عظیم طاقت ہے کہ اتنی بڑی طاقت کسی میں نہیں۔ یہ امت کی بدقسمتی ہے کہ نظر نہیں آرہا ہے۔ ایٹم بم کوئی چیز نہیں یقین ہٹالے اس سے تو ایٹم کی طاقت چھین لی جائے۔

بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مخلوق سے کچھ نہ ہونے کا یقین لا الہ ہے اور اکیلے خالق سے سب کچھ ہونے کا یقین الا اللہ ہے فرمانے لگے جس وقت تو نے مخلوق سے یقین ہٹالیا تو سمجھ کہ مخلوق سے اس کی طاقت تو نے چھین لی جیسے بنی اسرائیل ہماری طرح لا الہ الا اللہ پڑھنے والے تھے۔ آگے پانی پیچھے فرعون۔ آگے بڑھتے ہیں تو پانی میں ڈوب جاتے ہیں اور پیچھے فرعون سے نہ بچیں گے زبان سے نکلا:

---

(۱) العنکبوت: ۲۹

(۲) صحیح بخاری: ۳۳۲۱

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾ (۱)

ہم پکڑے گئے۔

موسیٰ علیہ السلام کے دل میں مخلوق کا یقین نہیں تھا، فرمایا:

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ (۲)

''میرا رب میرے ساتھ ہے اور وہ راستہ دے گا۔''

کون پکڑنے والا ہے اجتماعی انفرادی ضرورتوں پر قوت دیگا۔ راستہ دیگا۔ ساری ضرورتیں پوری کرے گا۔ جب دریا اور فرعون کا یقین ہٹالیا تو پانی اور فرعون کی طاقت چھین لی۔ موسیٰ کے ایمان و یقین سے پانی جم گیا سڑکیں بن گئی۔ پار ہو گئے۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا آخری آدمی پار ہو گیا اور فرعون کا آخری آدمی پانی کے اندر آ گیا تو اللہ نے سب کو غرق کر دیا۔ جس وقت ایمان والے مخلوق کے اندر سے یقین ہٹا لیتے ہیں تو مخلوق کے اندر سے طاقت نکل جاتی ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، قُوْلُوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوا (۳)

اور ایک بار فرمایا: لا الٰہ الا اللہ کہہ لو روم فارس تمہارے قدموں میں گریں گے۔ نبی کا معجزہ وقت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ جیسے پکا ہوا پھل قدم کے نیچے گرتا ہے۔ سنت اللہ یہ ہے کہ نبی اور اس کے اعمال کا وزن اور اس کی اہمیت اور اس کی طاقت انسانوں کے دلوں میں جمانے کے لئے اللہ نے ہر زمانہ میں اس انداز سے نبی

(۱) الشعراء:٦١

(۲) الشعراء:٦٢

(۳) صحیح ابن خزیمہ: ح ١٦٩

ورسول بھیجے۔موسیٰ کے دور میں جادوگروں کا دور تھا جادوگروں نے سانپ بنایا موسیٰ علیہ السلام کا عصا سارے نگل گیا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کے لئے بلایا امریکا والے چاند تک پہنچ گئے روس والے چاند تک پہنچ گئے۔اس سے بڑا عمل چاند کو دوٹکڑے کرنا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے وہ معجزات عطا فرمائے تاکہ نبی کی عظمت انسانوں کے دل میں بیٹھے۔مکہ میں چاند کو انگلی کے ایک اشارے سے دوٹکڑے کردیا۔زمین پر کھڑے ہوکر دوٹکڑے کرنا یہ بڑا ہے۔یہ تکوینی عمل ہے تشریعی عمل نہیں (یعنی شریعت کا حکم نہیں ہے جیسے اور احکامات ہیں)

تشریعی عمل تکوینی عمل سے بڑا ہوا ہے۔جیسے تشہّد میں اشھدان لاالہ الااللہ انگلی کا اشارہ ہے یہ اشارہ تشریعی عمل ہے۔اس میں ان معجزات سے زیادہ قوت ہے جب تکوینی عمل میں یہ طاقت ہے تو تشریعی عمل میں کتنی طاقت ہوگی۔ اور کتنا وزن ہوگا؟ اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔تشہد کے اندر انگلی کے اشارہ میں ان معجزات (یعنی چاند کے دوٹکڑے کرنے وغیرہ) سے زیادہ طاقت ہے۔یہ عمل ان چاند پر جانے والوں سے زیادہ قوی ہے۔

دوسرے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ الاسراء کے اندر معراج کا قصہ بیان کیا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا (۱)

یہ سورج اور چاند ہمارا مکان ہے۔اس کو دیکھنا بھالنا چاہئے۔چھوٹا بچہ بلب کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے ماں بہن اس بچہ کو اوپر اٹھا کر ہاتھ بلب سے لگا دیتی ہیں۔ایسے ہی

(۱) الاسراء:۱

چانداورسورج روشنی کے لئے ہے۔اس پر چلے گئے تو کیا ہوگا گھر دیکھ لیا (بلب ہاتھ سے لگالیا) ایک عالم نے کہا عشاء کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے لئے روانہ ہوئے میں نے کہا احتیاط سے فرمایئے۔کیا مہمان کو عشاء کے بعد تھکانے کے لئے لے جایا جاتا ہے۔بلکہ عشاء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے۔سونے کے بعد اٹھایا گیا زم زم سے وضو کرایا گیا۔وضو کہیں کروایا۔نماز کہیں پڑھوائی ۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تہجد کی نماز کی مسجد اقصیٰ میں امامت کی اور نماز کے بعد سب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اپنے مکان پر پہنچ گئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو آسمان پر ان کی جگہ میں دیکھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اعمال کی وجہ سے معراج میں پہنچ گئے ۔اللہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے اعمال کو لے لو اور اوپر پہنچ جاؤ گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

بغیر کسی سبب کے معراج میں گئے

اس امت کی ترقی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال اختیار کرنے میں ہے۔تنزل وذلت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال چھوڑنے پر ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے۔کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھوڑی دیر معراج کے لئے نکلے اور واپس آ گئے جن طاقتوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گئے وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک محدود نہیں رہی۔لوہے اور ہوا کی طاقت امت مانتی ہے یہ انتہائی بدقسمتی کی بات ہے۔مگر ایمان وعمل کی طاقت کو نہیں مانتی۔(اے ساریہ پہاڑ کے پیچھے دیکھو ادھر سے دشمن آنے والا ہے) لشکر کو پہاڑ کے پیچھے سے خطرہ تھا اس سے عمر رضی اللہ عنہ نے آگاہ کر دیا اس لئے کہ اندرونی طاقتوں پر ان کا یقین تھا۔حضرت ساریہ کے لشکر کے واپسی پر لوگوں نے پوچھا کہ جمعہ کے دن عمر رضی اللہ عنہ کی آواز پہنچ گئی تھی مزید یقین کے لئے تو کہا عمر رضی اللہ عنہ کی آواز پر ہی ہم بچے۔بغیر کسی سبب کے آواز پہنچی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی آواز میل تک پہنچتی تھی۔بغیر کسی واسطہ کے ایمان وعمل کی طاقت سے وہ آواز پہنچتی تھی۔مدینہ کے پہاڑ سے آگ کا شعلہ نکلا۔عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ساتھی سے کہا جاؤ واپس کردو گئے مارنے کے لئے ہاتھ اٹھائے اس شعلہ نے دیکھا تو پیچھے بھاگنا شروع کیا۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے شیر کا کان پکڑ کر راستہ سے ہٹا یا ایک تھپڑ شیر کو مارا اور کہا تجھے اللہ نے راستہ روکنے کے لئے پیدا کیا ہے؟اس وقت سے لے کر آج تک وہاں شیر نظر نہیں آیا۔دیکھو آدمی پر تیرہ سال محنت ہوئی سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں تیرہ سال محنت کی ہے۔یہی سکھایا ہے کہ کسی سے کچھ نہ ہونے کا یقین اور اللہ سے سب کچھ ہونے کا یقین کرو۔اس کو کہتے تھے۔اسی کو سنتے تھے۔اسی کو سوچتے تھے اور آنکھ سے اسی کو دیکھتے تھے۔صحابہ رضی اللہ عنہم یہ کرتے رہے۔

مکہ والے کہہ رہے ہیں یہ لوگ ناکام ہو رہے ہیں۔صحابہ رضی اللہ عنہم کہہ رہے ہیں ہماری زندگی بن رہی ہے۔ان کو ناکام کہنے والے اندھے تھے اور جو کہہ رہے ہیں کہ ہماری زندگی بن رہی ہے۔وہ آنکھ والے تھے اور سچے تھے۔مکہ والے کہہ رہے ہیں ان کی زندگی بگڑ رہی ہے یعنی دنیا کی۔اور وہ کہہ رہے ہیں نہیں زندگی بن رہی ہے۔یعنی آخرت کی زندگی اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ (مومن کی فراست سے بچو کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک نور سے دیکھتا ہے) دنیا کا دستور ہے۔کہ پہلے کمرے بنتے ہیں اور بیت الخلاء بعد میں۔اللہ تعالیٰ آخرت کی زندگی پہلے بناتے ہیں اور دنیا کی زندگی بعد میں۔اس لئے مدینہ پہنچ کر پہلا اعلان یہ کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہے۔عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ بھی جنتی ہو بشارت دی کہ تمہارے اعمال کی وجہ سے تم سب جنتی ہو۔بعد میں عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی دنیا کی زندگی بھی بن گئی۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے لاالہ الااللہ بدر میں اور محمد رسول اللہ احد میں سمجھا

بدر میں لاالہ الااللہ کا مظہر ہے۔کہ بغیر اسباب کے کامیاب ہوئے محمد رسول اللہ دوسرا حصہ ہے۔

احد میں ایک جماعت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ ہو جائے تم یہیں بیٹھے رہنا جب فتح ہوگئی تو کہا۔یہاں بیٹھنے کا حکم وقتی تھا۔وقتی بات تھی۔چند نوجوان وہاں سے اٹھ کر چلے گئے (مال غنیمت کے لئے) خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کر دیا۔شکست تو نہیں ہوئی بلکہ شکست جیسی صورت ہوگئی اللہ نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت چھوڑو گے تو کامیابی شکست سے بدل جائے گی اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع چھوڑو گے تو کامیاب نہیں ہوں گے۔امیر جماعت نے کہا ہر حال میں یہاں سے نہیں ہٹنا ہے۔اس سے نقصان یہ ہوا کہ بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت کے لئے ایمان واعمال کے ذریعہ کامیابی والی پرسکون زندگی اور عزت و قوت والی زندگی اور محبوب والی زندگی لائے ہیں اگر امت مال کے ذریعہ دنیا بنائے تو یہ یہودیوں کا راستہ ہے۔

مدد ونصرت حقیقت پر آتی ہے۔ایمان کی ایک صورت ہے ایک حقیقت ہے۔اگر ایمان واعمال دونوں میں حقیقت ہے تو اللہ کی مدد کی حقیقت آئے گی۔

اور اگر ایمان واعمال کی صورت ہے تو نصرت ومدد کی بھی صورت وہ الفاظ رہ جائیں گے۔اس وقت ایمان واعمال مسلمانوں کے پاس موجود ہیں لیکن صورت ہے۔حقیقت موجود نہیں ہے۔اور ادھر کفر کی صورت نہیں حقیقت موجود ہے۔اور اسلام کی صورت موجود ہے۔اگر تمہارے گھر میں پلاسٹک کا شیر ہے بڑی صورت ہے چوہیا بالکل چھوٹی سی ہے۔رات کو کترنا شروع کر دے تو حقیقت غالب آجائے گی صورت پر۔اس زمانہ میں ایمان واعمال صالحہ کی حقیقت وجود میں آگئی تھی تو غالب

آ گئے اور اس زمانہ میں اس تھوڑے سے مجمع میں ایمان و اعمال کی حقیقت آ جائے تو یہ مجمع پورے عالم پر غالب آ جائے گا۔ چھوٹی سی حقیقت بڑی صورت پر غالب آ جائے گی۔ اسلام کی حقیقت پر کبھی آج تک کفر غالب نہیں آیا اور نہ آ سکتا ہے۔ کوئی عقل اسے تسلیم نہیں کر سکتی۔ جیسے اندھیرا روشنی پر غالب نہیں آیا ویسے کفر (جو اندھیرا ہے) اسلام پر (جو روشنی ہے) غالب نہیں آ سکتا۔ ہاں لکھی ہوئی روشنی پر اندھیرا غالب آ سکتا ہے۔ مگر حقیقی روشنی پر نہیں۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ (۱)

ہم اپنی طرف سے شعر و شاعری نہیں کر رہے ہیں۔ اللہ فرما رہے ہیں

وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ (۲)

''دیہاتی لوگوں نے حضور ﷺ سے آ کر کہا ہم ایمان لائے تو اللہ نے کہا یوں کہو کہ کلمہ پڑھ کر ابھی مسلمان ہوئے جب تک دلوں میں ایمان داخل نہ ہو جائے مومن نہیں بن سکتے۔''

ابھی دل میں ایمان داخل نہیں ہوا ہے۔ کلمہ منافق بھی پڑھتے تھے۔ لیکن وہ کلمہ زبان سے پڑھتے تھے (دل میں کفر رہتا تھا) زبان سے پڑھنے کا نام ایمان نہیں ہے۔ ایمان تو دل میں بیٹھتا ہے۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں:

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ (۳)

''پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔''

---

(۱) الحجرات: ۴۹

(۲) الحجرات: ۱۴

(۳) التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۱ ص ۹۱۲

دیکھو ہڈی کسی جگہ سے بدن میں ہٹ جائے اور پھر اپنی جگہ پر چڑ جائے تو درد نہیں رہتا۔لیکن اپنی جگہ نہ جڑے تو درد ہوگا۔وہ عضو کام نہیں کرے گا۔اللہ کی قسم جب ایمان اپنی جگہ دل پر نہیں جڑے گا۔تب تک اعمال صالحہ نہیں ہو سکتے۔ایمان آج کتاب میں فٹ ہے دل میں فٹ نہیں ہے۔تو الفاظ ایمان سے فائدہ نہ ہوگا۔اس لئے صحابہؓ فرماتے ہیں

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ(۱)

کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔

اور یہی صورت اعمال کی ہے صورت اعمال موجود ہے حقیقت نہیں ہے۔نماز کی صورت سے کام نہیں بنے گا۔

منافقوں کی حالت

جو نماز منافق پڑھتا ہے وہ صورت نماز ہے اور جو نماز منافق نہیں پڑھتا ہے وہ حقیقت نماز ہے۔منافق پانچ نمازوں کے ساتھ تہجد اور اشراق بھی پڑھتے تھے سات نمازیں پڑھتے تھے یہ سات ثابت ہیں۔جو نماز یقین کے ساتھ اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے کے ساتھ محض اللہ کو راضی کرنے کے لئے پڑھتے تو اس نماز سے کام بنے گا۔یہی صورت ہے حج کی۔روزہ زکوٰۃ کی۔اور یہی صورت تبلیغ کی ہے صورت سے کچھ نہیں ہوگا۔بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اللہ ہدایت کا سبب صرف اس لوگوں کو بناتے ہیں جن کو سوائے ہدایت کے اور کسی چیز کی فکر نہ ہو کسی اور چیز کا شوق وغلبہ نہ ہو۔اس کو سبب بنا کر اللہ ہدایت دیتے ہیں۔

(۱) التاریخ الکبیر للبخاری: ج۱ ص ۹۱۲

بغیر اخلاص کے عمل تضییع اوقات ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے رویت ہے اس پر اپنا بیان ختم کرتا ہوں اس حدیث کے بیان کرتے وقت تین مرتبہ بیہوش ہوئے تھے۔قیامت میں سب سے پہلے شہید پیش ہوگا۔شہادت اسلام میں سب سے بڑا عمل ہے۔اس سے بڑا عمل کوئی عمل نہیں، کہے گا الٰہی تیرے لئے جان دیدی اللہ کہے گا جان دی تھی یہ ٹھیک ہے مگر میرے لئے نہیں دی تھی سب سے پہلے جہنم میں جانے والا شہید ہے۔پھر علم والا بلایا جائے گا اللہ کہے گا تونے سکھایا ہے مگر میرے لئے نہیں۔شہرت و پیسہ حاصل کرنے کے لئے۔اس لئے میرے پاس تیرا کوئی عمل نہیں آیا۔تیسرے نمبر پر مالدار بلایا جائے گا اللہ کہے گا مال خرچ کیا تھا مگر میرے لئے نہیں حکم ہوگا باندھو اور ڈالو جہنم میں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر اخلاص کے عمل ہو تو وہ عمل نہیں ہے۔وہ تضییع اوقات ہے (وقت ضائع کرنا ہے) عمل نہیں ہے بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ تین دوزخ میں اس لئے گئے کہ جان دینے والے علم والے مال والے اگر اخلاص سے کرتے تو ان سب سے عالم میں دین پھیلتا۔ریا کاری کی وجہ سے اسلام دنیا میں نہیں پھیلا یہ تینوں رکاوٹ بنے دین پھیلنے کی اس لئے سب سے پہلے یہ جہنم میں گئے اللہ کے واسطے اپنے اندر دیکھیں کہ کچھ حقیقت بن رہی ہے یا نہیں اس لئے وقت مانگا جا رہا ہے چند ہزار ساری کائنات کے لئے کافی ہیں۔جن کے اندر ایمان و اعمال کی حقیقت و اخلاص اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقہ ہو وہ روح والا عمل ہے۔بقول مولانا یوسف صاحبؒ کے مفتی صاحب (یعنی مجھ سے فرمایا)

جس عمل میں روح نہیں وہ مردار ہے۔مردار سے تعفن (بدبو) پیدا ہوتا ہے جو

عمل روح سے خالی ہوا خلاص نہ ہو وہ عمل ہو رہا ہے مگر تضییع اوقات ہے وہ عمل نہیں ہے۔ پرانے لوگ اس کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں اور نئے بھی۔

اس امت کو اللہ جل جلالہ نے لوگوں کے نفع کے لئے پیدا کیا ہے۔ دین پر چلنا اور چلانا صرف یہ دو کام ہیں اس امت کے اور باقی ضرورت ہے۔ بقدر ضرورت کرنے کے کام ہیں۔ دنیا کے سب کام کو چھوڑا جا سکتا ہے کم کیا جا سکتا ہے مگر دین کے کام کو چھوڑا نہیں جا سکتا کم نہیں کیا جا سکتا۔ جیسے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔ یہودیوں ونصرانیوں کے طریقہ پر نبی وصحابہ تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ دین پر چلنا اور چلانا مقصود حیات ہے۔ کم کیا جا سکتا ہے لیکن ضرورت کے لئے مقصد کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ اسی لئے تین چاند دیکھے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں چولہا نہیں جلا اور باقی کام ضرورت کے درجہ میں ہیں اور حقیقت یہ ہے

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ (۱)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کل لگا کر کل اللہ سے لے لیا اگر اتنا نہیں ہے تو آدھا لگا دو ایک تہائی دو اور ادنی یہ ہے کہ ۴ ماہ لگا دو بس۔

(۱) الانعام: ۱۶۲

آپس میں جوڑ کا ذریعہ ایمان اور حسنِ سلوک

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَّلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَكَمَالِهٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ،

کُنۡتُمۡ خَیۡرَ اُمَّۃٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَتَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَتُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ(۱)

وقال النبی ﷺ:

اَلۡمُؤۡمِنُ لِلۡمُؤۡمِنِ کَالۡبُنۡیَانِ یَشُدُّ بَعۡضُہٗ بَعۡضًا(۲)

وقال علیہ الصلوۃ والسلام:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِينَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ مَثَلُ الْجَسَدِ إِذَا اشْتَكَى مِنْهُ عُضْوٌ تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمَّى(۳)

قابل احترام بزرگو اور دوستو! ایک عضو دوسرے عضو کا معاون ہے۔ اللہ نے ہر عضو کو پیدا کیا اور ہر عضو کا آپس میں اتنا جوڑ ہے۔ کہ ہر عضو دوسرے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ آنکھ سب کے لئے دیکھتی ہے اور زبان سب کیلئے بولتی ہے، پاؤں خود اپنی تکلیف کے لئے چلتا ہے اور دوسرے عضو کی تکلیف کے لئے بھی چلتا ہے، بلا امتیاز سب کے لئے نفع دیتا ہے۔ ذرا سا کانٹا چبھے پورے بدن کو تکلیف ہوتی ہے، تکلیف ایک عضو کو ہے، لیکن ساری رات سارے اعضاء اس وقت تک نہیں سوتے جب تک

(۱) آل عمران: ۱۱۰

(۲) صحیح البخاری کتاب الادب، ۶۰۲۶

(۳) صحیح البخاري، برقم: (6011)، وصحیح مسلم، برقم: (2586) واللفظ لہ

اس کو آرام نہ ہو جائے۔ان جوڑوں میں آپس میں کتنا جوڑ ہے، اتنا جوڑ ہے کہ آنکھ نے ٹھنڈک دیکھی اور پورے بدن میں ٹھنڈ پہنچ گئی۔ان جوڑوں میں آپس میں کتنا تعلق ہے، اور میرا باہر کے لوگوں سے کتنا تعلق ہے جب یہ دیکھتے ہیں تو ہم شرمندہ ہوتے ہیں۔

اسی طرح سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ چاہتے ہیں۔کہ تمام انسانوں کا آپس میں ایسے ہی جوڑ ہونا چاہئے جیسے بدن کے اعضاء میں ہر ایک کو ایک سے جوڑ ہے۔اسی طرح ہر آدمی کا آپس میں تعلق ہونا چاہئے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کہ مومن ایک دوسرے کے لیے بدن کے اعضاء کی طرح ہے۔''

یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود مثال دی۔ نبی شاعری نہیں کرتا، جو کہتا ہے حقیقت کہتا ہے۔قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ جس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ ارشاد فرما رہے تھے اس وقت مسلمانوں کا حال ایک جسم کی طرح تھا۔اس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت کچھ کہا۔ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

لَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوا وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا، ثُمَّ قَالَ: أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَمْرٍ إِذَا فَعَلْتُمْ تَحَابَبْتُمْ؟ قَالُوا: مَا هُوَ يَا نَبِيَّ اللهِ؟ قَالَ: أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ(۱)

ایمان کے بغیر جنت میں جا نہیں سکتا۔آگے ایسے اہم موقع پر ساتھ ہی ذکر کیا کہ ''وَلَا تُؤْمِنُوا حَتّٰى تَحَابُّوا'' اگر آپس کا جوڑ نہیں تو تمہارے ایمان کا اعتبار نہیں۔

(۱) شعب الایمان: ج ۱۱ ص ۱۸۱

دوسرے موقع پر فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهٖ وَيَدِهٖ(۱)

''مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ ہیں۔''

ایک دفعہ فرمایا:

لَا إِيْمَانَ لِمَنْ لَّا أَمَانَةَ لَهٗ(۲)

''اس کے ایمان کا اعتبار نہیں جو امانتدار نہ ہو۔''

یہ سب ارشاد اسی جوڑ کے لئے ہیں جو حدیث میں کہا گیا ہے کہ اگر لوگ اس کے ہاتھ و زبان سے محفوظ نہیں تو وہ مسلمان نہیں ہے۔

عیوب بینی سے آپس کا جوڑ پیدا نہیں ہوتا۔ آپس کا جوڑ یہ ہے کہ زبان اس کے خلاف نہیں بول سکتی ہے۔ نہ کسی پر بہتان، نہ کسی کی غیبت، نہ کسی کو گالی، نہ کسی کو سخت وسست کہا جا سکتا ہے، بلکہ یہاں تک ہوتا ہے جس سے محبت ہوتی ہے اس کا عیب نظر نہیں آتا ہے، بلکہ اس کے عیب کو ہنر بنا کر پیش کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ غیبت کرنا مردار بھائی کا گوشت کھانا ہے۔ جس میں ہم سب مبتلا ہیں۔

وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾(۳)

غیبت کرتا ہے اور مردار بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ بھائی کی

(۱) صحیح بخاری: ج۱ص۱۱

(۲) مسند احمد: ج۱۰ص۳۱۰

(۳) الحجرات: ۱۲

بوٹیاں کھا تا رہے اور جوڑ ہو جائے ۔حضور ﷺ کے سامنے ازواج مطہرات میں سے ایک نے اپنی سوکن کے بارے میں کہا ان کا قد چھوٹا ہے۔ وہ اس وقت موجود نہ تھی ۔ان کی کمی کا ذکر کیا جو فی الواقع اس میں موجود ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا اتنی سخت بات تو نے کہی کہ اگر دریا میں ڈال دیا جائے تو کڑوا ہو جائے۔

حجۃ الوداع کا خطبہ اسی جوڑ کے لئے ہے۔کہ کسی کی عزت جان و مال کو نقصان کوئی نہ پہنچائے۔آنکھ سے تکلیف نہ پہنچائے۔کسی کو حقارت کی نظر سے دیکھنا اس سے آدمی اللہ کے یہاں حقیر ہو جاتا ہے۔حقارت کی نگاہ سے دیکھنا بھی حرام ہے۔زبان سے بولنا جس سے کسی کی عزت اور جان و مال کا نقصان ہو حرام ہے۔کان کا وہ سننا جس سے کسی کی عزت اور جان و مال کا نقصان ہو حرام ہے۔غیبت کا سننا ہی حرام ہے۔تم نے سنا ہی ہے کیوں؟ سننے کی وجہ سے پکڑا جائے گا۔ جہاں غیبت ہو وہاں سے اٹھ جاؤ کان میں انگلی دے دو۔

شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اور غیبت سے اجتناب

ہمارے عبدالعزیز صاحب کراچی میں بیٹھے تھے میں بھی باہر سے آیا تھا تو ان سے ملنے گیا اور ان کی مجلس میں بیٹھ گیا ایک تاجر آیا اس نے مصافحہ کیا۔شاہ صاحب نے اسے بٹھایا۔اس نے کسی کی غیبت کی ابھی دو جملے ہوئے تھے کہ شاہ صاحب نے کہا آپ کے محلہ میں لڈو کا کیا بھاؤ ہے؟ اسے بہت ہی برا محسوس ہوا مقدر سے اسی وقت جماعت کھڑی ہو گئی۔جا کر نماز میں شریک ہو گئے۔

اس کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ شاہ صاحب نے ایسی بات کہی ۔میں نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا واقعہ سنایا۔کسی کی عزت جان و مال کا نقصان ایسا حرام ہے

جیسے آج کا دن حجۃ الوداع میں عرفات کا دن احرام کی حالت میں جوں بھی نہیں ماری جاتی (جوں مارنا بھی حرام) تو پھر بوٹیاں نوچنا، جان و مال وعزت کا نقصان پہنچانا کیسے جائز ہوگا۔آخری حج میں امت کو یہ وصیت کی جارہی ہے۔

آپس کے جوڑ کا علاج

آپس کے جوڑ کا یہ علاج ہے کہ اپنے کو پابند کردیا جائے جیسے نماز میں پابند کیا جاتا ہے۔آدمی کی زندگی بقدر نماز ہوتی ہے۔اگر نماز درست ہے تو زندگی درست ہے اگر نماز درست نہیں تو زندگی درست نہیں۔زندگی درست کرنے کا سامان نماز ہے۔کہ سر سے پاؤں تک اعضاء نماز میں استعمال کئے جاتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق اگر اس کی زندگی آجائے تو زندگی درست ہوجائے گی۔

برے اعمال سے زندگی ٹوٹ جاتی ہے

آج جب تو مسجد سے نکل کر گھر آتا ہے تو جو نماز میں مشق کی تھی وہ بھول جاتا ہے کہ اب کوئی پابندی نہیں، گھر میں نہ بازار میں، نہ دفتر میں اور آزاد ہوجاتا ہے، جیسے نماز میں ابا جان کے سلام کا جواب دینے یا کوئی اور بات کہنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ایسے بازار وغیرہ میں خلاف شرع بات کرتا ہے، جھوٹ وغیرہ تو آدمی کی زندگی ٹوٹ جاتی ہے۔یہ بہت خطرناک چیز ہے۔بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کہ غیر آپ کی تہجد، بخاری اور قرآن کی تعلیم دیکھنے نہیں آئیں گے۔وہ تو بازار میں تجارت میں، زراعت میں، صنعت میں تمہارے معاملات دیکھیں گے۔اگر معالات درست ہیں تو اسلام کے قریب ہوں گے اور اسلام کے اندر گھس جائیں گے۔ورنہ قریب نہیں آئیں گے۔

ایک انگریز کا مسلمان کے بارے میں تبصرہ

ہمارے ایک ساتھی کلکتہ میں چمڑے کے تاجر تھے تقسیم ہندو پاک سے پہلے کی بات ہے۔ کہا کہ ایک انگریز تاجر سے میں نے اسلامی اخلاق وعدل کا ذکر کیا۔ پندرہ بیس منٹ اس انگریز سے بات کی اور اس نے بھی مجھ سے پندرہ بیس منٹ اسلام کی عمدہ عمدہ باتیں کیں مجھے خوشی ہوئی میں نے کہا کہ تو اسلام کے اندر کیوں نہیں آتا۔ تو اس نے کہا اسلام تمہارے اندر ہے کہاں؟ میں نے تو قرآن مجید، بخاری شریف اور ہدایہ وغیرہ سبقاً پڑھا ہے، عالم رکھ کر پڑھا ہے، کوئی گھر مسلمانوں کا دکھا دو، جو قرآن و بخاری کی زندگی اس میں موجود ہو، جو ہدایہ میں ہے اسکے مطابق زندگی ہو، اس کے گھر کی زندگی ہو تا کہ میں اسکے گھر کے قریب جھونپڑی ڈال کر رہوں۔

اس لئے تو اللہ نے فرمایا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً (۱)

اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

اسلام میں آنے والا راستہ ہم نے روک رکھا ہے۔ آج اللہ کی مخلوق جن راہوں پر چل رہی ہے ان پر چلنے سے بہت پریشان ہے۔ سڑکوں پر پل بنتے ہیں جب پل بنانے کا وقت آتا ہے تو نیچے ایک عارضی راستہ ڈال دیتے ہیں، اس راستہ میں سب کو پریشانی ہوتی ہے، کیچڑ پانی اور اکسیڈینٹ اس میں ہوتے ہیں اور جس وقت پل بن جاتا ہے تو عارضی راستہ پر نہیں کوئی چلتا۔ اسلام کے راستہ کی ٹھیکیدار امت مسلمہ ہے اور امت مسلمہ راستہ بناتی نہیں اس لئے سب پریشان ہیں اگر راستہ چالو کر دے تو سارے لوگ اس راستہ پر آ جائیں۔

---

(۱) البقرة:۲۰۸

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝۱ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝۲ (۱)

ظلم، فسق و فجور، ڈکیتی، قتل کے راستے اور جرائم کے راستے یہ سب پریشانی کے ہیں اور زبان سے کہہ رہے ہیں مجھے کسی راستہ پر ڈال دو اس لئے اسلام کے اندر پورے پورے داخل ہو جاؤ۔ جو مسلمان پورا اسلام کے اندر داخل نہیں ہوتا وہ دو جرم کرتا ہے (۱) خود نہ داخل ہونا اور (۲) دوسروں کے نہ داخل ہونے کا ذریعہ بننا۔

معاصی کے ساتھ جوڑ نہیں ہوتا

نماز کی طرح گھر و بازار اور دفتر میں پابندی رکھنے کی چیز ہے۔ جیسے نماز میں کچھ اور سوچنا غلط و جرم ہے اسی طرح وہ سوچنا جو انسانوں کے خلاف جاتا ہو اور وہ بولنا، لکھنا، ناپنا، بیچنا، بیٹھنا اور کھڑا ہونا ناجائز ہے۔ جس سے کسی کی عزت جان و مال کا نقصان پہنچے غلط کام ہوتے رہیں اور جوڑ ہو جائے۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آدمی سنبھلا ہوا نہیں ہے اس لئے جوڑ نہیں ہے۔

الف باء کے اعتبار سے پہلا سبق ایمان کا ہے۔ اس ایمان کی بات کر رہا ہوں جو مکہ مدینہ میں موجود تھا۔ جو ایمان ہے وہ بھی غنیمت ہے۔ مگر اسلام پر رہنے کے لئے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلنے کے لئے بندہ تیار نہیں ہے۔ جو ہسپتال میں ہیں، صرف نبض چل رہی ہے زندہ ہے، مگر اس کی زندگی پر کوئی راضی نہیں، نہ بیوی نہ بچے۔ زندگی وہ ہے جس سے دین کے تقاضے پورے ہوں۔

ایمان دل میں چمکتا ہے اور اعضاء سے ظاہر ہوتا ہے۔ کسی کو کافر نہ کہا جائے۔

---

(۱) النصر: ۱۔۲

بلکہ محنت کی جائے کہ یہ ایمان اصلی ایمان بن جائے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ط قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (۱)

''کچھ لوگوں نے کہا ہم ایمان لائے اللہ نے کہا ابھی تم اسلام میں داخل ہوئے ہوا بھی مومن نہیں ہوئے ہو۔''

کہ تم نے ابھی صرف جان لیا ہے ایمان سیکھو گے اور جب ایمان اندر داخل ہو جائے گا تب ایمان لانا ہوگا۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۲)

''جب تک ایمان دلوں میں داخل نہ ہو جائے ایمان والے نہیں ہوئے۔''

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ یہ الفاظ ہیں اس کے ادا کرنے کا محل زبان ہے۔ ٹھہرنے کی جگہ دل ہے۔ یہاں سے محفوظ رکھنے کی جگہ دماغ ہے۔ یعنی مفہوم سمجھنے کی جگہ دماغ ہے۔ کلمہ کے الفاظ کو کانوں سے سن لیا اب اس کی حقیقت جو سمجھنی ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں نفع ونقصان ہے یہ دل کا یقین بن جائے ایمان کامل ہو جائے گا دل میں پہنچنے میں دیر لگتی ہے۔ بلکہ اس میں سالہا سال لگتے ہیں۔

ایمان کی خاطر ضروریات قربان کریں

پوری محنت کی جائے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کمانا چھوڑ دیا۔ اس کیلئے اپنی ضروریات چھوڑ دی تھیں۔ کیا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ میں دکان نہیں چلا سکتے تھے؟ نہیں بلکہ ان کے پاس کمانے کا وقت نہیں تھا یہ حال تھا کہ روزہ رکھ کر گزارہ کر لیں گے۔

---

(۱) الحجرات: ۱۴

۲ ایضاً

مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی طرح ٹاٹ پہن کر گزارہ کرلیں گے۔اس طرح ایمان دلوں میں پہنچ جاتا ہے۔توسوچ،نگاہ،بولنا اور ساری نقل وحرکت ایمان والی بن جاتی ہے۔کسی غلط جگہ آنکھ کے بند کرنے یا نیچا کرنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کے سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔کہ یہ عمل میری وجہ سے کیا۔جہاد کے گھوڑوں کی لید بھی محشر کے میدان میں تولی جائے گی اور قربانی کے جانور کی لید بھی تولی جائے گی۔

انسان اعمال کی مشین ہے

کسی مشین سے بھی اتنے اعمال نہیں نکلتے جتنے انسان سے نکلتے ہیں۔اللہ کی سنت یہ ہے۔جو کتابوں میں ہے اس کوتو کر،تو جو کہے گا میں کروں گا۔

لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ (١)

''اے رب!زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑ''

تو کہے گا تو اللہ سب صاف کردے گا۔تو جب کہے گا

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ (٢)

''اے رب توان کے مالوں کو برباد کردے۔''تو اللہ برباد کردے گا۔

ایمان اوراعمال کی محنت جیسے اپنے لئے ویسے ہی دوسروں کیلئے۔پورے اسلام کا وجود کب ہوگا؟ جب اندر ایمان ہوگا اور اسلام اعضاء میں ہوگا۔ایمان ہے اندر کی حرکت باہر کی جانب اور اسلام باہر کی حرکت اندر کی جانب۔ایمان کے مطابق،قرآن کے مطابق اوراعمال صالحہ جیسے اپنے لئے فرض ہیں ایسے ہی دوسروں

---

(١) نوح:٢٦

(٢) یونس:٨٨

کے لئے بھی فرض ہیں۔ یہ دونوں سب کے لئے بنانا فرض ہے۔ جیسے ایمان واعمال اپنے اندر ہیں۔ ایسے تمام انسانوں، مردوں، عورتوں اور بچوں میں بھی ہوں۔ یہ ہر ایک کے ذمہ ہے۔ جیسے اپنی ذات کی اعتبار سے ذمہ دار ہے ایسے دوسروں کا بھی ذمہ دار ہے۔ سب انسانوں کا ذمہ دار ہے۔

دین پر چلنا و چلانا یہ دو کام ہیں۔ جیسے پرزے الگ بنتے ہیں پھر ایک جگہ جڑتے ہیں۔ پہلے چلنا سیکھنا ہے پھر چلانا سیکھنا ہے۔ جو حصہ اندر بنتا ہے وہی باقی رہنے والا ہوتا ہے۔ ایمان، اخلاق اور اخلاص جو باہر بنتا ہے ان کو اعمال کہتے ہیں۔ یہ سب اندر گھر والوں کے اندر، اپنے علاقہ والوں کے اندر، ملک والوں کے اندر، یہ سب بنیں۔ یہ ذریعہ بنے گا لاکھوں کے چلنے کا۔ پورے براعظم کا ذریعہ صرف ایک آدمی بن جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَلدَّالُّ عَلَی الْخَیْرِ کَفَاعِلِہٖ(۱)

خیر پر چلنے والوں کو جتنا ثواب ملتا ہے اتنا اس بتانے والے کے اعمال نامہ میں سب کے برابر ملتا ہے۔

ایمانیات واعمال جتنے امت کے ہوں گے اتنے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ملیں گے۔ اسی طرح ایک آدمی جائے گا دنیا سے اس کے ساتھ کروڑوں کے اعمال ساتھ جائیں گے۔ یہ بڑا ہی شاندار راستہ ہے۔

ہماری ذمہ داری

ایک ذمہ داری یہ ہے کہ پورا دین ہمارے اندر موجود ہو اور محنت والا دین بھی

(۱) المعجم الاوسط: ج ۳، ۳۴

ہمارے اندر موجود ہو اور دین والا دین بھی ہمارے اندر موجود ہو اور کام کرنے والوں کا دین بھی ہمارے اندر موجود ہو۔

دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ دوسروں کے اندر بھی دین موجود ہو۔ جس میں آپس کے جوڑ ہیں۔

اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ یَنۡصُرۡكُمۡ وَیُثَبِّتۡ اَقۡدَامَكُمۡ ۝ (۱)

اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور دشمن کے مقابلہ میں قدم جمادے گا۔

جان و مال لگا کر اپنی زندگی دین کے مطابق ہو اور دوسروں کی زندگی بھی دین کے مطابق ہو۔ اس میں آپس کا جوڑ بھی ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

بقول حضرت جیؒ کے کہ اگر ذاتی اعمال اور جتنے بھی اعمال ہیں سارے کے سارے آسمانوں پر پہنچ جائیں، مگر آپس کے جوڑ نہیں ہیں تو اللہ کی مدد نہیں ہے۔ یہ جوڑ اللہ کو بہت پسند ہے۔

ایک مجلس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی آرہا ہے، وہ جنتی ہے۔ وہ آ گیا سب نے دیکھ لیا۔ جب وہ مجلس سے اٹھا تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ ہو لئے کہا میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ تین دن تک ان کے ساتھ رہے۔ کوئی خاص عمل نہیں دیکھا تو پوچھا وہ خاص عمل کیا ہے بتاؤ؟ کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ لو وہ عمل کیا ہے جنتی ہونے کا؟ پھر کہا کہ ایک عمل ہے جو مجھے پسند ہے۔ کہ میرے دل میں کسی

---

(۱) محمد: ۷

کے لئے کوئی تکدر (میل) نہیں، میرا دل کسی کے لئے میلا نہیں بالکل صاف ہے۔ یہ سب سے بڑا سامان ہے۔ دل کا صاف ہونا۔ سب سے پہلا کام ہے دلوں کو صاف کرنا اور اپنے ساتھیوں کے دل صاف کرنا یہ بھی ہمارے ذمہ ہے۔ جب اپنا دل صاف ہوگا تو دوسروں کے بھی دل صاف ہوں گے۔ کسی کے خلاف کوئی بات نقصان کی نہ ہو۔ اخلاق اسی کا نام ہے۔ کہ جان و مال سے دوسروں کو نفع پہنچاؤ۔

کسی کی خدمت کرنا غرض کے لئے نہ ہو۔ خدمت کروا پنے اخلاق سے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ افضل ترین خلائق ہیں اور عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر رضی اللہ عنہ نبی ہوتے، اگر نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا۔

انہی کی بے نفسی اور خدمت یہاں تک ہے کہ مدینہ میں ایک بڑھیا نابینا لاوارث ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اسکی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب صدیق رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو بڑھیا نے کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا لوگوں کو غصہ آیا کہ یہ کیا کہہ رہی ہو کچھ دیر کے بعد خبر آئی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے بڑھیا سے پوچھا تم کو کیسے خبر ملی۔ تو کہا کہ آج نہ گھڑے میں پانی تھا نہ گھر صاف تھا نہ بیت الخلاء صاف تھا۔ جب سے ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے ہیں یہ کام روزانہ وہ کرتے تھے۔ کسی کی خدمت کرنا غرض کے لئے نہ ہو۔ خدمت واخلاق وہ ہیں جو محض رضائے الٰہی کے لئے ہوں۔ اللہ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند کبر ہے۔ رائی کے دانہ کے برابر کبر ہوگا تو جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ پائے گا۔ خدمت سے آپس میں جوڑ ہوگا اس اخلاق وخدمت سے ساری انسانیت کی مشکلات دور ہوں گی۔ چرندے درندے کی بھی مشکلات دور ہوں گی۔ جو ہماری وجہ سے وہ مشکلات میں مبتلا ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اگر جانور نہ ہوتے تو ایک قطرہ پانی نہ برسے۔ اللہ

کا احسان ہے کہ بات چلی ہے اور آگے بڑھ رہی ہے۔ایک دن مجھ سے لاہور میں ایک حاجی صاحب نے کہا کہ تم ہندوستان جا رہے ہو اپنے حضرت جیؒ سے کہنا کہ جو ہو رہا ہے جتنا ہو رہا ہے ہم اس کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔

حضرت جیؒ سے کہو کہ شکر کے ذریعہ سے اس کام کو بڑھائیں شکر و استغفار دونوں کرنا چاہئے۔مغرور نہ ہونا چاہئے۔نماز کے بعد استغفر اللہ تین بار کہو یہ سنت ہے۔کہ نماز جیسی پڑھنی چاہیے ویسے نہیں پڑھی نماز اخلاق خدمت و دعوت کے درجات ہیں۔

صف اوّل تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں۔ان کو دیکھ کر چلنا ہے اور ان سے قریب ہونے کی کوشش کرنی ہے۔جو جتنا زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب ہوگا اتنا ہی اللہ سے قریب ہوگا۔اور اُدھر ہی سے چلتے رہنا ہے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے چلتے رہنا ہے)۔

مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کی جماعت

مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ علماء اور اکابرین کے جماعت کے ساتھ ایک جگہ گئے۔بارش ہوئی بیل گاڑیوں میں گئے تھے۔بہت تکلیف سے اجتماع کی جگہ عشاء تک پہنچے وضو نماز کے بعد اپنی جماعت کی طرف منہ کر کے بیٹھے اور فرمایا آج آپ حضرات اتنے تھکے ہوئے ہیں کہ زندگی میں کبھی نہ تھکے ہوں گے۔پھر فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم روزانہ اس سے زیادہ تھکتے تھے۔مولانا منظور صاحب نعمانی نے مجھ سے کہا یہ سن کر ہم سب کی تھکان دور ہوگئی۔

آخری بات یہ عرض کر دوں کہ محنت کرنی ہے ایسی محنت جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت سے میل کھا جائے۔دوسرا گھر کے اعتبار سے جو زندگی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، اس کا

حال اماں جان کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے وقت گھر میں تیل نہ تھا چراغ جلانے کے لیے ایک پڑوسن کے گھر سے تیل مانگ کر لائی۔ یہ معاشرت ہے۔ اپنے گھر کی فکر معاشرت کو سنوارنا ہے۔ ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔

كُلُّ مَوْلُودٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ (۱)

ماں باپ یہودی بنائیں نصرانی بنائیں یا مجوسی بنائیں۔ اس لئے گھر کی فکر کرنی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ گھروں میں یہودیت ونصرانیت ہم پال رہے ہوں اور باہر خوب پھر رہے ہوں دین کی محنت خوب کر رہے ہوں اور اپنے گھروں سے بےفکر ہو جائیں ایسا نہ ہو۔

دنیا میں سب سے عزت والی بستی مدینہ تھی۔ ایک بھی پکا مکان نہ تھا۔ سب چھپر کے تھے یہ دنیا میں سب سے عزت والی طاقت والی بستی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت کو پسند کرو۔ اس کا تذکرہ کرو۔ یہ دین کا اہم ترین حصہ ہے۔ جس امت کے ہاتھ سے اس کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت نکل جاتی ہے۔ اس کے ہاتھ سے خدا کا دین نکل جاتا ہے اور اس معاشرت کے بغیر دین نہیں آتا ہے۔ اس معاشرت کو ادھر لے جائے بغیر چارہ نہیں قطعاً چارہ نہیں۔ انسانیت کو معاشرت کے بغیر قطعاً چارہ نہیں۔ جب امت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت پسند نہ ہو تو اسے اسلام سے کیا واسطہ باقی رہ جاتا ہے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت سے گھر خالی ہے۔ میرے نزدیک آج کی معاشرت کی حدیں کفر تک مل جاتی ہیں۔

حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ جس وقت محبوب کی محبت ڈالیں گے۔ تو محبوب کی ہر

---

(۱) صحیح بخاری: ج ۲، ص ۱۰۰

ادا پسند ہوگی۔شہر بستیوں میں جاؤ جو اپنے پاس دین ہے ان کو دے کر آؤ اور جو سادگی ان لوگوں کے پاس ہے اس کو لیکر شہر میں آؤ۔ سیدھی سادی ان کی معاشرت ہے۔اس کو لے کر آؤ۔اس کو سیکھ کر آیا کرو کیونکہ ان کے مکانات سیدھے سادے اور رہن سہن یعنی ان سے سیدھی سادی زندگی لے کر آؤ۔

قاعدہ کی بات یہ ہے۔کہ کام میں وقت کم کرو اور اس کام میں زیادہ وقت لگاؤ۔جب ایمان و اعمال میں وقت زیادہ لگے گا اور مال کمانے پر کم لگے گا تو ایمان و اعمال آئیں گے۔اصل کے طور پر وقت ایمان و اعمال و اخلاق کے لئے اللہ نے پیدا فرمایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ (۱)

تم لوگوں کو نفع پہنچانے کے لئے بھیجے گئے ہو۔نفع پہنچانے کی عظیم سطح ہے اور دوسروں کو چھوٹے نفع پہنچانے کی شکلوں پر اللہ تم کو استعمال کرے گا۔سب سے بڑا نفع پہنچانے کا ذریعہ بن جاؤ گے۔تو وہ سب کچھ اللہ تم کو دیدیں گے جو صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے زمانہ میں دیا۔

آدمی نوٹ بنانے کی مشین ہے، ڈالر ریال پونڈ بنانے کی مشین ہے جو کچھ بنایا ہے، اس سے زیادہ بنانے کی کوشش ہے، کہ جتنا اندر جائے وہ اندر آجائے ورنہ باہر پہن لیا جائے پھر سواری پھر مکان پر لگا یا جائے۔یہ کھیل ہے قرآن نے اس کو کھیل کہا ہے۔لہو و لعب کا راستہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس راستہ سے نکال کر لوگوں کو

---

(۱) ال عمران:۱۱۰

ایمانیات اخلاق اعمال اور عقائد پر چلایا یہ چاروں اپنے اندر ڈالتا رہے اور لوگوں کے اندر ڈالنا ہے خود بھی اس پر چلنا ہے۔ اور دوسروں کو بھی چلانا ہے۔ جو چیزیں آدمی کے اندر بنتی ہیں وہ ساتھ رہیں گی اور جو باہر کی بنی ہوئی ہیں وہ ساتھ نہ دیں گی۔

اس بنا پر یہ چار سامان ایسے ہیں جو موت، حشر، قبر پل صراط پر ساتھ ہوں گے۔ حدیث میں ہے۔ کہ ایک آدمی پل صراط سے گذرے گا تو ایک اس کو سنبھالے گا وہ پوچھے گا تو کون ہے وہ کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: جنت چٹیل میدان ہے **سبحان الله الحمد لله لا اله الا الله الله اکبر** وغیرہ اسکے درخت ہیں۔ ایمان و عمل اخلاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے پر ہوں تو وہ ساتھ ہوں گے جنت کے اندر جنت عمل سے بنتی ہے۔ اگر وہیں کے لئے کر رہا ہے۔ تو بہت کچھ کر رہا ہے۔ اور اگر ان تین کے خلاف کرے گا تو جنت میں نہیں کچھ بنے گا۔

تین آدمی سے جہنم بھڑکائی جائے گی۔ شہید، علم والا اور سخی: اللہ ان سے کہے گا میرے پاس تیرا کوئی عمل نہیں ہے جو عمل خواہشات کے لئے کیا جاتا ہے وہ دنیا میں فانی ہوجاتا ہے۔ ریاکاری کے بنا پر یہ تینوں جہنم میں جائیں گے۔ یہ بہت خطرناک ہے۔ انسان آخر تک یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے لئے کر رہا ہے حالانکہ اللہ کے لئے نہیں کر رہا ہے یہ کچھ نہیں کر رہا ہے بلکہ سب سے پہلے جہنم میں جانے کا سامان کر رہا ہے یہ جان و مال اور علم والے یہ تین طبقے تھے۔ اگر اللہ کیلئے کام کرتے تو دنیا میں ان سے دین پھیلتا۔ ان کی ریاکاری کی وجہ سے دین نہیں پھیلا اس لئے اس جرم میں سب سے پہلے جہنم میں جائیں گے۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک محدث فقیہ آئے۔ پوچھا گیا اتنے بڑے

محدث یہاں کیسے آئے؟ کہا اخلاص سیکھنے کے لئے کہا کب سے سیکھ رہے ہیں کہا دس سال سے کہا اخلاص ابھی تک نہیں آیا کہا نہیں۔ان ایمان واعمال اور دعوت و اخلاص کو سیکھنا ہے۔ یہ چیزیں نہ پڑھنے سے آتی ہیں نہ سننے سے بلکہ کرنے سے آتی ہیں۔ڈاکٹر بننا ہے تو سالہا سال ڈاکٹروں کے درمیان سکھانے والوں کے درمیان رہنا پڑتا ہے۔

اس بنا پر ایمان دار بننا سیکھنا ہے۔اور دعوت کو سیکھنا ہے۔اخلاص وعمل علم اور ذکر سیکھنا ہے۔تو سکھانے والوں کے درمیان رہا جائے ان سے سنا جائے۔اس کے الفاظ تو ہاتھ میں آسکتے ہیں۔لیکن حقیقت نہیں آتی فوق کل ذی علم علیم (ہر علم والے کے اوپر اس سے زیادہ جاننے والا ہوتا ہے) اپنے پرانوں کے درمیان میں رہو۔ چار ماہ ڈیڑھ سال سند نہیں ہے۔

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ۝۹۹ (۱)

موت تک اپنے رب کی عبادت کریں،اللہ حسن خاتمہ کی صورت پیدا فرمائے۔

دعوت کی محنت کی بنیادی بات

اس محنت کی بنیادی بات یہ ہے۔کہ اپنے بڑوں کے درمیان اپنے آپ کو بچہ سمجھ کر رہو۔اپنے کو بچہ بھی سیکھنے کی نیت سے اصلاح کی نیت سے سنو سناؤ۔سنو اور کہو تو اخلاص کی نیت سے اور جب یہاں آؤ تو سیکھنے کی نیت سے آؤ۔اصلاح کرنے کی نیت سے نہیں۔بقول حضرت جیؒ کے کہ دوسروں کی اصلاح کی نیت سے نکلو گے تو لوگوں کو بھی اور خود کو بھی خراب کروگے۔اور اپنی اصلاح کی نیت سے نکلو گے تو تمہاری اور دوسرے لوگوں کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔

---

(۱) الحجر:۹۹

طلبہ کی اصلاح کی فکر

مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور آئے اور کہا جو کچھ کر رہے ہیں (یعنی جو مدرسہ پڑھا رہے ہیں) ہم اس پر مطمئن نہیں ہیں۔ حالانکہ مدرسہ ہے کتابیں پڑھا رہے ہیں چند چیزیں طے ہوئی تھیں۔ جب حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علماء کراچی تشریف لائے تھے کراچی میں جب اکٹھے ہوئے تھے تو کسی نے کہا اصلاح کیلئے مدرسوں میں طلبہ کو ترغیب دیں کہ جماعت میں جائیں شعبان میں مفتی صاحب آئے ہیں ان سے ترغیب دلا دیں اس کے علاوہ اصلاح کی کوئی اور صورت نہیں۔ مجھ سے کہا کہ مدرسوں میں ترغیب دیدو میں نے کہا ایسا کرلوں گا۔

میں نے کہا جماعت میں جانے سے اصلاح نظر آتی ہے۔ بہرحال اصلاح ہوتی ہے، کیوں ہوتی ہے، کیا وجہ ہے؟ اس لئے کہ جماعت میں اصلاح کے لئے جاتے ہیں اور جو مدرسہ بنایا ہے وہ اصلاح کی نیت سے نہیں بنایا ہے۔ تعلیم کی نیت سے تعلیم حاصل کرنے کیلئے بنایا ہے۔ طلبہ مدرسہ میں اصلاح کی نیت سے نہیں تعلیم کی نیت سے جاتے ہیں۔ مدرسہ کو اصلاح کی نیت سے نہیں تعلیم کی نیت سے بنایا ہے اور اس میں جو مدرس رکھتے ہیں وہ اصلاح کی نیت سے نہیں تعلیم کی نیت سے طلبہ کو پڑھانے کی نیت سے رکھے ہیں اور جن والدین نے بچوں کو بھیجا ہے۔ اصلاح کے لئے نہیں تعلیم کے لئے بھیجا ہے۔ بچے مدرسہ میں تعلیم کی نیت سے آتے ہیں تو جب اصلاح کی نیت نہیں تو اصلاح کیسے ہوگی۔

رائیونڈ مدرسہ میں (جو پاکستان کا مرکز ہے) جو بچے آتے ہیں وہ اصلاح کے لئے آتے (کہ وہاں دعوت جماعت کا کام ہوتا ہے) اس مدرسہ و مرکز میں پڑھنے والے پڑھانے والے۔آنے والے اور جو لوگ بھی وہاں بیٹھے ہوئے ہیں وہ سب اپنی اصلاح کی نیت سے ہیں اپنی اصلاح کے لئے ہیں۔سب کی نیت اصلاح کی ہوتی ہے۔تو اللہ جل شانہٗ غیب سے اصلاح کی صورتیں پیدا فرما دیتے ہیں۔

میں نے پچھلے سال دس ملکوں کا سفر کیا۔اور امسال گیارہ ملکوں کا سفر کیا ہر ایک سفر میں پرانوں سے بات کی۔ایک ایک سے میں نے پوچھا تم یہاں کس لئے آئے ہو؟ اس نے کہا دو کام کیلئے (۱) مسجد والا کام سیکھنے اور (۲) اخلاص سیکھنے کے لئے آیا ہوں۔جتنی چیزوں کی اصلاح کی نیت سے آؤ گے اللہ سب درست کر دیں گے۔خود بننے کے لئے کرو۔اللہ سے امیدیں باندھو۔دعائیں بھی کرتے رہو۔حدیث میں ہے ہر کچے پکے مکان میں اسلام داخل ہو کر رہے گا۔کوئی کچا پکا مکان باقی نہ رہے گا۔کہ اس میں اسلام داخل نہ ہو۔اس کی صورتیں پیدا ہو گئی ہیں۔

دنیا کے اندر رحمت کے دروازے کھلے ہیں۔یہاں (مرکز دہلی) میں سیکھنا ہے گھر جا کر سکھانا ہے۔جتنا یہاں سے لینا ضروری ہے اتنا وہاں دینا ضروری ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے ہوائی جہاز بن جائیں ہوائی جہاز زمین پر رہنا نہیں چاہتا اترا اور اڑا۔فضا کھلی ہے۔جتنی تیز پرواز کرو گے اس سے دعوت کی فضا میں بلند ہو جاؤ گے۔ہوائی جہاز کی رفتار سے جب چلو گے تو امت میں دین پھیل جائے گا ٹھہر جاؤ گے تو زنگ لگ جائے گا۔حرکت میں ہمیشہ رہو۔یہ جو صورت معروف بن گئی ہے کہ

یہ سب صحیح نہیں ہے موضوع صحیح نہیں ہے کہ یعنی صرف مقام پر محنت کرنے کی صورت۔

یمن میں کسی نے ایک سے پوچھا تھا کہ تمہارے یہاں یہ نکلنا کیسے معروف ہے؟ کہا ہمارے یہاں گھر پر مرنے کی چیزیں بچے عورتیں اور جانور ہیں۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے چھ بچے تھے ہر ایک کسی دوسرے ملک میں فوت ہوا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعداد دو لاکھ تھی۔ اس سے زیادہ کی بھی روایت ملتی ہے۔ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کی قبریں عرب میں ہیں۔ باقی سب کہاں گئے۔ جو جتنا زیادہ گھر سے دور مرتا ہے اتنا ہی بڑا محل جنت میں بنتا ہے۔

افرادسازی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ(۱)

لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ كِبْرٍ، وَلَا يَدْخُلُ النَّارَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ (۲)

قابل احترم بزرگو، بھائیو، عزیزو! دنیا میں جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے اور جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ یہ سارا اس وقت ہو رہا تھا جب سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تعلیم بھی حاصل کی جا رہی تھی زراعت بھی ہو رہی تھی۔ صنعت بھی ہو رہی تھی یہ سب کچھ دنیا میں ہو رہا تھا۔

صرف افراد سازی کا کام نہیں ہو رہا تھا۔ اس وقت جو کچھ ہو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سے کسی چیز میں ہاتھ نہیں لگایا۔ نہ زراعت میں ہاتھ لگایا نہ صنعت میں نہ تعلیم میں۔ اور اگر اس میں سے کسی چیز میں ہاتھ لگایا تو نبوت سے پہلے لگایا (بعد میں نہیں) تیرہ سال مکہ آدمی سازی کا کام ہو رہا تھا۔ آدمی بنائے جا رہے تھے۔ اس بنا پر اس کائنات میں انسان کو اللہ نے وہ حیثیت دی ہے۔ جیسے بدن میں دل کی حیثیت ہے۔ دل ٹھیک ہے تو سارا بدن ٹھیک ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا

---

۱ آل عمران:۱۱۰

۲ سنن ابی ماجہ:۵۹

فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ (۱)

''انسان کے جسم میں ایک گوشت کا لوتھڑا ہے جب وہ ٹھیک ہوجاتا ہے تو پورا بدن ٹھیک ہوجاتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوجاتا ہے تو سارا بدن خراب ہوجاتا ہے اور یادرکھ کہ وہ دل ہے۔''

دل صحیح نہیں تو دماغ صحیح نہیں۔ تو دماغ صحیح نہیں سوچ سکتا ہاتھ صحیح نہیں پکڑتا اور صحیح نہیں لکھتا۔ زبان صحیح نہیں بولتی۔ ہاتھ صحیح نہیں اٹھا سکتے قدم صحیح نہیں چلتے۔ ہاتھ صحیح نہیں ناپتے۔ شرمگاہ صحیح نہیں استعمال ہوتی اس بنا پر۔

نبی آ کر سب سے پہلے انسان کے دل پر محنت کرتا ہے۔ توحید کے لئے

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

ایمان یہ اندر کا معاملہ ہے اور دل کا ٹھیک کرنا سب سے زیادہ نازک اور مشکل کام ہے کائنات میں کسی چیز میں زیادہ محنت کرنے کا کام نہیں جتنا آدمی پر محنت کرنے میں ہے۔ اس لئے کہ یہ آدمی ظاہر میں چھوٹا ہے اور شاید لوگوں نے یہ بھی سمجھ رکھا ہے کہ آدمی کی زندگی کائنات کے وجود پر موقوف ہے ایسا نہیں ہے بلکہ کائنات کا وجود آدمی پر موقوف ہے۔ اگر آدمی صحیح چل رہا ہے تو کائنات بھی صحیح چل رہی ہے۔ میں کوئی فلسفہ نہیں بیان کر رہا ہوں نہ شاعری کر رہا ہوں۔ قرآن کہہ رہا ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (۲)

۱ صحیح بخاری: ۵۲

۲ الروم: ۴۱

''جو زمین و پانی میں جو فساد و عذاب آتا ہے وہ انسانوں کے برے اعمال کی وجہ سے آتا ہے۔''

آدمی کی نقل و حرکت ٹھیک نہیں۔ پانیوں کی نقل و حرکت ٹھیک نہیں۔ درندوں کی نقل و حرکت ٹھیک نہیں۔ زمین کی نقل و حرکت ٹھیک نہیں۔ جب آدمی کی نقل و حرکت صحیح نہیں تو ہوا اور پانی کی نقل و حرکت صحیح نہ ہوگی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اماں جان سے پوچھا گیا جواب میں جو فرمایا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن کر فرمایا کہ زلزلے کیوں آتے ہیں۔ تو کہا زنا کی کثرت سے اللہ زمین ہلاتے ہیں کہ اے زانی زنا سے رک جا اگر زمین پر رہنا ہے تو زنا مت کر۔ کس جگہ پر کیا ہوتا ہے بتا دیا گیا کہ کہ یوں کرو گے تو یوں ہوگا۔ جب ایسے اعمال (برے) ہوں گے تو ہواؤں میں طوفان آئے گا۔ پانی میں سیلاب آئے گا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (۱)

اس آیت کے معنی و تفسیر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھی گئی فرمایا جو اس کا ترجمہ ہے وہی مطلب ہے اس کا مطلب ظاہر ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ جب راستے چلتے ہوئے میرا پاؤں پھسل جاتا ہے۔ تو میں کھڑا ہو کر سوچتا ہوں۔ کہ کونسی غلطی مجھ سے ہوئی کہ پاؤں پھسلا ہے اگر آدمی ٹھیک ہے۔ اس کے اعمال ٹھیک ہیں تو ساری کائنات ٹھیک ہے۔ (ایک لاکھ چوبیس ہزار بلکہ

سورہ واقعہ کی آیت:

---

۱ الشوریٰ: ۳۰

ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝ (۱)

کی تفسیر میں دو لاکھ نبیوں کا ذکر آیا ہے۔(۲)

پیغمبر انسان کے سب سے بڑے ہمدرد ومحسن اپنی کل استعداد اپنی جان و مال اپنی اندرونی طاقت اور بیرونی قوت صرف آدمی پر خرچ کرتے ہیں کہ آدمی ٹھیک ہو جائے ۔صحیح بن جائے۔ چاہے آدم علیہ السلام ہوں چاہے نوح علیہ السلام ہوں چاہے ابراہیم علیہ السلام ہوں چاہے موسیٰ علیہ السلام ہوں چاہے عیسیٰ علیہ السلام ہوں چاہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں ۔نبوت کا کام شروع ہوا۔اور آخر میں موت کے وقت کمزوری کی وجہ سے آپ کی آواز نہیں نکل رہی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محسوس کیا آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں اپنا کان منہ کے قریب کیا تو آپ نے فرمایا:

الصَّلَاةَ، وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ (۳)

الصلوۃ سے اللہ کا پورا حق ادا کرو۔حقوق اللہ اور وماملکت ایمانکم سے حقوق العباد مراد ہے۔اور تمام انسانوں کے حقوق ادا کرو۔ یہ پورا دین ہے آخر میں پورے دین کی دعوت ہے۔

وہ کام سب کے ذمہ ہے جو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمہ تھا وہ سب کے ذمہ ہے۔ یہ تو پہلے نظام چلتا تھا۔کہ نبی آتے دعوت دیتے امت ہدایت پر چلتی رہی ۔نبی گیا دعوت گئی ہدایت گئی ۔پھر نبی آیا دعوت دی امت ہدایت پر چلتی رہی ۔پھر نبی گیا دعوت گئی ہدایت گئی ۔پھر نبی آیا دعوت دی امت ہدایت پر چلتی رہی ۔پھر نبی گیا

---

۱ الواقعۃ:۳۹۔۴۰

۲ معارف القرآن ج۸

۳ سنن ابن ماجہ:۲۶۹۸

دعوت گئی، سو ہدایت گئی ساتھ میں اسی طرح سلسلہ چلتا رہا۔ دعوت کو اللہ نے ہدایت کا سبب بنایا ہے۔ یہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے۔ اللہ نے نظام بدل دیا آئے ہیں وہ وہ دعوت کا کام کریں گے صرف کریں گے نہیں بلکہ پوری امت کو دعوت کا کام سمجھائیں گے اور سکھائیں گے اور اس امت کو دعوت کا کام کرنے والا بنائیں گے۔ نماز روزہ وحج زکوۃ سے پہلے یہ دعوت کا کام سکھائیں گے۔ اللہ نظام کو یوں بدلیں گے کہ یہ نبی آخری جائیں گے پہلے انبیاء علیہم السلام کی طرح لیکن دعوت نہیں جائے گی۔

پہلے نبی کے ساتھ دعوت ساتھ چلی جاتی تھی۔ یہ دعوت کا کام کون سنبھالیں گے یہ پوری امت کے ذمہ ہے۔ اس کام کا سنبھالنا تمام مرد تمام عورتوں اور بچوں کے ذمہ ہے۔ اللہ جل جلالہ نے ابتداء ہی میں یہ صورت ظاہر کر دی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے دن دعوت دی پہلا سبق الف با، یہ دعوت ہے۔ مردوں میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا۔ بچوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا۔ علماء کا اتفاق ہے کہ یہ نہ سوچو کہ کون پہلے اسلام لایا پہلے کس نے اسلام قبول کیا بلکہ ان تینوں نے بیک وقت اسلام قبول کیا۔

انسانوں کی تین قسم ہے۔ مرد۔ عورت۔ بچے اور ان تینوں نے کام کرنا شروع کر دیا عورت نے بھی مرد نے بھی بچے نے بھی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ صبح سے شام تک مکہ میں پھرے بازاروں میں دوکانوں پر مکانوں پر گئے جہاں کوئی ملا جو کوئی ملا ایک ملا دو ملے پانچ ملے سب کو دعوت دی شام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چھ کو لے کر حاضر ہوئے۔

ہدایہ میں روایت ہے عرض کیا یا رسول اللہ! صبح کو جو کلمہ آپ نے مجھ سے پڑھوایا

تھا میں نے ان چھ سے پڑھوا دیا۔اور یہی حال خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا اور علی رضی اللہ عنہ بچے تھے کہا یارسول اللہ! اجازت دیں تو ابا جان (ابوطالب) کو دعوت دوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوش ہو گئے اور ساتھ میں فرمایا تم مت دو میں خود دوں گا۔تم مت جاؤ میں جاؤں گا۔کہ وہ مکہ کے سرداروں میں سے بڑے ہیں۔تم بیٹے ہو بیٹا بہر حال بیٹا ہی ہوتا ہے۔چاہے کتنا بڑا کیوں نہ ہو جائے بات اسی انداز سے سنتا ہے اور دعوت میں حکمت سے کام کرنا ہے وہ بڑے آدمی ہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ[1]

دعوت میں سوجھ بوجھ کر کام کرنا ہوتا ہے۔کون کس کے پاس جائے کس کے جانے سے وہ خوش ہوتا ہے۔کس کے جانے سے بدکتا ہے۔کس کے ذریعہ کون لگے گا یہ حکمت ہے۔

اندھا دھند کام کرنے کی اجازت نہیں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ بڑے آدمی ہیں اور تو بیٹا ہے۔ہمارے ایک رئیس تھے بڑے تاجروں میں سے ان کی اور ان کے ابا جان میں رنجش چل رہی تھی مجھے معلوم ہوا میں گیا کہ پتہ لگاؤں کہ کیا بات ہے۔ملاقات نہیں ہوئی دوبارہ گیا ملاقات ہوئی کہا آپ دو مرتبہ آئے کیا بات ہے۔میں نے کہا تم دونوں میں کیا گڑبڑ ہو رہی ہے۔اس کا پتہ لگانے آیا ہوں لڑکے نے کہا آپ نے کیا اندازہ لگایا۔میں نے کہا کہ یہ اندازہ لگایا کہ تم ابا جان (باپ کے سامنے) بننے کی کوشش کر رہے ہو کہ تمہارے سات بچے ہیں تم سات بچوں کے باپ ہو۔تم سمجھتے ہو کہ تم باپ ہو لہٰذا باپ بننے کی

1 النحل:۱۲۵

کوشش نہ کرو۔تم ان کے بیٹے ہو بیٹا بہر حال بیٹا ہوتا ہے۔ چاہے جتنا بڑا ہو جائے۔ بیٹا باپ سے چھوٹا ہوتا ہے۔چھوٹے کی بات اسی اندازہ سے سنتا ہے۔تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم خود جائیں گے۔ روایت میں ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کو شریک اجر بنا دیا اور آپ نے ان سے کہا کہ اپنے اباجان سے کہہ دو بکری ذبح کریں دعوت دیں میں بات کروں گا۔اس موقع پر بھی اور بعد میں بھی علیؓ کو شریک دعوت کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر رہنے کا پورا حق ادا کیا۔علم کا عظیم حصہ انھیں سے امت کو پہنچا ہے۔ بقول ہمارے ملک کے ایک خطیب کے ایک جلسہ میں فرمایا وہ سیدوں میں سے تھے کہ اباجان بھی سرآنکھوں پر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سر آنکھوں پر اور جہاں عمر ہیں وہاں کوئی نہیں کئی بار اس کا تکرار کیا ۲، ۳ بار یا ۵ بار اس کا تکرار کیا (دعا کی گئی) اس میں عورت ذریعہ بنی یعنی ان کی بہن اور ابوجہل کے لڑکے حضرت عکرمہ کی ہدایت کا ذریعہ بھی عورت بنی یعنی اس کی بیوی۔عکرمہ ایک بڑا آدمی ہے عکرمہ اور اسکے ساتھی نے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر کہا ساری دنیا مسلمان ہو جائے ہم مسلمان نہیں ہوں گے۔لکھا ہے کہ وہ مکہ چھوڑ کر بھاگ گیا بیوی کو معلوم ہوتا ہے شوہر کہاں جاتا ہے۔کدھر جاتا ہے اسکا ٹھکانہ کہاں یمن کا بندرگاہ قریب ہے بیوی وہاں گئی دریا کے کنارہ پہنچا بیوی بھی گئی وہاں والوں سے بیوی نے پوچھا کوئی کشتی صبح روانہ ہوئی ہے کہا ایک کشتی صبح گئی ہے۔

بیوی پریشان ہوگئی کہ اب کیا کریں دعا وغیرہ کرتی رہی کشتی جب دریا میں آگے نکل گئی تو بھنور میں پھنس گئی طوفان میں آگئی۔لوگ پریشان ہو گئے ملاحوں نے کہا سب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھو سارے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے لگے۔اپنے ہو یا پرائے جب آدمی پھنستا ہے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھتا ہے۔عکرمہ رضی اللہ عنہ

سر نیچے کر کے بیٹھا ہے۔ کشتی بھنور سے نہیں نکلی تو ملاحوں نے کہا کہ کوئی ایک آدمی ہے جو نہیں پڑھ رہا ہے۔ ہمارا تجربہ ہے کہ طوفان میں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے بھنور سے نکل جاتے ہیں دیکھا تو عکرمہ نہیں پڑھ رہا ہے۔ اس لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھنے سے کشتی طوفان سے باہر ہوتی تھی۔

اس کلمہ کے ظاہری الفاظ سے بھی جان بچ جاتی ہے۔ اس کے الفاظ میں اتنی برکت ہے اور اگر دل سے پڑھ لے تو قیامت کے عذاب سے بچ جائے گا ملاحوں نے کہا اس نے کلمہ نہیں پڑھا اسے لئے اس کنارہ کر کے آؤ تو عکرمہ کو کنارہ واپس لائے اور کہا کہ کشتی چھوڑ دو پھر کشتی آگے لے گئے۔ جہاں جانا تھا وہاں روانہ ہو گئے ادھر بیوی کنارہ پر کھڑی ہے اللہ تعالیٰ نے سارا نظام کر دیا۔

بیوی نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں چلو سمجھا بوجھا کر لے گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ عکرمہ آ گیا ہے نام سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلایا اور اپنی چادر بچھا دی۔ عکرمہ نے یہ اعزاز دیکھتے ہی کہا۔ آدمی اس میں مرتا ہے اور آدمی محبت کا بھوکا ہے سارے قصے اس لئے کرتا ہے یہ اعزاز دیکھتے ہی عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ! اب تو میں آ گیا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عکرمہ مدینہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے نکلے مکہ آئے جتنا بڑا خاندان ابوجہل کا مکہ میں تھا اتنا بڑا کسی کا خاندان نہ تھا بلکہ مکہ کی جان یہی لوگ تھے۔ ان کے مکہ آنے پر تمام خاندان والوں نے اسلام قبول کر لیا اور مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ چل دیئے جس وقت یہ لوگ مکہ سے مدینہ چلے ہیں اس وقت جتنی چیخ وبکا ہوئی مکہ میں کبھی نہیں سنی گئی۔ مکہ سے نکلنے لگے تو سارے مکہ والے رونے لگے۔ تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نہ سمجھو کہ مکہ سے زیادہ عمدہ کوئی اور شہر پسند آ گیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ ہم اسلام

سے پیچھے رہ گئے اب کوشش یہ ہے کہ جو لوگ ہم سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔کم سے کم ان کے برابر تو ہو جاؤں۔ چنانچہ سارا خاندان ہجرت کر گیا اور آخر میں ایک بچہ اور ایک بچی رہ گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں کی شادی کر دو تا کہ ابوجہل کا خاندان باقی رہے۔تو عرض میں یہ کر رہا تھا۔کہ آدم سازی (آدمی بنانا) مرد و عورت کی مشترکہ چیز ہے۔اس میں بڑا حصہ عورت کا ہے۔

عورت کتنا عظیم آلہ کار و ذریعہ بنتی ہے۔ بچہ اس کے پیٹ کے اندر بنتا ہے۔ پھر اس کا گودا اصلی اخلاقی حیثیت سے بہت قیمتی وقت ہے۔بچہ کے باطن بننے کے اعتبار سے۔اس وقت کی مائیں بچوں کو کتے بلی سے نہیں ڈراتی تھیں۔ بلکہ اللہ سے ڈراتی تھیں۔اس سے بہت آسانی کے ساتھ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَائِہٖ وَصِفَاتِہٖ کا یقین بچہ کے اندر آ سکتا ہے۔اس زمانہ میں بچہ کوئی غلط کام کرتا تو ماں کہتی اللہ دیکھ رہا ہے۔کوئی غلط کہتا تو ماں کہتی اللہ سن رہا ہے۔اللہ نے اس کی سن لی ہے اللہ جان رہا ہے۔اللہ جل جلالہ تمہارا بھی خالق ہے ہمارا بھی خالق ہے اللہ کے سمیع ہونے اللہ کے علیم ہونے اللہ کے بصیر ہونے کا یقین ہو گیا تو بقیہ تمام صفات پر یقین آنا آسان ہے۔یہ تینوں صفات امہات صفات میں سے ہیں (تمام صفات کی جڑ ہیں) یہ تین یقین سب گناہ سے بچاتے ہیں۔

مجلس کی ایک بات

ایک مجلس میں یہ بات ہو رہی تھی کہ جرائم بڑھتے جا رہے ہیں فوج کم ہے پولیس کم ہے۔انتظامیہ کم ہے یہ سب بڑھائیں تو جرائم پر قابو پا سکتے ہیں۔میں نے کہا تم تو اتنا انتظام کر رہے ہو اور انتظام میں اضافہ کر رہے ہو۔جرائم مٹانے کا سب سے

بہتر انتظام وہاں ہے۔ پھر بھی وہاں جرائم دنیا میں سب سے زیادہ ہو رہے ہیں۔ وہاں پولیس وغیرہ کے سب سے اچھے انتظام ہیں۔ لہٰذا تمہارا انتظام فیل ہو گیا۔ پھر اہل مجلس میں سے ایک نے کہا آپ بتائیں کہ جرائم مٹانے کے لئے کیا کیا جائے۔

جرائم مٹانے کا حل

میں نے کہا قرآن وحدیث میں ہے ان تین پر (اللہ کے سمیع علیم اور بصیر ہونے پر) یقین کرلو۔ جرائم ختم ہو جائیں گے۔ آدمی کی فطرت ہے کہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو دیکھتا ہے کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔ اگر کوئی دیکھتا ہے تو اس گناہ کو نہیں کرتا ہے۔ غلط بات کوئی سن تو نہیں رہا ہے جان تو نہیں رہا ہے۔ جب اس کو اطمینان ہو جاتا ہے۔ تب وہ گناہ کر لیتا ہے۔ بڑے بڑے جرائم جو ہوئے ہیں قتل وغیرہ جو لوگ کراتے ہیں وہ بڑے لوگ کراتے ہیں سوچتے ہیں کہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہے۔ ہم خود بڑے ہیں کسی کو پتہ نہیں چلے گا قتل کرادو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ ومدینہ والوں میں یہی تین کا یقین پیدا کرایا تھا۔ اسی لئے مکہ ومدینہ میں کوئی گناہ نہیں تھا۔ گناہ کا نام ونشان نہیں تھا۔ اس بنا پر کسی گناہ کا نام ونشان مکہ ومدینہ میں نہیں تھا۔۔

آدمی معصوم نہیں ہوتا ہے بلکہ معقول ہو جاتا ہے۔ ان تین پر یقین کو پیدا ہو جانے کے بعد کوئی گناہ کرتے بھی فوراً توبہ کر لیتے تھے۔ مجھے مدینہ والوں کی توبہ اس وقت سمجھ میں آئی جب میں ایک دفعہ سفر کر رہا تھا میں اور میرے دو ساتھی مدینہ سے مکہ آرہے تھے کسی ساتھی کی گاڑی نہیں لی کیونکہ موقع نہیں تھا۔ ایک ٹیکسی کرایہ کی لی اور چل دیئے وہ ٹیکسی والا بھی ملنے والا تھا (یعنی جان پہچان کا تھا) رات کا وقت تھا۔ ٹیکسی لیکر چل پڑا میرے دونوں ساتھی سو گئے ان کی عادت لیٹنے کی تھی۔ بیٹھے ہی سو گئے۔

مجھے بھی چند سال پہلے ہوائی جہاز اور ریل گاڑی میں نیند آجاتی تھی اب تو نہیں آتی اللہ کا شکر ہے مگر کار اور بس میں مجھے نیند نہیں آتی تھی۔ میں ڈرائیور کے پاس بیٹھا مکہ سے ایک تہائی فاصلہ رہ گیا تھا۔ ڈرائیور کو نیند آگئی میں نے سنبھالا گاڑی سڑک سے اتر گئی ۔ایک منٹ یا سوا منٹ کی بات تھی گاڑی رکنے اترنے میں ذرا سی دیر لگی ۔ میں نے ڈرائیور کے بدن پر ہاتھ رکھا تو وہ پسینہ پسینہ ہوگیا تھا۔ ندامت کی وجہ سے جب کوئی آدمی گاڑی میں بیوی بچے ہوں دس لاکھ کی گاڑی ہو تو وہ آدمی سوچ سکتا ہے کہ میں سو جاؤں لیکن نیند غالب آجاتی ہے نہ چاہنے پر بھی نیند آجاتی ہے ان کی آنکھ کھل گئی وہ پسینہ پسینہ ہوگیا اس کی ندامت کا یہ حال تھا۔ مجھے اس وقت مدینہ والوں کی توبہ کا حال یاد آگیا کہ جس سے غلطی ہوجاتی ہے وہ کیسے توبہ کرتے ہیں۔

جب اس عورت کو زنا کی حد لگ رہی تھی تو اس کو فوج و پولیس والے لے کر نہیں آئے تھے ۔اس کو اس کا ایمان لے کر آیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں وہ آکر اقرار کررہی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار منہ پھیر رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوشش یہ ہے کہ وہ بچ جائے اس پر حد نہ لگے اور اسکی کوشش یہ تھی کہ ہم بچنے نہ پائیں جب چار بار اقرار کرلیا۔ تو اب حد لازم ہے ۔جب حد لگ رہی تھی (سنگسار کیا جا رہا تھا چاروں طرف سے اس کو پتھر مارا جا رہا تھا) تو خون کے چھینٹے اس کے بدن سے نکل کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے بدن پر پڑ گئے تو صحابی رضی اللہ عنہ کے زبان سے سخت الفاظ نکلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن لیا اور فرمایا اس نے ایسی سچی و پکی توبہ کی ہے کہ اگر اس کی توبہ کو دس آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو ان کے گناہ معاف ہوجائیں اور ایک روایت میں ہے ۔کہ اس کی توبہ کو مدینہ والوں پر تقسیم کیا جائے تو سارے مدینہ والوں کے گناہ

معاف ہوجائیں۔ایک روایت دیکھی یاد نہیں آرہی ہے کہ کس کتاب میں دیکھی ہے کہ اگر اس کی توبہ پوری امت پر تقسیم ہوجائے تو پوری امت کے سب گناہ معاف ہوجائیں۔توبہ کے بعد آدمی وہاں تک پہنچ جاتا ہے جہاں نیکی اسکونہیں پہنچا سکتی۔

فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ط [1]

''یہی لوگ جن کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دیتے ہیں۔''

تو میں عرض کررہا تھا کہ آدم سازی میں عورت کا بڑا دخل ہے۔بچہ پیدا ہوتے ہی پہلی دعوت اذان واقامت ہے۔یہ پہلی دعوت ہے۔پھر اس کا خوبصورت نام رکھنا اچھا نام رکھواس کو کھلاؤ پلاؤ مگر حرام کھلا کر جہنم کا ایندھن (لکڑی) نہ بناؤ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو گوشت حرام سے پلے وہ جہنم میں جائے گا۔اگر نادانی کی وجہ سے حرام کھلا رہے تھے تو توبہ کرلو۔اس معصوم بچہ نے کیا گناہ کیا کہ تم اسکو حرام کھلا کر جہنم میں پہنچا رہے ہو۔بچہ خود بخود ماں باپ کو جو کرتے ہوئے دیکھے گا وہ کرے گا۔جو ان سے سنے گا وہی بولے گا اس واسطے ماں باپ کو سنبھل جانا چاہئے۔بچہ کو غلط سے بچانے کی ذمہ داری ماں باپ کو ہے ماں باپ کو کوئی غلط کام نہ کرنا چاہئے۔

نماز پڑھتے ہوئے دیکھے گا تو بچہ نماز پڑھے گا دعا مانگتے ہوئے دیکھے گا تو دعا مانگے گا۔بغیر کسی کے بتائے جو دیکھے گا وہی کرے گا۔اگر گھر میں غلط کام ہورہا ہے جس کا نام لینے سے مجھے شرم آرہی ہے تو بچہ بھی اس رنگ میں رنگے گا۔گھر میں عربی بولی جارہی ہے تو بچہ عربی بولے گا۔اردو بولی جارہی ہے تو اردو بولے گا۔جو ہورہا ہے

---

[1] الفرقان:۷۰

وہ کیا ہورہا ہے وہ تمہاری ذمہ داری ہے ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ جب بولے تو اللہ کہلاؤ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھواؤ۔ ابا، اماں مت کہلاؤ اس کے ساتھ اللہ کا بار بار تذکرہ ہو ایمان کا بار بار تذکرہ ہو۔

لکھا ہے کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن ماں باپ نے حلال سے تربیت کی تھی بچہ نے ماں سے کوئی چیز مانگی تو ماں نے کہا اللہ سے مانگو اللہ دے گا۔ بچہ ماں کے کہنے پر اللہ سے مانگتا۔ اگر اللہ نہ دینا چاہے تو ماں باپ نہیں دے سکتے۔ جوتے کا تسمہ بھی نمک بھی نہیں مل سکتا۔ میں بھی اور تم بھی اللہ سے مانگیں۔ یہ بچہ اللہ سے مانگنے کا عادی ہو گیا۔ ایک بار ماں کہیں چلی گئی عیادت کے لئے یا اور کسی کام سے ماں کو کھانا رکھنا طاق میں یاد نہیں آیا۔ بچہ کے کھانے کا وقت آیا بچہ مدرسہ سے گھر آیا ادھر ماں بہت پریشان ہوئی کہ کچھ عرصہ سے وہ طاق میں کھانا رکھ دیتی تھی بچہ وہاں سے لے کر کھالیتا تھا پریشان ہوئی کہ کہیں گڑبڑ نہ ہو جائے وہ گھر آئی تو پوچھا کھانا کھایا بچہ نے کہا ہاں کھایا اللہ سے مانگا تھا اللہ نے کھلایا پوچھا کہاں رکھا تھا۔ وہاں رکھا تھا (یعنی جہاں ماں کھانا رکھ دیتی تھی وہاں کھانا رکھا ہوا ملا) تو ماں باپ بچوں کو ایمان سکھاتے تھے۔ ماں باپ کو سب سے پہلے ایمان سکھانا ضروری ہے یہ ذمہ داری ہے۔ ایمان سکھانا ماں، باپ کے ذمہ ہے۔ جس طرح بیوی بچوں کا پالنا فرض ہے۔ اتنا ایمان واعمال سیکھ لیں کہ بیوی و بچوں کی صحیح زندگی گذر سکے۔ گھر کے اندر افراد سازی کا کام ہو رہا ہے عورتوں سے اور مرد باہر افراد سازی کا کام کر رہا ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت گئے اور علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما سے پانی مانگا دونوں پانی لائے آپ نے دم کیا علی رضی اللہ عنہ پر چھڑکا اور فاطمہ رضی اللہ عنہا پر چھڑکا۔ علی رضی اللہ عنہ

سے ایک بات فرمائی جو زندگی کی بنیادی چیز ہے۔اے علی! باہر کی ذمہ داری تمہارے ذمہ ہے۔اور اے فاطمہ! تمہارے ذمہ دعوت کی ذمہ داری اندر خانہ ہے۔

عورت کو باہر نہیں نکالا۔عورت کے لئے گنجائش نہیں باہر نکلنے کی اس کے ذمہ گھر کے اندر آدم سازی کا کام ہے اور وہ عظیم کام ہے۔جس وقت عورت گھر سے باہر نکل گئی تو نہ مرد نے آدم سازی کا کام سمجھا نہ عورت نے تو نتیجہ یہ نکلا کہ دین سو فی صد گھر سے نکل گیا۔وہاں اگر عورت کو باہر نکلنے کی ضرورت ہے تو اسی انداز کی جیسے عکرمہ کی بیوی نکل کر گئی اس لئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی زندگی پھر واپس لانی ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا معاشرہ واپس لانا ہے۔

اگر صرف مرد قربانی کر رہا ہے۔نہ عورت کر رہی ہے نہ بچے کر رہے ہیں تو اس سے دین وجود میں نہیں آئے گا۔تبدیلیاں نہیں آئیں گی۔یہ ایک تہائی قربانی ہے اس سے دین وجود میں نہیں آئے گا۔اس ایمان کی دعوت دی جارہی ہے جو مکہ مدینہ میں ایمان کہلاتا تھا۔جو مکہ مدینہ میں ایمان سمجھا جاتا تھا۔اس ایمان کی دعوت نہیں دی جارہی ہے جو ہمارے یہاں ایمان کہلاتا ہے۔اور سمجھا جاتا ہے جس آدمی کو ایمان کی ہوا بھی نہیں لگی وہ ایمان کی تقریریں کر لیتا ہے وہ ایمان پر بڑی کتابیں لکھ دیتا ہے۔گو یا وہ ایمان کے آخری درجہ تک پہنچ گیا ہے حالانکہ اس کو ایمان کی ہوا بھی نہیں لگی۔

ایمان کی حقیقت

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا ایمان کی حقیقت کیا ہے فرمایا اللہ کے اور میرے درمیان کے پردے اٹھ جائیں اور میں اللہ تعالیٰ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو ایمان میں اضافہ نہ ہو۔یہی ایمان مکہ میں سکھاتے تھے۔ایمان ایک اندر کی چیز ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ **ایک رات نکلے تو دیکھا ایک آدمی پہرہ دے رہا تھا۔ حضرت** علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ پہرہ کیسا؟ اس نے کہا آپ کی انتظامیہ نے کوئی خطرہ محسوس کیا ہوگا، اس لئے مجھے پہرہ پر بٹھا دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرا پہرہ دے رہے ہو اوپر والوں سے یا نیچے والوں سے (یعنی موت کا وقت مقرر ہو گیا ہے وہ ٹلے گا نہیں)

اس ایمان کو سیکھنے کے لئے جماعت میں نکلنا ہے بولو! تیار ہو؟

عزت وعافیت اور الفتوں والی صحیح زندگی کا راز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ اٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ (۱)

سب سے پہلی اور آخری چیز

قابل احترام بزرگو، عزیزو اور دوستو! اس کائنات میں صحیح زندگی گزارنے کے لئے سب سے پہلی چیز اور سب سے آخری چیز صحیح علم ہے۔ جسے صحیح علم حاصل ہوگا، وہ اس کائنات میں خود بھی صحیح زندگی گزارے گا، عافیت کے ساتھ رہے گا، سکون کے ساتھ رہے گا، عزت کے ساتھ رہے گا، قوت کے ساتھ رہے گا، الفتوں اور محبتوں کے درمیان رہے گا اور نہ صرف وہ خود بلکہ اس کا تمام ماحول جتنا بھی ہے، وہ بعض اوقات مشرق ومغرب وشمال اور جنوب کی آخری حدود تک پہنچ جاتا ہے۔ وہ سارا ماحول عافیت سے، عزت سے، قوت سے، راحت سے، سکون سے، الفتوں اور محبتوں کی زندگی سے نوازا جائے گا۔

اس علم میں جس علم کا میں ذکر کرنے لگا ہوں۔ سب سے پہلا علم خالق کائنات کا ہے۔ خالق کائنات کا علم اس کائنات کا پیدا کرنے والا کون ہے؟ کیسا ہے؟ جسے یہ علم نہیں آتا، جس کے پاس اس کا صحیح علم نہیں ہے وہ کائنات میں بھٹکتا ہی رہے گا۔ جوان ہو، بوڑھا ہو، جتنا بھی پڑھا لکھا ہو، جتنا بڑا مالدار ہو، جتنا بڑا عہدے دار ہو، جتنا بڑا فرعون ہو، نمرود ہو، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بڑے چھوٹے ہونے کا۔ جس کو اللہ جل جلالہ کا علم نہیں ہے، جو اللہ جل جلالہ کو نہیں جانتا ہے۔ وہ اس کائنات میں پریشان ہو گا۔ اس لئے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی آدمی کسی محلے میں پہنچ جائے اور اس

---

(۱) التوبہ: ۳۳، الصف: ۹

محلے میں پہنچ کر یا اس شہر میں پہنچ کر۔ مثلاً کراچی کے شہر میں پہنچ گیا۔ اس نے کسی کے پاس جانا ہے کراچی میں۔ جب وہ کراچی پہنچا ہے تو اسے بھول گیا یا یہ کہ اس کے پاس پتہ لکھا ہوا تھا وہ کھو گیا، گم ہو گیا۔ یا وہ بھول گیا کہ مجھے کس کے پاس جانا ہے۔ اس کا نام بھی بھول گیا اور اس کا پتہ بھی بھول گیا اور مزید براں یہ کہ وہ یہ بھی بھول گیا کہ میں کہاں سے آیا ہوں۔ جہاں سے آیا ہے وہ بھی بھول گیا۔

ایک حاجی کو میرے خیال میں سن سنتالیس، اڑتالیس کی بات ہے حجاز میں گئے تھے۔ ایک حاجی کو بھولا ہوا دیکھا، پریشان تھا۔ مجھے دیکھا، میرا کندھا پکڑا، انہوں نے کہا مجھے ایک جگہ پر پہنچا دو۔ تو میں نے کہا، کہاں ہے تمہاری جگہ؟ انہوں نے کہا یہ تو مجھے پتہ نہیں۔ میں نے کہا اس کا کوئی نام، پتہ، معلم کا نام، محلے کا نام؟ انہوں نے کہا کچھ پتہ نہیں۔ نہ محلے کا نام معلوم ہے نہ معلم کا نام معلوم ہے۔ میں نے کہا تیرے پاس کچھ کاغذ وغیرہ، معلم کا کوئی کارڈ (جو چپکا دیتے ہیں کبھی) اس نے کہا کوئی چیز نہیں ہے۔ تو میں نے کہا تو رہتا کہاں ہے اس وقت کہاں سے آ رہا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے معلوم نہیں کہاں رہتا ہوں۔ نام پوچھا؟ وہ بھی مجھے معلوم نہیں۔ اب بتاؤ اسے کون پہنچائے؟ اس سے زیادہ پریشان کون ہوگا؟

اللہ کی قسم! جو اللہ کو نہیں جانتا ہے، اس کو یہ پتہ نہیں کہ کہاں سے آیا ہوں اور کہاں جانا ہے؟ یہ ملکوں کے تمام بادشاہ، تمام وزراء اور تمام جتنی بھیر بننے والی مخلوق ہے، یہ اسی بنا پر دنیا میں پریشان ہے کہ نہ ان کو یہ پتہ ہے کہ میں کہاں سے آیا اور نہ یہ پتہ کہ مجھے کہاں جانا ہے۔ ورنہ ان کو راستے پر لگانا آسان ہے۔ یہ ایک بات پھر بھول نہ جاؤں۔ اب کیا کرنا چاہیے کہ سفر ہی یاد نہیں۔ اس کا علاج ہو سکتا ہے بشرطیکہ یہ ماننے والوں کو جن کو اللہ نے تھوڑا سا شعور دیا ہے راستہ دکھانے کا۔ یا لوگوں کو راستے

پر لگانے کا وہ شعور سے کام لیں۔ تو میں نے اس کو کہا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ یہ اس کو یاد تھا۔ میں نے کہا آؤ مجھے معلوم تھا کہ اس علاقے کے لوگ کہاں ہیں، پتہ لگ گیا۔ یہ اس کا پتہ ہے میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہاں لے گیا۔ یہاں اس کے علاقے کے لوگ رہتے تھے، مقدر کی بات اللہ نے مدد فرمائی۔ ایک آدمی اللہ کے لئے کوئی کام کو شروع کرتا ہے تو بظاہر بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن آدمی محنت سے منزل پر پہنچ جاتا ہے۔

وہاں پہنچتے ہی ایک آدمی پرلی طرف بیٹھا ہوا تھا وہ بھاگ کر آیا اور کہاں چلے گئے تھے؟ وہی اس کا پتہ تھا۔ واقعی یہ بہت مشکل کام ہے انسانیت کو یہ سمجھانا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جانا ہے۔ یہ سب سے مشکل کام ہے، لیکن اگر محنت کرو خلوص کے ساتھ، تو اللہ جل جلالہ اس کو بھی منزل پر پہنچائیں گے ان کی برکت سے تم بھی منزل پر پہنچ جاؤ گے۔ صورت لے کر آئے گی، صورت کوئی مشکل نہیں ہوتی۔ اسباب بالکل نہیں ہوتے، آدمی پریشان ہوتا ہے کہ کیا کیا جائے؟

کتے کو پانی پلانے پر بخشش

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ ایک فاحشہ عورت سیر کو نکلی، راستے میں ایک کنواں آ گیا۔ سیاح کو ہر چیز دیکھنی ہوتی ہے، ہر اینٹ، پتھر کو دیکھتا ہے، اس کا کام ہی یہی ہوتا ہے۔ اس نے کنویں کو دیکھنا تھا، اتنے میں ایک کتا بھاگتا ہوا آیا۔ زبان باہر نکلی ہوئی تھی۔ پریشان ہے۔ اس نے انسان سمجھ کر ادھر ادھر چکر لگانا شروع کر دیا اتنا شعور جانور میں بھی ہے۔ اس نے گرد نواح میں چکر لگانا شروع کر دیا کہ یہ مجھے پانی پلائے، پانی کی جگہ ہے۔ اس نے یہ دیکھا کہ اللہ کی مخلوق ہے اس کو پانی

پلانا چاہیے۔لیکن وہاں پر کوئی چیز موجود نہیں تھی جس سے پانی نکالا جاسکے۔نہ ڈول نہ رسی کوئی چیز نہیں ہے۔ پرانا کنواں ہے لیکن اندر اس کے یہی آیا کہ مجھے اس کو پانی پلانا چاہیے۔کیا کریں کوئی شکل نہیں ہے، اسباب نہیں ہے۔ جب اسباب نہ ہوں تو کوئی کام آدمی کرنا چاہے۔واقعی اندر سے جذبہ ہو کہ مجھے یہ کرنا ہے اور پھر کرنے والے کی طرف رخ کرلے تو اللہ غیب سے اسباب پیدا فرمادیتے ہیں اس کی صلاحیتیں بڑھ جاتی ہیں۔

اس عورت نے پریشان ہو کر کہ یہ مخلوق ہے پانی کیسے پلاؤں؟اور پھر خالق کی طرف توجہ دی ہر ایک کو چاہے کوئی مشرک بھی ہو جب کسی مشکل میں پھنستا ہے۔ تو خالق یاد آتا ہے۔قرآن مجید گواہ ہے۔اس نے بھی توجہ دی پھر اسے سوجھی کہ میں نے موزے پہنے ہوئے چمڑے کے۔اور دوپٹہ میرے سر پر ہے۔ چمڑے کے موزے کو اتارا اور اسے دوپٹے کے ساتھ باندھا اور دوپٹے کو لٹکایا۔یہ پانی کی ترکیب ہے نا۔واقعی ترکیب ہے لیکن دوپٹے بھی کبھی کنویں کے پانی تک پہنچے ہیں۔دوپٹہ تو دوپٹہ ہی ہوتا ہے نا۔جو ہوسکتا ہے اس نے کرلیا جو نہیں ہوسکتا تھا وہ اللہ نے کردیا۔ جو بندے سے ہوسکتا ہے اس نے کرلیا۔جو خالق سے ہوسکتا ہے اس نے کرلیا۔یہ معلوم نہیں کہ کیا ہوا خالق نے کیا، وہ دونوں پر قادر ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۴۸﴾(۱)

وہ دوپٹے کو لمبا کرنے پر بھی قادر ہے اور پانی کو اونچا لانے پر بھی قادر ہے۔لیکن پانی آگیا دوپٹے میں اور اس نے کتے کو پانی پلالیا۔

---

(۱) البقرۃ:۱۴۸

اور سید لکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے یہ پہلی امتوں کا واقعہ ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس پانی پلانے سے اللہ نے اس کے سارے گناہ معاف فرما دیئے، جنت کا داخلہ طے فرما دیا۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ کوئی کام جو بظاہر مشکل دکھائی دیتا ہے ساری کائنات یہ نہیں جانتی کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور یہ بھی نہیں جانتی کہ میں کہاں جا رہا ہوں کہاں جانا ہے مجھے۔ اسے یہ بات سمجھانی بڑا مشکل کام دکھائی دیتا ہے لیکن آدمی کرنے پہ آئے تو اللہ آسان فرما دیتا ہے۔ تو قاعدہ ہے ضروری ہے کہ اللہ جل جلالہ کو پہچانے، اپنے خالق کو پہچانے اس مالک کو پہچانے۔ جس کے ہاتھ میں اس کا ذرہ ذرہ ہے اس کو پہچانے۔ اسی بات پہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔

تَعَلَّمْنَا الْإِيمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ(۱)

کہ پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔

قرآن کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اللہ کو پہچانیں۔ اللہ کو جیسے اس کے شایان شان ہے ویسے پہچانے کا نام ایمان ہے۔ سب سے پہلے ایمان ہے۔ جس کے پاس ایمان کی طاقت نہیں ہے وہ اس کائنات میں کبھی صحیح نہیں چل سکتا۔ نہ اس کائنات میں کامیابی کے ساتھ چل سکتا ہے اور اس کائنات کی جو اصل زندگی ہے یہ جو کائنات میں تم نے لمبا چوڑا جغرافیہ بنایا ہوا ہے۔ یہ کوئی لمبا چوڑا جغرافیہ نہیں ہے، بہت مختصر سا جغرافیہ ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے ضلع کا بھی نقشہ ہوتا ہے اور دنیا کا نقشہ بھی ہوتا ہے۔ ساری دنیا کا نقشہ اور ایک ضلع کا نقشہ یا ایک تحصیل کا یا

(۱) التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۱، ص ۹۱۲

ایک شہر کا نقشہ یہ بھی نقشہ ہے وہ بھی نقشہ ہے۔جغرافیہ تو بے شک ہے لیکن جو کائنات ہے یہ بالکل چھوٹی سی ایک تحصیل ہے بلکہ ایک گاؤں کہا جائے غیر آباد گاؤں یہ اس کا نقشہ ہے۔تم اسی کو ساری دنیا سمجھ بیٹھے ہو۔نقشہ اصلی جو ہے کائنات کا وہ موت کے وقت شروع ہوتا ہے۔

اس کا پہلا حصہ قبر کی زندگی ہے اور اس کا دوسرا حصہ میدان محشر کی زندگی ہے۔ پچاس ہزار برس اتنی طویل زندگی اور جس میں کل کائنات وقت پیدائش سے لے کر ختم تک ساری مخلوق موجود ہوگی۔صرف انسان نہیں، جاندار بھی سارے موجود ہوں گے اور پھر یہ بھی عارضی سا نقشہ ہے یہ چھوٹا سا نقشہ ہے۔

اگلے نقشے کے اعتبار سے قبر بھی چھوٹی ہے محشر کے اعتبار سے اور محشر بھی چھوٹا ہے جنت کی زندگی کے اعتبار سے۔اس لئے وہ کل کائنات کی اس وقت سے لے کر آخر تک ان سب کی ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی رہنے کی جگہ بھی ایسی ویسی نہیں ہے کوئی جھونپڑے مہاجرین کے نہیں ہیں کہ کچھ لوگ مہمان آ گئے تم نے سنبھال لئے پھر قبروں میں ڈال دیئے۔نہیں! ہر آدمی اللہ جل جلالہ کا مہمان ہے اور میزبان نے ان کی جگہ بنائی ہے اپنی شایان شان، مہمان کے شایان شان نہیں۔ مہمان کی حیثیت سے جگہ نہیں بنائی ہر ایک کے لئے بلکہ اپنے شایان شان کے مطابق جگہ بنائی ہے۔کائنات میں کوئی سوچ ہی نہیں سکتا ہے کہ وہ کیا محلات ہیں۔اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔دیکھنا تو کجا اس کو سوچا بھی نہیں جا سکتا۔مادی صلاحیتیں اس کی سوچوں تک نہیں پہنچ سکتیں۔وہ سب کچھ بنایا ہے۔

دنیا سے دس گنا بڑی جنت

ایک حدیث میں ذرا سا اشارہ ملتا ہے۔ کہ سب سے آخری جنتی جو پہنچے گا وہ بڑے پاپڑ بیل کے پہنچے گا بے چارا بڑی مشکل سے کہانی عرض کرے گا وہ جب پہنچے گا تو اللہ جل جلالہ اسے ارشاد فرمائیں گے کہ تجھے ساری دنیا سے جتنی دنیا ہے ساری دنیا سے دس گنا عطا فرمایا۔ تو وہ کہے گا اللہ تو ہمارا مالک ہے خالق ہے ہمارا رب ہے تو بھی مذاق کرتا ہے۔ اس بے چارے کا خیال ہے کہ میں تو اخیر میں رہ گیا۔ اب جگہ کہاں ہے میری کوئی جگہ، کوئی جھونپڑی کی جگہ مل جائے غنیمت ہے۔ اور کہا یہ جارہا ہے کہ تجھے ساری دنیا سے دس گنا عطا فرمایا ہے۔ اے مالک وخالق! تو بھی مذاق کرتا ہے۔ اور میرے اس حال میں۔ تو اللہ جل جلالہ نے ارشاد فرمایا کہ مذاق نہیں ہے بلکہ ہمارے ہاں جو کچھ بھی ہوتا ہے بالکل حق اور سچ ہوتا ہے۔ سب سے اخیر میں آنے والے کے لئے جب اس کائنات کا دس گنا ہے۔ تو پھر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا ہوگا؟ تو ابراہیم علیہ السلام کا کتنا ہوگا؟ اور پھر ہر ایک کی اپنی شان اور حیثیت کے مطابق دو لاکھ کے قریب تو صرف انبیاء علیہم السلام ہیں اور یہ کہ وہ بہت لمبا نقشہ ہے، بہت لمبا علم ہے۔ یہ تھوڑے سے نقشے کو لے کر بیٹھ گئے اور سمجھ گئے کہ ہمارے پاس وہ سارا نقشہ آ گیا ہے۔

یہ ساری زندگی انسان نے گزارنی ہے یہاں سے وہاں تک۔ ان تمام مرحلوں میں وہ کامیابی کے ساتھ چل سکے۔ اس کا سامان اللہ کی قسم سب سے پہلے ایمان ہے۔ ایمان کے بغیر نہیں چلا جاسکتا۔ نہ صحیح یہاں پر چلا جاسکتا ہے۔ نہ موت کے بعد صحیح چلا جاسکتا ہے نہ قبر میں صحیح رہا جاسکتا ہے۔ نہ حشر میں صحیح کھڑا ہو سکتا ہے۔ نہ پل صراط پر صحیح گزرا جاسکتا ہے نہ جنت میں صحیح رہا جاسکتا ہے۔

اس بنا پر سب سے پہلا علم اللہ کا پہچاننا ہے۔ اللہ پر ایمان، اللہ کا علم اور اللہ پر

یقین اور صحیح یہ ہے کہ اللہ کا علم بھی وہی ہوگا جو ہوگا دل میں۔ اس لئے کہ ایمان کی جگہ دل ہے، اللہ کا جو علم دل میں جگہ نہیں کرتا ہے، اتنے تک وہ ایمان نہیں بنتا ہے۔ اتنا سا فرق یہی بتادوں۔ علم کے جو الفاظ ہوتے ہیں، الفاظ کی جگہ زبان ہے۔ تلفظ جس کو کہتے ہیں۔ زبان سے ادا کرنا اس کی جگہ تو زبان ہے۔ علم کا تلفظ ادا کرنا اس کی جگہ زبان ہے۔ اگر علم زبان پر آ گیا ہے، وہ اللہ کا علم ہے، رسول کا علم ہے، قیامت کا علم ہے۔ جیسے اس وقت ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اگر زبان پر آ گیا تو بھی ابھی یہ علم ہے۔ کانوں سے سنا ہے تو کانوں کے راستے سے دماغ تک پہنچ جاتا ہے یہ علم۔ جب دماغ میں پہنچ گیا ہے وہ علم ابھی بھی علم ہے۔ ابھی بھی علم ہے۔ ابھی ایمان نہیں بنا ہے۔ زبان پر آ گیا تو بھی علم ہے کانوں تک پہنچ گیا تو بھی علم ہے۔ زبان سے کانوں سے دماغ تک پہنچ گیا اللہ نے محفوظ رکھنے کی جگہ دماغ میں رکھی ہے۔ یہ بھی علم ہے۔ پھر جس وقت دماغ میں محفوظ ہو جائے۔ اور اس کا جتنا تکرار کیا جائے کہ وہ دل میں اتر جائے۔ دل کا یقین بن جائے۔ دل کا یقین بنتا ہے تو اس وقت میں ایمان بنتا ہے۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ کی طرف سے جو علم نازل ہوتا تھا۔ تو سب سے پہلے اس علم کو سنبھالنے کے لئے اس کا تلفظ صحیح صحیح بغیر کسی زیر زبر کی غلطی کے اس کو صحیح صحیح محفوظ کر لیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبرائیل امین کے ساتھ پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ جب جبرائیل امین علیہ السلام پڑھتے تو آپ بھی پڑھنا شروع کر دیتے تھے۔ اس ذمہ داری کی پیش نظر کہ کہیں کوئی حرف کہیں کوئی لفظ رہ نہ جائے۔ یا کسی لفظ کا تلفظ صحیح نہ ادا ہو۔ یا اس میں زیر زبر کی کوئی غلطی ہو جائے۔ اللہ جل جلالہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا کہ دیکھو جلدی نہ کرو اور پریشان نہ ہو۔

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۷﴾(۱)

اس کا پڑھانا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ پہنچا بھی ہم رہے ہیں۔ اور آپ کو پڑھانا بھی ہمارے ذمہ ہیں۔ اس کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل ودماغ میں جمع کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان نہ ہوں۔ ہمارے ذمہ ہے۔

کلمہ کی طاقت

جب کسی کام کو صحیح طور پر کرنا چاہتا ہے تو اللہ جل جلالہ اسکے غائب سے اسباب پیدا فرما دیتا ہے۔ لیکن اس وقت میرے ذہن میں جو بات تھی یہ تفصیل عرض کر رہا ہوں۔ اس بنا پر کہی کہ زبان سے ہم نے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا۔ اشھد ان الٰہ الااللہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ پڑھ لیا۔ ٹھیک ہے بہت اچھا ہے۔ بہت مبارک اس سے زیادہ شاندار علم اور اس سے زیادہ شاندار الفاظ کسی کائنات کے کسی چیز کے ہو نہیں سکتے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ تمام کائنات میں اللہ جل جلالہ کا جتنا علم آیا ہے۔ اس تمام علم میں افضل ترین علم ایمان کا علم ہے۔

اشھد ان الٰہ الااللہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کہنا سب سے زیادہ برکت والا سب سے طاقت والا سب سے زیادہ قیمت والا جنت اصل میں جزا ہی ایمان کی ہے۔ جزا ہی ایمان کی ہے۔ اتنی بڑی چیز ہے کلمہ لیکن اس کی طاقت کب ظاہر ہوگی۔ اس کی طاقت اس وقت میں ظاہر ہوگی جب یہ اپنے ٹھکانے پہنچ جائے گی۔ اس کے الفاظ زبان پر آ گئے۔ کیونکہ یہ ایمان کا کلمہ ہے۔ اس کے الفاظ زبان پر آ گئے بہت حسین ترین اللہ کو بہت پسند ہیں یہ کلمات۔ لیکن اس کی طاقت

---

(۱) الجمعہ:۱۷

ظاہر نہیں ہوگی۔کانوں نے سن لئے اب بھی اس کی طاقت ظاہر نہیں ہوگی۔راستے میں ہے دماغ اس میں پہنچ گیا یہ ایمان کا کلمہ دماغ میں محفوظ ہو گیا۔اس کا معنی اور مفہوم جو صحیح طور پر منقول ہے اللہ کی طرف سے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نقل ہو کے آ گیا۔وہی معنی مفہوم صحیح طور پر دماغ میں بھی محفوظ ہو گیا ابھی بھی ایمان نہیں بنا ابھی بھی اس کی طاقت ظاہر نہیں ہوگی۔

طاقت اس وقت اس کی ظاہر ہوگی اس کا جو مفہوم ہے۔آدمی کی دل کی بات بن جائے دل کا یقین بن جائے۔جب دل کا یقین بن جائے تو جو سیکھنے والا ہے وہ بھی سمجھے کہ میں منزل پر پہنچ گیا ہوں۔جو سکھانے والا ہے وہ بھی سمجھے کہ میں نے کام کیا ہے۔میں نے یہ کام کیا ہے اللہ کا شکر ڈھکانے پہنچ گئی بات۔نبی کا کام اسی بنا پر مشکل ہے۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب پیغمبر دوسری روایت میں دو لاکھ پیغمبر یہ لوگوں کو اسلام سنانے نہیں آتے۔اسلام سنانے نہیں آتے اسلام بتانے نہیں آتے۔اسلام پڑھنا نہیں سکھاتے۔کتاب لکھ کے دیدو پڑھو۔اسلام کو زبان سے سنا دو۔ریکارڈ سے سنا دو ٹیپ سے سنا دو۔سنانے والا یہ سمجھتا ہے کہ میں نے پہنچا دیا۔سنانے والے نے سنایا ہے پہنچایا نہیں ہے۔پہنچانا اس کو کہتے ہیں کہ جو بھی جس کی جو جگہ ہے وہاں پہنچ جائے۔ایمان کو اگر آپ نے سنا دیا ہے۔اور سننے والے نے سن کے سمجھا کہ میں نے کام کر لیا ایمان سننے کی چیز نہیں ہے۔ایمان سنانے کی بھی چیز نہیں ہے۔ایمان تو دل کے یقین کا نام ہے۔جب یہ دل کا یقین نہیں بنتا ہے نہ آپ کا کام ختم ہوتا ہے نہ میرا کام ختم ہوتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (۱)

اے رسول سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہنچاؤ

مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ (۲)

جو اللہ سے آپ کی طرف نازل ہوا اسے پہنچاؤ۔

کہاں اپنے اپنے ٹھکانے پہنچاؤ۔ جو زبان سے متعلق ہے زبان پہ آجائے جو کان سے متعلق ہے وہ کانوں تک پہنچ جائے۔ جو دماغ سے متعلق ہے وہ دماغ تک پہنچ جائے جو دل کے متعلق ہے وہ دل تک پہنچ جائے۔ بس کام پورا ہو گیا۔ جہاں پہنچنے چاہئیں وہاں پہنچ گئے۔ اسی بنا پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تیرا سال لگے ہیں مکہ معظّمہ میں تیرا سال۔

کائنات میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا سکھانے والا نہ کوئی آیا نہ قیامت تک کوئی آئے گا۔ اتنا عظیم سکھانے والا اتنا شفیق سکھانے والا اتنا پیار سے فصاحت بلاغت سے اور سادگی سے اور سہولت سے سمجھانے والا سکھانے والا ایسا کائنات میں دیکھا نہیں ہے اور سیکھنے والے اتنے عظیم ہیں۔ سکھانے والے عظیم کو سیکھنے والے ایسے عظیم ملے ہیں۔ کہ ایسے عظیم سیکھنے والے بھی کائنات میں پیدا نہیں ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے لیکن اس کے باوجود بھی تیرا سال لگ گئے مکہ میں۔ اور سوائے چند چیزوں کے ایمان ہے ایمان کی دعوت ہے اس کے متعلقات ہیں۔ تحمل ہے برداشت ہے اخلاق ہیں۔ اخلاص ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صحیح معنوں میں ایمان اور اللہ کی ذات پر ایمان ہے۔

(۱) المائدہ:۶۷

(۲) ایضاً

اعمال میں صرف نماز آئی ۔مکہ معظّمہ میں صرف نماز آئی ہے۔کہ حضور ﷺ معراج پر گئے اس وقت میں پانچ وقت کی نماز آئی ہے ۔زکوٰۃ ،روزہ ،حج ، جہاد اورشراب حرام ہے ۔یہ سارے جتنے بھی احکامات ہیں مدینہ منورہ میں آئے ۔صرف یہ اخلاص اور بنیادی چیزیں سیکھنے آئے تیرا سال لگ گئے ۔ان کو پڑھانے میں وقت نہیں لگا تیرا سال ان کو سنانے میں تیرا سال نہیں لگتے۔

جس کو ایمان کی ہوا لگے گی وہ شاندار قسم کی تبلیغ کر سکتا ہے ایمان پر۔لیکن اس کا نام ایمان نہیں ہے جو چیز جہاں ہے وہ اپنے ٹھکانے پر پہنچے۔قرآن مجید کا انداز بھی یہی ہے۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا [1]

ایمان والو ایمان لے آؤ قرآن کہتا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا

اے کلمہ پڑھنے والو!اے کلمہ شہادت کو صحیح تلفظ اور قرات سے پڑھنے والو!

اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ

وہ مکہ والا ایمان لاؤ۔یہ دل کا یقین بنانا ہے ۔جس میں کسی قدر ایمان ہے ۔ دوسری جگہ پر بالکل کھلی کھلی تفصیل ہے ۔دیہات کے لوگوں نے کہا ہم ایمان والے ہوگئے ۔ہم ایمان والے ہوگئے کلمہ شہادت پڑھ لیا۔حضور ﷺ سے اللہ جل جلالہ نے کہا جو خالق ہے ہمارا اور اندر باہر سارا جانتا ہے۔کہ کلمہ پڑھنے والوں کا پڑھنا بھی سمجھ میں آ گیا اسے۔سب کچھ سنتا ہے سمیع ہے بصیر ہے علیم ہے قدیر ہے۔کہ کلمہ پڑھ

---

(۱) النساء:۱۳۶

لیا ہے اور کلمہ پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اور مدینہ میں پڑھا ہے۔ اور اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں:

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (۱)

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دیجئے کہ ابھی ایمان نہیں لائے۔ ابھی ایمان والے نہیں بنے۔

وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (۲)

یہ کہو کہ ہم نے بات مان لی ہے۔ بات مان لینا الگ بات ہے۔ نبی کی بات مان لی کہ یہ راستہ ٹھیک ہے۔ لیکن ابھی ایمان والے نہیں بنے۔ اس لئے کہ

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ط (۳)

ابھی دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا۔

اور ایمان والا آدمی اس وقت ہوتا ہے کہ جب دل میں ایمان داخل ہوتا ہے۔ اس بنا پر کام پورا جب ہوگا اور کام چالو بھی تب ہوگا۔ جب پہلے ایمان آئے گا۔

ایمان سیکھنے کی چیز ہے

اس حصے کو میں نے ابتداء میں اسی بنا پر کہا کہ اوّل تو دین کو سیکھنے کی عادت نہیں ہے۔ سب چیزوں کو سیکھنے کی عادت اور ضرورت محسوس ہوتی ہے سیکھنے کی۔ مرد عورتیں بچے جتنا اس وقت دنیا میں سیکھنے پر آئے ہوئے ہیں۔ اور سیکھنے پر وقت لگا رہے ہیں۔ غالباً دنیا کی چیزوں پر کبھی اتنا وقت نہیں لگایا گیا۔ بڑا شوق ہے سیکھنے کا۔ دس دس سال

(۱) الحجرات: ۱۴

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً

پندرہ پندرہ سال بیس بیس سال۔ میں مثال اس لئے دیا کرتا ہوں۔میں نے کہا میٹرک ہونے کیلئے دس سال لگاتے ہیں۔اور میٹرک معلوم ہے کسے کہتے ہیں جو نہ گھر کا رہے نہ گھاٹ کا۔ نیچے بیٹھنا آتا نہیں کرسی ملتی نہیں کوئی۔ میٹرک پر دس سال لگ جاتے ہیں۔اسے تعلیم نہیں کہتے یہ تعلیم کی ابتداء ہے۔اسی پر دس سال جب تبلیغ کے لئے چار مہینے کہتے ہیں تو کہتے ہیں بس بس لمبی بات یہ تو اپنے بس کا کہاں ہے۔

میں نے ایک جگہ جمعرات کے اجتماع میں کچھ کہا سنا اس طرح تشکیل کا جب وقت آیا تو میرے قریب جو آدمی بیٹھا ہوا تھا میں نے اس سے کہا ہمت کرو۔تو وہ چپ ہو گیا۔ مجھے دوبارہ اس کا خیال آیا میں نے اسے اشارہ کیا۔ وہ اٹھ کے کھڑا ہو گیا۔تو میں نے اسے کہا کہ یار کیا کام کرتے ہو۔ کہنے لگے درزی کا کام کرتا ہوں۔تو میں نے کہا کہ اگر سمجھ دار سا بچہ آپ کے پاس بھیجیں۔تو کتنے سال میں کام سکھا دو گے؟ کہنے لگا کہ تین سال میں ان شاء اللہ اچھا درزی ہو جائے گا۔ میں نے کہا تین سال میں کوٹ پتلون وغیرہ سارے سیکھ جائیگا۔اس نے کہا نہیں وہ تو خیر ہوتا رہے گا۔ کہا اچھا درزی ہو جائے گا تین سال میں۔اس نے سمجھا مولوی صاحب کا بچہ ہے کچھ نہیں کرتا ہو گا۔ کام سکھانا ہے۔اچھی صورت ہے مولوی صاحب کے اوپر بھی احسان کر دو۔ میں نے درزی بننے کے لئے تین سال مانگتا ہے تو میں تین چلے کہہ رہا ہوں پورے تین چلے تیری سمجھ میں کیوں نہیں آرہی۔کہنے لگا جی پھنس گیا۔ میں نے کہا پھنس گیا تو خود کہا ہے لکھوا دو ان شاء اللہ ہو جائے گا۔ یہ سارے کام ہوتے رہتے ہیں۔ یہ سب چھوڑ کے جانے ہیں۔ جو ہم کہہ رہے ہیں وہ ساتھ جانے والا کام ہے جو تم کہہ رہے ہو اللہ کی قسم سارے چھوڑ کے جانے ہیں۔ کس کو کس پر ترجیح دیتے ہو۔ کس کو کس پر مقدم کر رہے ہو۔

ہدایت چاہیے صرف ہدایت

اوّل تو میں عرض کرر ہاتھا کہ سیکھنے پر نہیں آتے اور اگر سیکھنے پر آتے ہیں۔ سیکھنے پر جو آ جاتے ہیں وہ بھی ایمان نہیں سیکھتے۔ جو سیکھنے پہ آئے ہوئے ہیں اگر یہ ایمان سیکھنے پر آ جائیں۔ تو کام شروع ہو جائے گا۔ حضرت جی مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں کہا تھا۔ کہ ابھی کام شروع نہیں ہوا ہے۔ کام شروع اس وقت ہوگا جب کام کرنے والے بن جائیں گے۔ اور کام کرنے والے صرف وہ ہوتے ہیں ایمان والے۔ بلکہ ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا۔ کہ اللہ جل جلالہ ہدایت کا سبب ان لوگوں کو بناتے ہیں۔ ہدایت کا سبب اس آدمی کو بناتے ہیں ان لوگوں کو بناتے ہیں۔ جن کے اندر سوائے ہدایت کے اور کوئی خواہش نہ رہے۔ کچھ نہیں چاہیئے ان کی ہدایت چاہیے۔ جنوب والوں کی ہدایت چاہیے، شمال والوں کی ہدایت چاہیے، مغرب والوں کی ہدایت چاہیے، مشرق والوں کی ہدایت چاہیے، نیچے والوں کی ہدایت چاہیے، اوپر والوں کو ہدایت چاہیے۔ ہدایت چاہیے صرف ہدایت۔

تو کام ابھی اس بنا پر شروع نہیں ہو رہا ہے۔ یہ کام کرنے والے چونکہ آنے والے ہیں۔ آئیں گے ضرور ان شاء اللہ العزیز۔ طے شدہ فیصلہ ہے۔ کہ کام کرنے والوں نے آنا ہی آنا ہے۔ کب آتے ہیں یہ اللہ کو کب منظور ہوگا اللہ کے علم میں ہے۔ تو چونکہ کام کرنے والے آنے والے ہیں ان آنے والوں سے پہلے کچھ برکتیں آنی شروع ہو جائیں گی۔ ان آنے والوں سے پہلے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے بھی انبیاء علیہم السلام کی آمد سے پہلے بھی کچھ برکتیں آنی شروع ہو جاتیں کہ کوئی آنے والا ہے۔ ابرہہ کا واقعہ دشمن کا چڑیوں کے ذریعے

تباہ ہونا۔اسی وقت لوگوں نے سوچ لیا کہ کوئی آنے والا ہے آنے والا ہے۔کوئی آرہا ہے۔ایران کے محلوں میں کچھ ہوا محلات میں زلزلے آئے انہوں نے کہا کوئی آنے والا ہے آنے والا ہے۔کوئی عظیم آنے والا ہے آنے والا ہے۔

جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دودھ پلانے والی اماں واپس جارہی تھی مکہ سے تو آتے وقت یہ سب سے اخیر میں پہنچی مکہ معظّمہ میں اس لئے کہ اس کی اونٹنی بہت کمزور تھی۔اور جب واپس ہوئی اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لیکے تو ان کی اونٹنی سب سے آگے نکل گئی۔لوگوں نے کہا کیا ہوا یہ ان کی اونٹنی میں کیا فولاد بھر دیا گیا۔ انہوں نے کہا نہیں اونٹنی میں کوئی فولاد نہیں بھر دیا گیا۔وہ تو برکت والا بچہ آ گیا۔بچے کی برکتیں ظاہر ہونے لگ گئیں۔ابھی دودھ پیتا بچہ ہے۔اس کی برکتیں ظاہر ہو گئیں۔

اور جب طائف پہنچے ہیں۔تو وہاں عورتیں دیکھتی ہیں قحط کا زمانہ تھا اونٹ بیچارے پھرتے رہتے تھے۔کانٹوں پر گزارہ ہوتا اور کبھی پتوں پر گزارہ ہوتا،کوئی پتھروں پر گزارا ہوتا۔لیکن ان کی اونٹنیاں بھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے جانوروں کے چرتی تھی مگر حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی اونٹنیاں، گائیں،بکریاں،بھیڑیں سب کے تن بھرے ہوئے۔یہ جب واپس آگئیں دودھ دھونا شروع کیا دودھ دھوتے دھوتے تھک گئے۔دودھ ختم نہیں ہوتا برتن سارے بھر گئے۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بچیوں کو بھیج دیا اور کہا کہ اپنے اپنے برتن اٹھا کے لے آؤ اور آ کے بھر کے لے جاؤ۔جب لوگ آگئے تو چاروں طرف شوروغل شروع ہوا کہ یہ کیا ہو رہا ہے کیا ہو گیا ہے۔

حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے مل گیا ہے۔کہاں سے آرہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ برکت والا بچہ آگیا ہے۔اس بچے کے آتے ہی پہلے برکتیں ظاہر ہونے شروع ہو گئیں۔برکتیں پہلے آنے شروع ہو جاتی ہیں۔تو کام کرنے والوں

کی آمد سے پہلے کام کرنے والوں کی برکتیں اللہ جل جلالہ نازل فرمایا کرتے ہیں۔یہ سنت اللہ ہے اللہ تعالیٰ کا طریقہ جاریہ ہے۔اس بنا پر جی چاہتا ہے۔کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے ہمیں بھی کام کرنے والا بنادے۔لیکن اس کی شرط وہی ہے کہ ایمان سیکھنے کی نیت کرلیں۔ایمان کے بغیر آدمی کام کرنے والا ہوتا نہیں ہے۔کام کرنے والا نہیں ہوتا۔کام اسی وقت شروع ہوگا جب ایمان والے کرنا شروع کردیں گے۔اور ایمان والے وہی ہوں گے جن کے اندر بات اتر جائے۔دل کا یقین بن جائے۔اور دل کا یقین یہ بنے کہ جو کچھ ہوتا ہے جو کچھ ہو چکا ہے۔جو کچھ آئندہ ہوگا۔وہ صرف کہاں سے ہوتا ہے۔صرف اللہ جل جلالہ سے۔وہی اکیلا کرنے والا ہے۔کسی اور کی طرف آدمی کی نگاہ ہی نہ اٹھے۔خیال بھی کسی کا نہ آئے۔کہ کوئی اور بھی کچھ کرسکتا ہے۔مشکل سے مشکل ترین وقت میں بھی کسی اور کی طرف دھیان نہ جائے۔اسے ایمان کہتے ہیں۔

سب سے پہلے ایمان والے معروف ابا جان سے پہلے دادا جان ابراھیم علیہ السلام مشکل ترین وقت میں تھے۔منجنیق پہ بیٹھے ہوئے ہیں اور جھولا دے کے آگ میں ڈالنا ہے۔آگ جل رہی اور اتنی اونچی جل رہی ہے کہ اتنی اونچی دنیا میں کبھی نہیں جلائی گئی۔ملک کی طاقت خرچ ہوئی ہے سارے ملک کی طاقت کہ اس کو بڑی سی بڑی آگ بنایا جائے۔اور اس ابراھیم علیہ السلام کو اس میں ڈالا جائے۔سزا مقرر ہوئی ہے۔سارا ملک خلاف ہے۔اکیلے ہیں آگ سامنے ہے۔منجنیق پہ بیٹھے ہوئے ہیں۔

اس میں جبرائیل علیہ السلام آتے ہیں اور جبرائیل علیہ السلام مخلوق کے اندر اللہ کی سب سے بڑی طاقت جبرائیل علیہ السلام ہے۔یہ آ کے عرض کرتے ہیں (جبرائیل علیہ السلام کا یارانہ تو ہر نبی سے ہوتا ہی ہے۔یہی درمیان میں واسطہ ہیں اللہ اور بندے کے درمیان

میں) میں جبرائیل ہوں۔اور ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اتنی طاقت دی ہے مجھے جبرائیل علیہ السلام خود کہہ رہے ہیں۔فرشتہ ہے پاکیزہ ہے سچا ہے۔اور پرانا یار ہے پرانا ساتھی ہے۔اللہ کا سب سے زیادہ مقدس فرشتہ ہے۔نمبرا کا۔وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے اتنی طاقت دی ہے۔کہ اگر آپ فرمائیں تو یہ جتنے آگ جلانے والے ہیں اور آگ جلوانے والے ہیں۔ان سب کو اور جہاں جہاں زمین کے ٹکڑوں پر یہ رہتے ہیں۔یہ سارے زمین کا ٹکڑا پورا پورا علاقہ پورا ملک یہ ساری زمین نیچے سے اٹھا کے بمع اپنی ساری چیزوں کے سارے محلات کے ساری کائنات کے اور سارے انسانوں کے اٹھا کے اوپر لے جاؤں ایسی جگہ سے الٹ کے ماروں کہ ان میں کسی کا نام ونشان بھی باقی نہ رہے اللہ نے اتنی طاقت دی ہے۔اگر آپ فرمائیں تو یہ کروں۔اس پر حضرت ابراھیم علیہ السلام وہ تو ایک بات کہہ چکے تھے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۱)

میں نے بقول حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کا ترجمہ کیا تھا۔ میں نے بنے ہوئے سے بنانے والے کی طرف رخ کرلیا۔تم بنے ہوئے پر یقین رکھتے ہو میں بنانے والے پر یقین رکھتا ہوں۔میرا رخ اور طرف ہے اور تمہارا رخ اور طرف ہے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۲)

زمین وآسمان کا جو بنانے والا ہے میں نے اس کی طرف رخ کرلیا۔بنانے

---

(۱) الانعام:۷۹

(۲) ایضاً

والے کی طرف اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔اب بنے ہوئے سے بنانے والے کی طرف رخ کرلیا ہے کائنات کی کسی چیز کی طرف رخ نہیں ہے۔اس لئے کہ میرا ایمان یہ ہے۔کسی سے کچھ نہیں ہوتا۔نہ چیونٹی کچھ بگاڑسکتی ہے نہ جبرائیل علیہ السلام کچھ بگاڑ سکتے ہیں،نہ چیونٹی کسی کے کام آسکتی ہے نہ جبرائیل علیہ السلام کسی کے کام آسکتے ہیں۔اگر اللہ نہ چاہیں۔کوئی کچھ نہیں بنا سکتا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔

ایک تو ہیں مشاہدہ کی چیزیں پانی ہے نظر آرہا ہے،بادل ہیں نظر آرہے ہیں، آدمی ہیں نظر آرہے ہیں۔یہ ساری طاقتیں ہیں۔ایک تو ہیں نظر آنے والی طاقتیں، میں نظر آنے والی طاقتوں پر بھی یقین نہیں رکھتا اور نظر نہ آنے والی طاقتوں پر بھی یقین نہیں رکھتا۔فرشتہ نظر نہیں آتا۔نہ یہ کچھ بنا سکتے نہ وہ کچھ بنا سکتے ہیں نہ یہ کچھ بگاڑ سکتے نہ وہ کچھ بگاڑ سکتے ہیں۔

حضرت ابراھیم علیہ السلام فرمانے لگے کہ ضرورت مند تو میں ضرور ہوں مگر تیری طرف کوئی ضرورت نہیں ہے۔

اَمَّا اِلَيْكَ فَلَا (۱)

''تیری طرف کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

میری ضرورت جو کچھ بھی ہے وہ بنانے والے کی طرف ہے۔اس میں کوئی شبہ نہیں اللہ جل جلالہ نے حضرت ابراھیم علیہ السلام کے بہت امتحان لئے اور خود نتیجے کا اعلان بھی کیا ہے۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ (۲)

---

(۱) جامع البیان للطبری: ج۱۸،ص۴۶۷

(۲) البقرہ: ۱۲۴

نتیجے کا اعلان کیا اللہ جل جلالہ نے بہت سے امتحانات میں ڈالا لیکن ہر امتحان میں نمبر ایک یہ کامیاب بھی ہوئے۔خیال یہ ہے کہ سب سے زیادہ سخت امتحان یہ تھا بچے ذبح کرنے والا امتحان بھی اتنا سخت نہیں تھا جتنا یہ امتحان سخت تھا۔آخری وقت ہے اپنی جان کا۔کوئی صورت سامنے نہیں ہے بچاؤ کی کوئی صورت سامنے نہیں ہے لیکن اللہ کی ذات پر یقین ہے۔وہاں کوئی چیز مشکل میں مشکل نہیں ہے۔کسی وقت میں کوئی چیز بھی ناممکن نہیں ہے۔

دنیا میں ہر ایک پر یہ وقت آتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔حکیم ڈاکٹر مریض کو ایک وقت میں آ کے کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا ایک ایسا وقت آجاتا ہے کہ کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔بہت شاندار کمان کرنے والا کمانڈر وہ جگہ پر آ کے کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔ہر فن کا آدمی آخری حد ایک جگہ پر کہتا ہے کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔لیکن اللہ ایک ایسی ذات ہے جس پر ایسا وقت نہیں آتا کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا۔صرف اللہ۔ہر وقت سب کچھ ہوسکتا ہے۔

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴿٨٢﴾ (۱)

ہر وقت سب کچھ ہوسکتا ہے۔جب کسی مخلوق کا خیال تک نہیں آرہا ہے۔صرف خالق پر نگاہ ہے۔اسی کی طرف رخ کیا ہوا ہے۔جیسے نماز پڑھتے ہوئے آدمی اور طرف نہیں دیکھتا نہ دیکھنے کی اجازت ہے۔نہ کسی اور کو سوچنے کی اجازت ہے۔پوری زندگی نماز بن جائے۔محض اللہ پر دھیان رہے کہ وہی کرنے گا وہ کرے گا ہر معاملے میں وہی کرے گا، وہی کرے گا۔ہر وقت اور دل کے یقین کے ساتھ زبان کی بات

---

(۱) یٰسین:۸۲

نہیں ہے۔دل کے یقین کے ساتھ وہی کرنے والا ہے۔وہی کرنے والا ہے وہی کریگا۔کسی وقت بھی دوسری جانب نگاہ نہ جائے۔اس لئے دوسری جانب نگاہ گئی اورنماز ٹوٹی۔ذراسی کن انکھیوں سے دیکھ لے تو مکروہ ہوتی ہے۔اوراگر سینا پھر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔کسی مخلوق کی طرف رخ ہوا نہیں اور زندگی ٹوٹی نہیں۔محض اسی طرف نگاہ ہے اور کہتے ہیں۔

اَمَّا اِلَیْکَ فَلَا (۱)

''کوئی ضرورت نہیں ہے۔''

بلکہ ایک روایت یہ ملتی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام سے پہلے پانی کا فرشتہ آیا یہ بادلوں کو چلانے والے، بادلوں کو چلانے والے بھی آئے کہ پانی ہے بجھادیں۔انہوں نے اللہ نے کہا فرشتوں نے کہا اللہ نے نہیں کہا۔کہا تمہاری ضرورت تو کوئی نہیں۔اس وقت اللہ جل جلالہ نے یہ ایمان اس ایمان کا مظاہرہ ہوا ہے۔کہ دکھلایا ہے امت کو کہ ایمان اس سطح پر پہنچتا ہے تو ایمان کیا کیا کرتا ہے۔جو دل کا یقین بنا ہوا ایمان ہوتا اس کی طاقت کا زور اس سطح پر ہوتا ہے۔عرض یہ کررہا ہوں کہ صورت حال ایسی بنی ہوئی ہے کہ ساری مخلوق سے نگاہ ہٹی ہوئی ہے۔صرف ایک اللہ کی ذات پر نگاہ ہے۔اسی کا خیال ہے اسی کا دھیان ہے۔کسی اور کی طرف دل کن انکھیوں سے بھی نہیں دیکھتا۔صرف اللہ پر یقین ہے کہ وہی کرے گا۔

ایک روایت (۲) یہ ملتی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کو جب جواب مل گیا تو جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا۔کہ ابراہیم علیہ السلام ہم سے نہیں کہتے ٹھیک ہے تو جو کرنے والا ہے اس

(۱) جامع البیان للطبری: ج۱۸،ص۴۶۷

(۲) الکشف والبیان عن تفسیر القرآن للثعلبی: ج۶،ص۱۸۲

سے کہو تو صحیح ۔ یہ سب سے آخری بات کہ کہو یا اللہ کرنے والے سے کہو۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں پوچھا کہ جبرائیل علیہ السلام یہ بتا کہ جو یہ سب ہو رہا ہے وہ سب دیکھ رہا ہے کہ نہیں دیکھ رہا۔ انہوں نے کہا اللہ تو دیکھ رہا ہے۔ اس میں تو کوئی شبہ نہیں۔ کہا کہ جب دیکھ رہا ہے تو میرے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کرنے والا وہی ہے وہی کرے گا جو میرے حق میں بہتر ہوگا۔ مجھے کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ میں غلط کہہ بیٹھوں۔ مجھے کیا پتہ کہ آگ میں جلنا اچھا ہے یا نہ جلنا اچھا ہے۔ مجھے کیا پتہ یہ تو وہی جانتا ہے۔ اسے میرے حال کا علم ہونا یہ کافی ہے بس۔

قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ (۱)

پھر اللہ جل جلالہ نے بھی پانی کے ذریعے سے آگ نہیں بجھوائی۔ پانی کے ذریعے سے آگ بجھاتے۔ تو اس وقت بغاوت کا جذبہ لوگوں کے دل میں پیدا ہو جاتا کہ انسان کو انسان جلا رہا۔ وہی مخالف ہو کے وہی بجھا دیتے۔ قصہ ختم ہو جاتا۔ اس کی سلطنت کا قصہ بھی ختم ہو جاتا۔ اس کا بھی ہو جاتا۔ کسی مخلوق سے اللہ نے کام نہیں لیا۔ نہ جبرائیل علیہ السلام سے کام لیا بلکہ براہ راست اللہ جل جلالہ نے کہا کہ جب ان کا معاملہ ہمارے پاس براہ راست آیا تو مدد بھی ہم براہ راست کریں گے۔ اور مدد بھی اس وقت جا کے کی ہے۔ جب یہ منجنیق کو جھولا دے کے اور رسیاں کو کاٹ دی گئیں۔ تو اس حالت میں ارشاد فرمایا جب ساری مخلوق یہ سمجھتی تھی کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو اللہ نے کہا کہ اب سب کچھ ہو سکتا ہے۔

اس سے پہلے تو جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے تھے کہ میرا موقع ہے میں کر سکتا ہوں۔ لیکن جب آگ کے اندر جا پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام بھی کہتے

(۱) الانبیاء:۶۹

ہیں کہ کچھ نہیں ہوسکتا۔لیکن اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ جو خالق ہے وہ کہتا ہے کہ نہیں اب سب کچھ ہوگا۔وہ اتنا ہی کہ جب آگ میں پہنچے تو کہا کہ

قُلْنَا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِیْمَ ﴿۶۹﴾ (۱)

دیکھو ہمارے ابراہیم علیہ السلام آگئے ہیں باغ بن جاؤ باغ و بہار۔

لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ کے اندر پہنچے تو سیدھے جا کے آرام سے جا کے آرام سے بیٹھ گئے جیسے کوئی آدمی بہار کے موسم میں شاندار باغ میں بیٹھا ہو۔آگ جل رہی درمیان میں بیٹھے ہیں۔وہ دیکھ رہا ہے نمرود۔تو سنا ہے سرکش تو ہوتے ہی ہیں۔تو کہنے لگا کہ آگ تجھے کیا ہوا بہت سخت الفاظ کہے گالی دے کر جیسے ان کی بدعادت ہوتی ہے۔تجھے کیا ہوگیا ہے آگ کو کہا۔اس نے کہا اندر آ کے دیکھ، کیا ہوگیا ہے۔اللہ جَلَّ جَلَالُہٗ کی مدد بھی اسی طرح آتی ہے جس طرح آدمی کا ایمان ہوتا ہے۔سب سے بڑے ایمان والے کی سب سے بڑی مدد۔براہ راست بغیر مخلوق کو استعمال کئے۔جب کائنات کہہ اٹھی کہ اب کچھ نہیں ہوسکتا تو اللہ نے کہ مجھے اب کرنا ہے۔یہ خاص قسم کی امداد ہے۔خاص قسم کی امداد ہے۔

اور دوستو! ایمان تو وہی کام کرے گا جو ابراہیم علیہ السلام کا ہے اور جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔اور ایمان نہیں۔ایمان ہے ہی نہیں صرف۔اور یہی دو شخصیتیں ہیں جن کو سامنے رکھ کے چلنا ہے۔اور انبیاء علیہم السلام کی ترتیب بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے پیچھے چلیں۔صرف ابرہیم علیہ السلام کی ملت پر ہو۔سنا ہوا ہے نا۔کس کی ملت پر ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہیں۔اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں ہیں۔یہی ہے نا۔ان کی ملت پر ہیں ان کی امت ہیں۔

(۱) الانبیاء:۶۹

ایمان بھی وہی اخلاق بھی وہی۔ جب ایمان اس درجے کا اللہ جل جلالہ عطا فرماتے ہیں۔تو اخلاص بھی اس کے ساتھ توام ہیں۔ یہ دونوں بھائی ہیں جڑواں بھائی۔ جڑواں بھائی ہوتے ہیں جیسے یہ دونوں جڑواں بھائی ہیں ایمان اور اخلاص جتنا ایمان آتا ہے اتنا اخلاص آتا ہے۔اور اخلاص کا معنی بھی یہی ہے۔''خالص کردن'' کسی چیز کو خالص کر لینا بالکل سب چیزوں سے الگ۔اپنے دل کو ہر چیز سے الگ کر دینا کہ کچھ نہیں چاہئے۔کسی سے کچھ نہ لینا۔کسی سے کچھ نہ لینا اور کسی کے پاس کچھ نہ ہونے کا یقین رکھنا۔کسی کے پاس بھی کچھ نہیں ہے۔

ایک آدمی تھا۔وہ مکہ معظّمہ آیا ایک علاقہ کا رئیس تھا وہ مکہ معظّمہ آیا۔اسی علاقے یا دوسرے علاقے کے بندے بھی وہاں آئے ہوئے تھے حجاز میں۔وہ ان سے ملنے کے لئے چلا گیا جب نام سنا کہ فلاں آئے ہوئے ہیں بزرگ تو وہ ان سے ملنے کے لئے چلا گیا۔بیت اللہ میں وہی بیٹھے ہوئے تھے حرم میں ان سے ملا اور ملنے کے بعد کہنے لگا کہ حضرت ایک درخواست ہے بڑی دیر سے مدت سے آرزو تھی کہ آپ کی کوئی خدمت کروں۔اگر آپ کوئی چیز فرما دیں تو میری خوشی کی انتہا نہیں رہی گی۔کہ فلاں خدمت کر دو فلاں کام کر دو۔تو اس پر انہوں نے فرمایا کہ کیا کہہ رہے ہو کہاں بیٹھے ہو۔بس اتنا کہتے ہی ڈر گیا۔متوجہ ہو گئے انتباہ ہو گیا۔کہ اللہ کے گھر میں بیٹھ کے خدا کے گھر میں بیٹھ کے تجھ سے مانگوں۔اللہ کے گھر میں بیٹھ کے تجھ سے مانگو ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی کے گھر میں بیٹھا ہوا مہمان کسی اور گھر سے روٹی مانگے۔اس کی کتنی توہین ہے۔اور اپنی کتنی بڑی حماقت ہے۔تو فوراً متنبہ ہوا۔انہوں نے کہا کہ حضرت غلطی ہو گئی معاف فرما دیں۔اٹھ کے چلے گئے۔لوگوں سے پوچھا کہ حضرت کہاں رہتے ہیں۔انہوں نے کہا وہ فلاں محلے میں رہتے ہیں۔

پھر مصافحہ کیا اور آگے بڑھ گئے۔اور کہا اسی خواہش کے لئے آیا ہوں کہ کوئی خدمت کرنے کا جی چاہتا ہے۔آپ فرمادیں تو بہت خوشی ہوگی۔تو اس پر انہوں نے فرمایا یہ بزرگ کہنے لگے کہ تجھ سے کیا مانگیں۔دین مانگیں، دنیا مانگیں۔تو خود بتا میں تجھ سے کیا مانگوں دین مانگو دنیا مانگوں۔کہا دین تو ہم آپ سے سیکھیں گے۔دنیا کی بات کہہ رہا ہوں۔کہ دنیا کی کوئی چیز فرمادیں۔انہوں نے فرمایا یہ دنیا تو میں نے اس سے بھی نہیں مانگی۔جس کی ساری ہے تیرے پاس تو یہ چھلکا ہے تیرے پاس۔جس کی ساری ہے اس سے بھی کبھی نہیں مانگی۔یہ کوئی لینے کی چیز ہی نہ رہے اندر۔یہ حاصل کرنے کی چیز ہے ہاتھ لگانے کی چیز بھی نہیں ہے۔سوائے ھدایت کے کوئی خواہش نہیں ہے کسی چیز کی۔

اور یہ صرف اس بزرگ کی کسی صوفی کی بات نہیں ہے۔محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ یہی ہے۔سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسوہ یہی ہے۔مدینہ طیبہ کا حدیث پاک میں آیا اللہ جل جلالہ نے جبرائیل علیہ السلام کو۔جبرائیل علیہ السلام آئے انہوں نے عرض کی کہ اللہ جل جلالہ کہتے ہیں کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں کہ دونوں پہاڑ جو ہیں مدینہ کے ان دونوں کو سونا بنا دیں اور آپ کے ساتھ چلا کریں۔دائیں بائیں۔ایک پہاڑ سونے کا دائیں اور ایک بائیں۔دائیں والوں کو دینا ہو تو بائیں نہ جانا پڑے وہیں سے کاٹ کاٹ کے دیتے رہیں ٹکڑے۔سونے چاندی کے دو پہاڑ آپ کے ساتھ چلا کریں اپنی ضرورتوں میں استعمال کریں؟

اس پر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا یا اللہ یہ چاہتا ہوں کہ ایک وقت کھانے کو ملے کہ شکر ادا کروں اور ایک وقت میں نہ ملے تا کہ صبر کروں۔یہاں کی کسی چیز کی خواہش نہیں۔یہ کون دے رہا۔جو مالک ہے وہی دے رہا ہے کسی اور سے نہیں مانگنے

کی بات ۔ کسی اور سے لینے کی بات نہیں ہے۔کوئی درمیان میں نہیں ہے واسطہ۔لیکن یہاں کی کسی چیز کی خواہش نہیں ہے اندر۔اور بدقسمتی سے دین کو سمجھنا چھوڑ دیا گیا اور دین یہ سمجھا گیا کہ پتہ نہیں کیا ہے اور ایک تماشہ بنالیا ہے۔سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس طرح سے شرک کی گندگی کرید کرید کر اندر سے نکالی ہے شرک کی غلاظت اور گندگی۔اس کو کرید کرید کے نکالا ہے کہ کوئی ذرہ بھی نہ رہے دل میں صاف ہوجائے بالکل اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھرپور کوششیں کی ہیں ہر دل کے اندر سے یہ دنیا کی محبت کی غلاظت کو نکال نکال کے صاف کر دیا جائے بالکل ۔اس لئے کہ اگر یہ اندر رہے تو مجرم ہی مجرم رہے گا۔اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔

حُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ(۱)

دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔اگر دنیا کی محبت کا ذرہ اندر موجود ہے تو گناہ کی لگی ہوئی ، یہ پھر لوٹ آئے گی۔پھر تن آور درخت بن جائیگا۔اس غلاظت سے جب اندر کو صاف نہیں کیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکہ کی زندگی میں یہ رؤسائے مکہ اکٹھے ہو کے آئے ۔جن کے دماغ آخری درجہ کے خراب ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم آخری درجے کے بے وقوف ہیں۔آخری درجے کے بدو ہوتے ہیں وہ سمجھتے یہ ہیں کہ ہم سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں ہے۔یہ آئے اور آ کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہنے لگے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتایئے کہ اگر آپ کے ہاتھ یہ ملک آجائے تو ہمارا حصہ کیا ہوگا کہ اگر اس کی نشان دہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر دیں تو ہم آجائیں آ کے شامل ہوجائیں۔سودا کرنے

(۱) حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء: ج۶ ص۳۸۸

آئے۔ اگر ملک آپ کے ہاتھ میں آجائے تو ہمارا کیا حصہ ہوگا ہمیں کیا ملے گا۔ اسکی کوئی نشان دہی ہوجائے تو ہم آ کے شامل ہوجائیں آپ کیساتھ۔

اس کے جواب میں سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم میرے ساتھ شامل ہوجاؤ میری بات پہ آجاؤ میری بات مان جاؤ۔ تو میں جنت کا وعدہ کرسکتا ہوں۔ صرف جنت کا۔ کیا مطلب ہے اگر آنا ہو جنت کے لئے آؤ۔ یہاں کیلئے ہمارا کوئی سودا نہیں۔ یہاں کا کوئی معاملہ ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ کیا ہوگا کیا کرتے ہیں اللہ جل جلالہ کیا صورت پیدا ہوتی ہے۔ جو بھی ہوجائے وہ ٹھیک ہے۔ یہاں کا کوئی معاملہ نہیں ہے ہمارے پاس۔

حضرت زکریا علیہ السلام چیرے گئے درمیان میں سے۔ چیرے گئے درمیان میں سے آدھو آدھ کر دیئے گئے۔ ایک نبی آیا ساری زندگی محنت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے انبیاء علیہم السلام دکھلائے گئے ایک نبی نے ساری زندگی میں محنت کی ہے۔ اور صرف ایک آدمی مسلمان ہوا۔ اللہ کی قسم یہ نبی بھی اسی طرح کامیاب ہے جس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کامیاب ہیں۔ کوئی فرق نہیں اس میں اس لئے کہ ان کے ذمہ بھی محنت کرنا ہے۔ اِن کے ذمہ بھی محنت کرنا ہے۔ انہوں نے محنت کی نتائج اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ انہوں نے محنت کی کروڑوں نہیں اربوں داخل ہوئے ان کی محنت سے ان کی محنت سے ایک ہی آیا ہے۔ وہ بھی کامیاب ہیں۔ اس لئے کہ انہوں نے محنت اپنی پوری کر لی۔ انہوں نے بھی محنت پوری کر لی۔

یہاں کی چیزوں کی اعتبار سے ہم کامیابیاں نہیں دیکھا کرتے ہیں۔ یہ یہودیوں کا راستہ ہے یہاں کی کامیابیاں۔ ہمیں کچھ نہیں دیکھنا ہے یہاں کا۔ جس سے کہا وہ جنت کا وعدہ ہے۔ جنت کا وعدہ ہے یہاں کی کوئی بات نہیں کی۔ ہم اسے بانٹنے

کے لئے نہیں آئے۔اوراس کوتو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی خلافت کے اندر داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ہماری زندگی اس پر موقوف بھی نہیں ہے۔ہماری زندگی اس پر موقوف نہیں اس کائنات پر۔اس کائنات کی زندگی ہم پر موقوف ہے۔ہماری سب سے بڑی حماقت یہ ہے کہ ہم اپنی زندگی کواس پر موقوف سمجھتے ہیں۔کائنات پر ہماری زندگی موقوف نہیں ہے۔ہماری زندگی اللہ بناتے ہیں۔نہ زمین پر موقوف ہے نہ بادلوں پر موقوف ہے۔نہ ستاروں پر موقوف ہے، نہ پانی پر موقوف ہے۔ہماری زندگی ان پر موقوف نہیں ہے۔ان سب کی زندگی ہم پر موقوف ہے۔جیسے دوپہر کوذکر کیا تھا۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴿٤١﴾(١)

اگر ہم ٹھیک ہوجائیں تو ساری کائنات ٹھیک چلے گی۔ہوائیں وقت پر چلیں گی۔بادل وقت پراٹھیں گے۔بارشیں وقت پر ہوں گی۔پانی زندگی کا سامان بنے گا موت کا سامان نہیں بنے گا۔اگر ہم ٹھیک نہ رہے۔کوئی چیز ٹھیک نہیں چل سکتی۔زمینوں میں زلزلے آئیں گے۔دس ہزاراور بیس ہزار کی خبر آئی صرف یہی کل کا زلزلہ ہندوستان کا۔بمبئی سے لیکر مدراس تک کا علاقہ تباہ ہوگیا۔یہ محض تخمینی خبریں جو آیا کرتیں ہیں۔اس کا کوئی وجود نہیں ہوا کرتا۔کہاں کہاں کتنی بڑی دنیا تباہ ہوگئی ہے چند سکینڈوں کے اندر۔زمین پھٹ گئی۔گاؤں کے گاؤں علاقے کے علاقے تباہ ہو گئے۔نہ کوئی آدمی رہا ہے نہ کوئی مکان رہا ہے۔پانی گررہا ہے اوپر سے۔ہم غلط ہوں گے زمینوں پہ زلزلے آئیں گے۔پانی جو زندگی کا سامان ہے وہ موت کا سامان بن

(١) روم:٤١

جائے گا۔زمین جوزندگی کا سامان بناتی ہے۔یہ موت کا سامان بن جائے گی انسانوں کے لئے۔یہ ہمارے اعمال ہیں ہمارے کرتوت ہیں۔

اس بناء پر بنیادی علم غلط ہے ہمارا۔ہماری زندگی چونکہ اس پر موقوف ہے۔اس بناء پراس کے پیچھے مرتے پھررہے ہیں۔اس پر موقوف نہیں ہے ہماری زندگی۔ہماری زندگی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجود اقدس سے نکلنے والے اعمال پر۔حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکلنے والے اعمال یہ کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے صاف صاف،جواس کو بڑی چیز سمجھتا ہے وہ سوچتا ہے کہ میں کہاں ہوں اور کس درجے کا مسلمان ہوں۔اور کیسے مسلمان کہتا ہوں اپنے آپ کو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگراللہ کے نزدیک دنیا کی قیمت ایک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کوایک گھونٹ پانی کا بھی نہ دیا جاتا۔(۱) لیکن اتنی بھی اللہ کے ہاں نہیں ہے۔جواس کو قیمتی سمجھتا ہے اوراس کے لئے لڑتا مرتا ہے۔اسی کے لئے لڑتا ہے اسی کے لئے جیتا ہے اسی کے لئے مرتا ہے۔بلکہ اسی کے لئے قتل عام کرتا ہے اوراسی کے لئے اپنا سب کچھ تباہ کرتا ہے اندر باہر کا سب کچھ تمام احباب تباہ کرتا ہے۔اپنا سب کچھ لگاتا ہے۔اسی پر اسی داؤ پر لگاتا ہے۔وہ نہ اسلام سے واقف ہے نہ اپنے آپ سے واقف ہے۔

کائنات اصل نہیں ہے۔اصلِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ہماری زندگی کائنات سے نہیں بنتی بلکہ اصل کائنات،جو کائنات کی اصل اور بنیاد ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم،کائنات کواللہ نے اس لئے بنایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنا تھا۔اصلِ کائنات وہ ہے۔اصلِ کائنات کے وجود اقدس سے نکلنے والا ایک ایک عمل

(۱) جامع ترمذی: ح ۲۳۲۰۔ابن ماجہ: ح ۴۱۱۰

یہ آخری بات عرض کر رہا ہوں۔ایک ایک عمل اللہ کی قسم اتنا طاقت ور ہے کہ کسی ایک ایٹم میں اتنی طاقت نہیں ہے۔حضور ﷺ کی انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوا ہے کہ نہیں۔ یہ تو قرآن کا قصہ ہے۔انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہوا۔کیا دکھلا گئے وہ۔حضور ﷺ کوئی تماشے دکھانے نہیں آئے تھے۔ہمارا ایمان بنانے آئے تھے۔حضور ﷺ کے انگلی کے اشارے سے چاند دوٹکڑے ہو گیا۔

ایک وقت آئے گا کہ لوگ توازن اسی میں سمجھیں گے کہ طاقت کا توازن چاند کے قریب ہونے یا چاند پہ اتر جانے یا چاند پر پہنچ جانے میں کیا جائے گا۔یہ پچھلے سالوں میں یہی تو دیکھتے رہے۔کہ جی وہ امریکہ پہنچ گیا چاند کے قریب انہوں نے کہا یہ طاقت اوپر آگئی۔انہوں نے کہا وہ روس اتر گیا چاند پر انہوں نے کہا وہ آگے بڑھ گیا۔انہوں نے کہا وہ امریکہ مٹی لے آیا انہوں نے کہا وہ آگے بڑھ گیا۔جس چیز کو تم نے طاقت کا توازن بنایا ہے کہ سب سے بڑا طاقت ور وہ ہے جو چاند پر پہنچ جائے۔

نبی ﷺ زمین پر رہتے ہوئے چاند کو دوٹکڑے کر چکا ہے۔کوئی طاقت نہیں ہے اس میں۔اپنے نبی ﷺ کے اعمال کو دیکھو۔چاند واند سے کیا ہوتا ہے۔میں ایک دن گھر آیا تو چھوٹا بچہ رو رہا تھا دروازے کھولتے ہی میں نے کہا کیوں بھائی۔خیر وہ بھی خوش ہو گیا مجھے دیکھ کے گلے لگ گیا۔میں نے کہا تو کیوں رو رہا تھا۔تو اس کی ماں کہنے لگی کہ وہ بلب کو ہاتھ لگانا چاہتا ہے۔بلب لگا ہوا تھا اس نے کہا اس کو ہاتھ لگانا ہے۔میں نے کہا میرا بچہ چاند پہ جانا چاہتا ہے کیوں نہیں جانے دیتی۔بھائی بلب ہی تو ہے چاند اور کیا چیز ہے۔تو میں نے بچے کو اوپر کیا میں نے کہا لگاؤ ہاتھ بے شک۔میں نے کہا کب لگا یا انہوں کہا اب لگایا ہے۔سبز تھا زیرو کا بلب۔زیرو کا بلب تھا اس نے گرم کیا ہونا تھا میں نے کہا لگاؤ ہاتھ بھائی۔تو اس نے ذرا ہاتھ لگایا خوش ہو گیا۔یہ

ہمارا بچہ چاند پہ پہنچ گیا۔اور چاند پہ پہنچنے سے اس سے اور کیا ہے زیادہ۔یہ ہمارا گھر اللہ نے بنایا ہے ہمارے رہنے کے لئے،اس کے اندراس نے بلب بھی لگائے ہیں پانی کا انتظام بھی کیا ہے۔چشمے بھی لگائے ہیں سب انتظام کئے ہیں ہمارے لئے،اورخوراک کا انتظام بھی ہے سب چیزوں کا ہمارے پٹرول کا انتظام بھی ہے سب چیزیں ہماری جتنی بھی ضرورتیں ہیں ساری اسی چاردیواری کے اندررکھی ہیں ہمارے گھر میں۔یہ دنیاہمارا گھر ہے۔اس گھر کواس کو یہ سمجھنا کہ یہ بہت بڑاعلم ہے۔

وہ ہمارے یونیورسٹی کے وائس چانسلر کہنے لگے کہ مفتی صاحب! ہماری ایک تقریب ہے۔اس میں آپ کوضرورآنا ہوگا۔تومیں نے کہا کہ یونیورسٹی میں کوئی تقریب ہےتو مجھےکوئی کام بتاؤ میں آجاتا ہوں۔تو کہنے لگے کہ کام سے کیا مطلب۔میں نے کہا کہ بھائی اگرتم سب نے نماز پڑھنی ہواورکہوکہ آجاؤتو سارے نماز پڑھ لیں گےتو یہ بھی کام ہے میں کسی کام کے لئے آجاؤں گا۔کہنے لگے کہ یہ تو ہماری بے بسی ہوگی کہ ملک کا صدرآرہا تھا۔یہ تو ہمارے ہاتھ میں نہیں ہوتا دوسروں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔تومیں نے کہا کہ کام کوئی نہ ہوتو مجھےتوکوئی اعزاز حاصل کرنا نہیں ہے کہ میں آجاؤں۔کام بتادوتو میں آجاؤں گا۔

آدمی یہیں تھا کہنے لگے مفتی صاحب یہ بتایئے کہ ہماراعلم جو ہے سائنس کا اس کوآپ علم تومانتے ہیں نا۔میں نے کہاہاں بالکل علم مانتا ہوں۔مگر ہے یہ زنانہ قسم کا علم۔مردانہ علم نہیں ہے۔کہنے لگے مفتی صاحب یہ زنانہ کیسے ہوگیا؟ میں نے کہا تیرا گھر بھی ایسا ہی ہے۔پردہ دارا چھا گھر تھا شریف آدمی تھا۔میں نے کہا تیرا گھر بھی ایسا ہی ہے میرا گھر بھی ایسا ہی ہے۔میرے خیال میں تیرامیرا حال بھی برابر ملتا جلتا ہوگا۔زیادہ اٹھنا بیٹھنا تونہیں ہوالیکن میرا خیال ہے کہ ایک طرح کا ہوگا۔گھر میں ہمارے

چینی بھی رکھی، گھی بھی رکھا ہے، سوجی بھی رکھی ہے، ہر چیز کھانے پینے کی رکھی ہوتی ہے۔ چینی بھی پڑی ہوئی ہے، گھی بھی پڑا ہوا ہے، سوجی بھی پڑی ہوئی ہے۔ سوجی کتنی ڈالنی ہے، گھی کتنا ڈالنا ہے، کھنڈ کتنی ڈالنی ہے اور حلوہ کیسے بنے گا یہ آگے مجھے معلوم نہیں۔ اس میں کھانڈ کہاں رکھی چینی کہاں رکھی ہے سوجی کہاں رکھی ہے یہ مجھے معلوم نہیں۔ میری بیوی کو معلوم ہے۔ یا بچیوں کو معلوم ہے۔ یہ میرے علم میں نہیں ہے۔

سب کچھ صحیح معلوم ہے بالکل یقین کے ساتھ ہلدی بھی موجود ہے دال بھی موجود ہے مرچیں بھی موجود ہیں نمک بھی موجود ہیں سب چیزیں موجود ہیں۔ لیکن یہ کتنی کتنی ڈالنی ہے کہ دال صحیح بن جائے گی میری بیوی جانتی ہے میں نہیں جانتا۔ اور کہاں کہاں رکھی ہے یہ میں نہیں جانتا۔ یہ میری بیوی جانتی ہے کہ کہاں کہاں رکھی ہے کس صندوق یا برتن میں ڈالی ہوئی ہے۔ یہ کائنات میں جتنی چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ ان میں سے پٹرول کہاں ہے؟ پانی کہاں ہے؟ تانبا کہاں ہے؟ شیشہ کہاں؟ پلاٹینیم کہاں ہے؟ ایٹمی ذرات کہاں پر ہیں؟ کیا کیا چیزیں کہاں کہاں پر ہیں۔ ان کو کتنا ملائیں، کیا کیا ملائیں گے، کیا کیا بن جائے گا؟ فلاں چیز ملاؤ گے ہوائی جہاز بن جائے گا۔ فلاں چیز ملاؤ گے بحری جہاز بن جائے گا۔ فلاں فلاں چیزوں کا ملاؤ گے توپ بن جائے گا۔ فلاں فلاں چیزوں کو ملائیں گے یہ بن جائے گا۔ یہ سارا زنانہ قسم کا علم ہے۔ مردانہ قسم کا علم اس میں کوئی نہیں ہے گھر کا علم ہے اندر کا۔

کہنے لگے مردانہ کیا ہوا؟ میں نے کہا مردانہ تو باہر کا علم ہے۔ یہ باہر کا جتنا علم ہے وہ میرے پاس ہے۔ وہ ہے موت سے لے کر ابدالآباد کی زندگی جنت کی یہ سارا مردانہ علم ہے باہر کا مجھے یاد ہے ہم سارا اپنے ساتھ لیکر آجائیں گے۔ وہ یہاں کہیں نہیں ہے۔ وہ یہاں رہنے والوں کو اندازہ بھی نہیں ہے۔ کہ وہ چیزیں کیسے حاصل ہوتی ہیں۔

وہ کہاں کہاں پر ہیں۔ وہ کیسے کیسے ملتی ہیں۔ اس کے لئے یہ زنانہ علم کو کوئی پتہ نہیں ہوتا۔ اس لئے اس زنانہ علم پر اکتفانہ کرلو، زنانہ علم بھی سیکھنا چاہیے مردانہ زندگی گزارنے کے لئے۔ کہنے لگے مفتی صاحب! یہ تو یونیورسٹی میں کہنے والا مضمون ہے کسی وقت میں۔ میں نے کہا کسی وقت میں کہہ لینگے اس وقت میں اسکا موقع نہیں ہے اس کا۔

تو بھائی میں یہ عرض کرر ہا تھا۔ کہ ہم نے اصل کائنات حضرت محمد ﷺ کو بھلا دیا ہے اور کائنات کے پیچھے پڑ گئے۔ کائنات کی حیثیت کوئی نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! یہ کائنات بے قیمت ہے اور جس کے پاس یہ کائنات بڑھتی چلی جائی گی وہ اور بے قیمت ہوتا چلا جائے گا۔ بے قیمت کے بڑھنے سے آدمی کی قیمت نہیں بنتی ہے۔ قیمتی چیزوں کے جمع ہونے سے آدمی کی قیمت بڑھا کرتی ہے۔ حضور ﷺ کے اعمال سے زندگی بنتی ہے ایمان سے زندگی بنتی ہے۔ اخلاق سے زندگی بنتی ہے۔ ایک ایک چیز اتنی طاقتور ہے۔

حضور ﷺ کی اتباع میں ایک سجدہ حضور ﷺ کی اقتداء میں ایک دعا کائنات کو الٹ کرر کھ دے۔ واقعی کائنات الٹ کے رکھ دے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اتنا مارتے تھے بے چاروں کو، اس لئے کہ سمجھتے تھے کہ طاقت نہیں ہے اور یہ نہیں سمجھتے تھے کہ داعی کی کتنی بڑی طاقت ہوتی ہے۔ اور دعوت میں کتنی بڑی طاقت ہے۔

جتنے بھی حضور ﷺ کے جسم سے نکلنے والے اعمال ہیں ان میں سب سے زیادہ طاقت والا عمل دعوت ہے۔ تمام اعمال کی ماں ہے دعوت۔ تمام اعمال کی پیداوار جو ہوتی ہے وہ دعوت سے ہوتی ہے۔ اس بناء پر اس کو ماں کہہ رہا ہوں۔ تمام اعمال کی ماں ہے دعوت۔ اس امت کے لئے مقصد حیات بنایا ہے حضور ﷺ نے۔ جتنی بڑی مدد اللہ کی دعوت والے کے ساتھ ہوتی ہے۔ اللہ کی قسم کسی عمل پر بھی اتنی مدد نہیں آتی ہے۔

سب سے بڑا عمل سارے اعمال کی ماں، اور سارے اعمال سے زیادہ اس سے اللہ کی مدد ہوتی ہے۔ لیکن وہ نادان یہ سمجھتے تھے کہ نوح علیہ السلام کے ساتھ لوگ تو ہیں نہیں کہ یہ تو مخلوق کو ہی دیکھتے ہیں۔ کہ مخلوق کسی کے ساتھ کیسی ہے۔ اور نوح علیہ السلام کے ساتھ تو سو کے اندر آدمی تھے کل۔ سو کے اندر کل آدمی ہیں۔ اس بناء پر بے تکلف مارتے تھے بیچاروں کو۔ جب کسی کی طرف سے جواب آنے کا خطرہ ہو۔ تو آدمی کا مکا بنتے وقت لگتا ہے۔ اور اگر کوئی خطرہ جواب آنے کا نہ ہو تو آدمی بے تکلف مارتا ہے۔ اور بھرپور مارتا ہے۔ بہت بھرپور مارا کمزور سمجھ کر۔ حالانکہ وہ کائنات کے سب سے زیادہ طاقت ور شخصیت تھے۔

اور جس وقت اس طاقت کے ظہور کا وقت آیا نوح علیہ السلام نے کیا کیا تھا۔ ایٹم بنایا تھا تم زیادہ عقلمند ہو گئے ہو ایٹم بنانے والے۔ کائنات کی ساری انسانیت جمع ہو اور اس کی دماغی صلاحتیں تو ایک نبی کے دماغ کی صلاحیت کے برابر نہیں ہو سکتیں اور ان لغویات کو ان لوگوں نے استعمال نہیں کیا ہے۔

اللہ نے آدمی کو خود کفیل بنایا ہے۔ یہ خواہ مخواہ بیساکھیوں پہ بیٹھتا پھرتا ہے کبھی ایٹم کی بیساکھی پر، کبھی کسی بیساکھی پر، یہ آدمی کی حماقتیں اور نادانیاں ہیں۔ اس کو کسی بے ساکی کا محتاج نہیں کیا اللہ نے خود کفیل ہے۔ سارے طاقتیں اس کے اندر ہیں۔ یہ اگر محنت کرے انبیاء کی دعوت والی تو اس کی زبان اتنی جاندار اور اتنی طاقت ور تھی صرف زبان کا یہ ٹکڑا اندر جو موجود ہے۔ اس کے اندر صرف کیا نکلا کہ

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ إِنَّكَ

اِنۡ تَذَرۡهُمۡ يُضِلُّوۡا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوۡۤا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝۲۷(۱)

بس اتنا زبان سے نکلا اور کئی انسانیت کا نام ونشان بھی باقی نہیں رہا۔ اتنا طاقتور ہوتا ہے نبی، نبی کا ایک عمل نبی کی ایک زبان، اور صرف زبان کی بات نہیں ہے۔ زبان سے کہنا نہیں پڑتا۔ اللہ علیم خبیر ہے۔ دل میں آجائے کہ یہ ہوجائے تو اسی وقت ہوجاتا ہے۔ دل میں آجائے کہ ہوجائے تو اسی طرح ہوگیا۔ کوئی ختم کرنے کا قصہ ہو یا آباد کرنے کا قصہ ہو ساری صورتیں۔

یہ بتاؤ کہ بالکل اس آخیر کے اس حصے کو کہہ رہا ہوں۔ کہ بدر میں فتح کس سے ہوئی باہر کی چیزوں سے ہوئی یا اندر کی چیزوں سے صرف اندر کی چیزوں سے، تمہارے پاس گھوڑے نہیں ہیں۔ تمہارے پاس اونٹ نہیں ہیں۔ تمہارے پاس ہتھیار نہیں ہیں۔ جو اس زمانے کی چیز تھی۔ تمہارے پاس تعداد نہیں ہے۔ تمہارے پاس جسمانی طاقت بھی نہیں ہے۔ بخاروں کے مارے ہوئے اٹھ کے آئے ہیں۔ بخاروں کے مارے ہوئے مدینے کے بخار کے مارے ہوئے فتح کس کی ہوئی۔ کس کی فتح ہوئی؟ اندر سے فتح ہوئی، ایمان کی فتح ہوئی یا اعمال کی فتح ہوئی۔

یا یوں کہا جائے کہ جو بات لا الٰہ الا اللہ کی کہتے رہے مکہ معظّمہ میں تیرہ سال کہ کہاں سے ہوتا ہے۔ صرف اللہ سے ہوتا ہے۔ اور کہیں سے نہیں ہوتا۔ کوئی بنانے والا نہیں کوئی بگاڑنے والا نہیں۔ کوئی لینے والا نہیں کوئی دینے والا نہیں۔ کوئی فتح کرنے والا نہیں کوئی فتح دینے والا نہیں۔ ایک اللہ صرف ایک اللہ یہی کہتے

(۱) نوح:۲۶،۲۷

رہے۔ تیرہ سال کہتے رہے پھر اللہ جل جلالہ نے باہر نکال کر مدینہ طیبہ میں پہنچا کے اور کہا
کہ جو زبان سے کہتے رہے۔ اور جو اپنے دماغ میں بساتے رہے۔ اور جس نے اپنے
دل میں جگہ لے لی اور تمہارے دل کا یقین بن گیا کہ جو ہوتا ہے اللہ ہی سے ہوتا ہے
وہ تمہیں سر کی آنکھوں سے بھی دکھا دیتے ہیں۔ اور بدر میں فتح کر کے دکھا دیتے ہیں۔
کہ واقعی اللہ کرتا ہے۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اعلان فرمایا کہ الحمد اللہ اللہ کا شکر ہے
جس نے اپنا وعدہ پورا کیا۔

وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهٗ[1]

اور اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ اکیلے اللہ نے شکست دی۔

شکست دینے والا کون صرف اللہ

اللہ نے فتح عطا فرمائی۔ اللہ نے کافروں کو شکست عطا دیدی۔ اور یہ بات ایسی
تھی دل کا یقین مسلمانوں کا آئے تین سو تیرہ کا۔ لیکن یہ اتنا بھرپور یقین تھا۔ اس کی
روشنی اتنی باہر آ رہی تھی کہ یہ ابوجہل تک بھی پہنچ رہی تھی۔ روشنی ہوتی ہے تو پھیلتی
ہے۔ وہ اپنوں پرائیوں کو نہیں دیکھتی۔ جتنی زوردار ہوتی ہے اتنی زوردار پھیلتی ہے۔
ابوجہل نے جب وہ بدر میں موجود تھا تو سب سے پہلے جو تین سو تیرہ نظر آ رہے
ہیں۔ تین چار سو کے درمیان ہیں۔ یہ اتنے نہیں ہیں۔ پیچھے کمک ہے انکی۔ پیچھے کمک
ہے۔ پرانا فوجی حربہ ہے۔ اپنی فوج کو پیچھے رکھنا۔ تو یہ فوجی حربہ ہے۔ پیچھے ان کے
کمک ہے۔

ابوجہل نے یہی رئیس تھا۔ اس نے اپنی مرکزی سی آئی ڈی کو بھیجا۔ کہ جاؤ دیکھو

---

(۱) صحیح بخاری: ۲۹۹۵

پتہ کرو، چنانچہ پوری وادی بدر سے لیکر تقریباً بارہ تیرہ میل لمبی اس وادی کو ایک ایک جگہ دیکھ کے آئے اس لئے کہ اگر اس وادی میں میرے خیال میں اگر پانچ ہزار فوج ہوتو بھی چھپائی جاسکتی ہے ایسی شاندار جگہ ہے۔تو ساری دیکھی بھالی اور واپس آئے۔ اور واپس آ کر انہوں نے لاۃ اور عزی کی قسم اٹھا کر کہا مرکزی سی آئی ڈی کے لوگوں نے کہ ان کے پیچھے کوئی کمک نہیں ہے۔ہم لاۃ اور عزی کی قسم اٹھا کے کہتے ہیں۔اس لئے اطمینان تھا کہ کہیں کمک نہیں ہے۔

جب یہ بات انہوں نے کہہ دی تو ابوجہل کھڑا ہوا اور اس نے اپنے مجمع سے مشرکین سے کہا کہ ایک بات سن لو۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ پیچھے کمک نہیں ہے۔لیکن صورت حال یہ ہے اگر ہمارا مقابلہ ہے ان سے یہ ابوجہل کی اپنی بات ہے۔دیکھو حال کیا ہو رہا ہے۔اندر کا حال کیا ہے ان کا۔ابوجہل کہہ رہا ہے ان سے کہ اگر ہمارا مقابلہ ان سے جو سامنے موجود ہیں۔تو پھر ان کو موت لے کر آئی ہے ہمارے ہاتھوں سے مرنے کے لئے۔اور اگر ہمارا مقابلہ ہے اللہ سے جسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہتے ہیں۔کہ ان سے مقابلہ اللہ سے مقابلہ ہے۔تو اللہ سے نہیں لڑا جاسکتا ہے۔ یہ اپنے لوگوں کے سامنے بیان ہے ابوجہل کا۔پیرا کھڑے ہوئے ہیں کہ نہیں۔ یہ جو پیرا کھڑے ہوئے ہیں کہ اگر اللہ سے مقابلہ ہے۔یہ یہی ان کی روشنی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روشنی جارہی ہے ایمان کی۔کہ ان کے ساتھ لڑائی اللہ سے لڑائی لڑنا ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ ایمان ہی سے اور اعمال صالحہ ہی سے کامیابی ملتی ہے۔ بلکہ صاف عرض کر دوں۔کہ سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ اور پوری کائنات میں اسی طرح حیوانیت پھیلی ہوئی تھی۔کہ جس طرح اس وقت میں حیوانیت پھیلی ہوئی ہے۔آدمی درندہ بن گیا تھا۔کسی کی عزت محفوظ نہیں تھی جان محفوظ نہیں تھی۔

حضور ﷺ کا کام اتنا ہے۔ بااختصار کہوں کہ آدمیوں کے اندر سے، آدمیوں کو جو حیوانیت میں پہنچ گئے تھے آخری درجوں تک درندگی کے درجے تک حیوانیت سے نکال کر خلافت کے درجہ پر لے آئے۔ حیوانیت سے نکا کر خلافت کے درجہ پر لے آئے۔ حیوانیت اس کو کہتے ہیں کہ لوگوں کی بگاڑ کر اپنی زندگی بنانا۔ یا کم از کم یہ کہ اپنی زندگی بنانے کی فکر میں رہنا دوسروں کا جو کچھ بھی ہوتا رہے فکر نہ کرنا۔ اس حیوانیت سے نکال کر خلافت کی سطح پر لے آئے اور خلافت اس کو کہتے ہیں کہ اپنا سب کچھ لگا کر دوسروں کی زندگیاں بنانا۔ میری زندگی لگ جائے میری جان لگ جائے میرا مال لگ جائے میرا گھر لگ جائے۔ میرا سب کچھ لگ جائے لیکن ان لوگوں کی زندگی بن جائے یہ انبیاء علیہم السلام کا اور خلافت کا طریقہ ہے۔

انسانوں کو حیوانیت سے نکال کر خلافت کے طریقوں پر لے آئے اور خلافت ان اعمال کا نام ہے۔ اپنی جان لگانا اپنی صلاحیتیں لگانا۔ اسی خلافت کے درجے پر پہنچے ہوئے لوگوں کا نام جس جگہ پر رہتے تھے اس جگہ کا نام مدینہ ہے۔ مدینہ طیبہ ہے۔ اس مدینہ طیبہ میں ایک مکان بھی پکا نہیں ہے۔ جس کو تم ترقیاں سمجھتے ہو۔ اور دنیا بھر کو احمق بنا رکھا ہے کہ بڑی ترقی ہو رہی ہے۔ یہ ترقیات نہیں ہیں یہ مسرفانہ زندگیاں ہیں۔ اور تباہی کا سامان ہے۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ⑰ (1)

لوگوں کو شیطان کا بھائی بنا رہے ہو۔ اسراف کی زندگی اس پر قرآن ہے۔

(1) الاسراء: ٢٧

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ (۱)

دنیا کومصرف بنا کراسراف کی زندگی پرلا کے سمجھنا کہ ہم ترقی پر ہیں، آگے بڑھارہے ہیں لوگوں کو۔ اللہ کی قسم! ہلاکت کے دروازے پر پہنچارہے ہو۔ خدا کو ناپسند مخلوق ہے یہ لوگ، کھانے میں اسراف، پینے میں اسراف، رہنے میں اسراف، مکان میں اسراف، ہر چیز میں اسراف، زندگی کی بنیاد ہی غلط، دوغلط چیزیں بے حیائی اوراسراف۔

نبی کی زندگی میں سادگی اورحیا، ہر چیز میں حیا۔ پہننے میں حیابولنے میں حیا۔ بیٹھنے میں حیانہانے میں حیا،کھانے میں حیاہر چیز میں حیا،حیاہی حیااور ہر چیز میں سادگی ہی سادگی۔ اورکفر کی زندگی میں اسراف بے حیائی ہر چیز میں بے حیائی۔ پہننے میں بے حیائی پھرنے میں بے حیائی ہر چیز میں اول تا آخر بے حیائی ہی بے حیائی اور ہر چیز میں اسراف ہی اسراف۔ اسراف کی زندگی ترقی کی زندگی نہیں ہے۔

میں عرض کررہا تھا کہ مدینہ منورہ کی زندگی جس میں ایک بھی پکا مکان نہیں نہ بننے دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے۔ مسجد کو کم از کم آٹھ دفعہ کوشش کی گئی پکا کرنے کی، کہ پکا کرلیا جائے، پختہ کرلیا جائے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اندازہ ہوا کہ خفیہ کوششیں شروع ہوگئی ہیں مسجد پکی بن جائے، ذرا مسجد ٹھیک ٹھاک بن جائے۔

جوتمہاری مسجدیں ہیں......اس طرح مسجد بنانے کا ارادہ نہیں تھا ان کا۔ ان کا ایسا مزاج بھی نہیں تھا۔ اتنا تھا کہ پانی اندر آجاتا تھا۔ مرکز ہے مسلمانوں کا پوری امت مسلمہ کا۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا تو بھائی چھپر ہی رہے گا جیسے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔

(۱) الاعراف:۳۱

تمام چھپر ہیں۔حضور ﷺ کا گھر بھی چھپر ہے۔ایک پکا مکان نہیں ہے اور سارے چھپر خالی ہیں۔کسی گھر میں کوئی سامان نہیں ہے۔اماں جان کہتی ہیں کہ میں نے تین تین چاند ایسے دیکھے ہیں کہ ہمارے گھر میں آگ نہیں جلی ہے۔اور آخری دن کی بات کہتی ہیں کہ جس دن حضور ﷺ کا انتقال ہوا ہے اس رات جلانے کے لئے میرے گھر میں تیل موجود نہیں تھا۔میں پڑوسن کے گھر قرض مانگ کے لائی تھی کہ بعد میں ادا کر دوں گی۔گھر خالی ہے کوئی چیز نہیں ہے۔اور خلافت قائم ہے۔

خلافت پوری قائم ہے۔اب اپنوں کے مقدمات بھی یہ فیصلے کرتے ہیں آخری درجے کے۔فوجداری مقدمات،اپنوں کے فوجداری کے مقدمات کے فیصلے بھی یہی ہوتے ہیں۔اور غیروں کے یہودی بھی فیصلے انہیں سے کرواتے ہیں۔خلافت پوری قائم ہے۔اور اس میں خلافت صرف اعمال سے قائم ہے صرف اعمال سے۔ان کے پاس کوئی باہر کی چیز نہیں ہے تمہاری طرح صرف ایمان اور اعمال ہیں۔حضور ﷺ کے بدن سے نکلنے والی ہر چیز ان کے اندر موجود ہے۔ایمان کامل موجود ہے۔نمازیں بہترین موجود ہیں۔نماز ہے روزہ ہے حج ہے زکوۃ ہے جتنے بھی اعمال ہیں اول تا آخر تک حضور ﷺ کے جتنے اعمال ہیں۔ان میں آخری حدوں تک پہنچے ہوئے ہیں۔آخری حدوں تک۔

ہمارے استاد تھے مرحوم مولانا بدر عالم صاحبؒ مدینہ طیبہ میں ہی چلے گئے ہجرت کر کے وہیں رہے وہیں انتقال فرما گئے۔ایک دن میں مدینہ طیبہ میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا عصر کے بعد ان کے بچے تھے آفتاب وہ ڈاک لکھ رہے تھے۔ایک خط تھا بچے نے پڑھ کے سنایا۔کہ فلاں آدمی کا انہیں خبر تھی کہ فلاں آدمی کا انتقال ہوا تو اس کی تعزیت میں جوابی خط لکھا کہ فلاں آدمی کے انتقال کی خبر ملی۔بہت صدمہ ہوا۔

اللہ جل جلالہ اس کی مغفرت فرمائے، درجات بلند فرمائے، جو الفاظ کہے جاتے ہیں تعزیت کے الفاظ ہیں۔ جواب لکھا جاچکا۔ تو انہوں نے دوبارہ کہا کہ خط دوبارہ پڑھو۔ بچے سے کہا کہ دوبارہ سناؤ۔ دستور بھی یہی تھا کہ خط لکھواتے اور پھر دوبارہ سناتے کہا سناؤ۔ سنانے کے بعد پھر اس پر دستخط کرتے تھے۔ اور ڈاک روانہ ہوجاتی تھی۔ آفتاب نے دوبارہ خط سنایا۔ تو اس خط کو جب یہاں پہنچے کہ فلاں کا انتقال ہوا بہت صدمہ ہوا یہاں تک جب پڑھا اس نے تو اس سے کہا دوبارہ پڑھو اس کو تو پھر انہوں نے پیچھے سے پڑھا اور کہا کہ آپ کا خط ملا فلاں کے انتقال کی خبر تھی بہت صدمہ ہوا۔ تو فرمایا کہ یہ بہت کاٹ دو۔ تو انہوں نے بہت کاٹ دیا ہوگئی تب ڈاک روانہ ہوا۔

جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ حضرت یہ بہت والا کیا قصہ تھا؟ سمجھ میں آ گیا تھا اسی وقت، لیکن انہی کے زبانی سننے کے لئے میں نے کہا کہ حضرت یہ کیا قصہ تھا بہت والا؟ فرمانے لگے چونکہ عادت ہے بہت صدمہ ہوا کہنے کی۔ میں نے اپنے اندر جھانکا تو بہت صدمہ نہیں تھا۔ صدمہ تھا صرف۔ تو میں نے کہا جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے (بہت لکھنا)۔ جب صدمہ نہیں ہے تو جھوٹ بول رہا ہے۔ اتنے حساس ہوتے ہیں یہ لوگ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والے اعمال کی برکت سے روشنیاں ملتی ہیں۔ تو اتنے حساس ہوتے ہیں۔ کہ کسی موقع پر شائبہ بھی جھوٹ کا نہ ہو۔ شائبہ بھی جھوٹ کا نہ ہونا چاہیے۔ یہ تمام غلط اعمال سے بچنے اور تمام اچھے اعمال کے مجموعہ کا نام خلافت ہے اور ایسی شاندار خلافت تھی۔

بالکل آخری بات کا آخری حصے عرض کررہا ہوں۔ کہ خلافت قائم تھی۔ اور ایسی شاندار خلافت تھی کہ اب بھی تاریخ کی شہادت کی بنیاد پر ایک کھرب مرتبہ قسم اٹھا کر کہا جاسکتا ہے۔ اور جو قسم اٹھائے گا حانث نہیں ہوگا۔ کہ اللہ کی قسم ایسی شاندار اور

پاکیزہ اور پرلطف زندگی اللہ نے کسی کونہیں دی ہوگی جومدینہ والوں کونصیب ہوئی۔ ہر آدمی کی عزت محفوظ ہے ہرآدمی کی جان محفوظ ہے ہرآدمی کا مال محفوظ ہے۔اورآپس میں اتنی انتہاء کی الفتیں ہیں۔کہ کبھی لوگوں نے نہ بھائیوں میں دیکھی تھیں نہ بہنوں میں دیکھیں تھیں۔نہ باپ بیٹے میں دیکھیں تھیں۔نہ بیٹی ماں میں دیکھی تھیں ایسی الفتیں تھیں بے پناہ۔یوں معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ سارے ایک گھر کے آدمی ہیں۔

بقول مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اگر مدینہ طیبہ کی آبادی دس ہزار کی فرض کی جائے۔فرض کی جائے کہ دس ہزار آبادی تھی۔تو ہرآدمی کونو ہزارنوسوننانوے آدمیوں کی حمایت حاصل تھی۔ایک بھی کسی کے خلاف نہیں تھا۔جس کی نو ہزارنوسوننانوے آدمی ان کی فکر میں ہوں ان کی اللہ کیوں نہ زندگی بنائے۔سب کی زندگی بنی ہوئی ہے۔فاقے پانچ پانچ دن کے فاقے۔تین تین دن کے فاقے ہیں۔پہننے کونہیں ہے کھانے کونہیں ہے۔گھر کا کوئی سامان نہیں ہے۔لیکن اتنی پرلطف زندگی ہے۔اور ایسے خودکفیل بن کے دنیا کودکھلا دیا ہے کہ ہم کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔باہر کے کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں۔

یہ ہے خودکفالت اوردوستو! آدمی کی قیمت اندر کی چیزوں سے بنتی ہے باہر کی چیزوں سے نہیں بنتی۔اگر کتا چھپر میں بیٹھا ہوتو بھی کتا ہے۔اوردس کروڑ کے محل میں بیٹھا ہوا ہوتو بھی کتا کتا ہی رہتا ہے۔باہر کے محلات سے آدمی بڑا نہیں بنتا ہے۔ایمان والا اخلاق والا اعمال صالحہ والا جھونپڑا میں رہنے والا ہو۔کوئی چیز بھی نہیں ہے اس کے کھانے پینے کی کوئی چیز بھی نہیں ہے۔اس کے اعمال وہی اس کی وجاہت ہیں وہی اس کی فتح ہیں۔وہی اس کی قوت ہیں وہی اس کا سب کچھ ہے۔اس کی حفاظت ہیں۔وہ سب سامان ہے سب سے بڑا سامان ہے۔بدقسمتی ہماری یہی کہ کائنات کی

چیزوں کی قدرومنزلت اندر بیٹھ گئی۔اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم سے نکلنے والے اعمال کی قدرمنزلت اندر نہیں رہی۔خدا کے واسطے اس دعوت کو اٹھاؤ۔یہ زندگی اعمال سے بنے گی اور جب تم اعمال سے پلنا سیکھ لوگے۔اپنی زندگی اعمال سے گزارنا سیکھ لوگے۔ تو اللہ ان اعمال پر تمہیں فتوحات بھی نصیب فرمائیں گے اور عالم میں وہ زندگی عطا فرمائیں گے۔جو اس وقت میں مدینہ والوں کو عطا ہوئی تھی۔یہ نہیں تھا کہ یہ دس ہزار آدمی آرام سے زندگی بسر کررہے تھے۔یہ ایسی ولایت اور ایسی خلافت تھی کہ یہاں بیٹھے ہوئے تھے مدینہ میں اور ساری دنیا میں رعب تھا۔

ایک دفعہ چین کو جب فارس والوں نے کہا تم اگر ہماری فوجی امداد مدد کرو۔ہم مسلمانوں کی قوم بڑھتی جارہی ہے اور آگے نکلتی چلی جارہی ہے،اس کے سامنے بند باندھنا چاہتے ہیں۔چین نے جواب میں لکھا تھا کہ ہم آپ کی مدد کرنے کیلئے تیار ہیں اور اتنی فوجی امداد دیں گے کہ امداد کا پہلا حصہ تمہارے ہاں ہوگا اور آخری حصہ ہمارے ہاں ہوگا۔اتنی بڑی امداد دے سکتے ہیں۔چین نے اس زمانے میں کہا تھا۔ لیکن ساتھ ہی یہ کہا کہ تمہیں یہ بات بتادیں کہ قوم اندر سے بڑھ رہی ہے۔باہر سے نہیں بڑھ رہی ہے۔اس لئے بند باندھنا اس قوم کا تمہارے بس کا نہیں ہے۔چاہے ہماری مدد پہنچ بھی جائے تمہیں شکست ہی شکست ہوگی فتح نہیں ہوگی۔قوم ہے یہاں بیٹھی ہوئی ہے چند لاکھ کی تعداد ہے کہ چین آخری حصہ میں مشرق میں وہ وہاں بیٹھا کانپ رہا ہے۔اس پر بھی رعب ہے۔

بلکہ اس زمانے میں جتنی سلطنتیں تھیں ہندوستان تھا سب سے بڑی سلطنت چین کی تھی دوسرے نمبر پر ہند تھا۔تیسرے نمبر پر حبشہ تھا۔اور یہ روم اور فارس دو چھوٹی سلطنتیں تھیں۔لیکن ترقی یافتہ تھیں ظاہر زندگی کے اعتبار سے۔یہ پانچ ساتھ ریاستیں

جتنی بھی تھیں کفر کی یہ ساری کی ساری سمجھتی تھیں ان کے ذہنوں میں اسی طرح بات تھی جس طرح اس وقت میں ہمارا مسلمان حکومتیں اور چھوٹی حکومتیں جتنی بھی ہیں دنیا میں کہ دو چل رہی تھیں۔ اب اس وقت میں ایک ہے دوسری بھی موجود ہے لڑک رہی ہے کوئی کہتا ہے سر کٹ گیا ہے کوئی کہتا لات کٹ گئی ہے۔ کوئی کہتا ہاتھ کٹ گیا ہے۔ لیکن بہرحال تڑپ رہی ہے لاش تڑپ رہی ہے۔ پھر رہی ہے یہیں پر۔

کہ سب کے ذہن میں یہی تھا کہ اگر یہاں رہنا ہے دنیا میں تو بھائی یا تو امریکہ کے ساتھ جوڑ بٹھانا ہوگا یا روس سے جوڑ بٹھانا ہوگا۔ ان سے جوڑ بٹھائے بغیر زندگی نہیں گزر سکتی ہے کے نہیں یہ بات۔ بالکل سو فیصد جتنے بڑے چھوٹے ہیں سب کا یہی حال ہے۔ کہ جب تک ان سے جوڑ نہیں بٹھائیں گے تب کچھ نہیں کر سکتے۔ اور جب کچھ کرنے لگتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ امریکہ کہیں ناراض تو نہیں ہے۔ یا وہ فلانہ ناراض تو نہیں ہے۔ اگر وہ ناراض ہے تو وہ تجویز ہی واپس لے لیتے ہیں۔ باہر ہی اس کو اخباروں میں بھی نہیں رہنے دیتے۔ جب کوئی تجویز آ بھی جاتی ہے تو اس کو وہیں غائب کرنے کی کوشش کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائیں کہیں۔

اُس زمانے میں مسلمان قوم ایسی موجود تھی مدینہ میں کہ ہر ملک والے جب کچھ کرنا چاہتے تھے تو دیکھتے تھے کہ اس پہ وہ تو ناراض نہیں ہیں۔ مسلمان کو دیکھ کے اور ہر ایک کے ذہن میں یہی تھا کہ اللہ نے ایسا رعب عطا فرمایا تھا۔ کہ جب تک ان کے ساتھ جوڑ نہیں بٹھائیں گے ہم زندہ نہیں رہ سکتے۔ اللہ جل جلالہ آج بھی وہ عزتیں وہ قوتیں اور وہ رعب دینے کے لئے تیار ہے بشرطیکہ انہیں اعمال پہ آ جائیں جن اعمال پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چھوڑ کر گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اعمال کی طاقت کو چھوڑ کر کائنات کے ذروں کی طاقتوں کے پیچھے پھرنا یہ انتہا درجہ کی نادانی ہے۔ اس

نادانی والے راستے پر بہت چل کے بہت رسوا ہو چکے اب اس راستے کو چھوڑ کر حضور ﷺ کے راستے پر آؤ۔ اور قربانیوں کے راستے سے حضور ﷺ کے اعمال کو دنیا کے اندر وجود ملے گا تمہاری برکت سے اور اس کی برکت سے ساری انسانیت کو نہیں بلکہ پوری کائنات کے درندوں کو بھی پرندوں کو بھی اور تمام مخلوق کو راحت پہنچے گی ان شاء اللہ العزیز اور تم انسانیت کی فلاح کا سامان بنو گے۔

ہمت اور حوصلوں کے ساتھ بولو، کون کون کتنے وقت کے لئے تیار ہے؟ کتنی قربانیوں کے لئے تیار ہے؟ قربانیوں کی سطح دسویں حصے پر بھی پہنچ جائے تو اللہ جل جلالہ پوری مدد فرمانے کو تیار ہیں۔ مہربانی کر کے جیسے آپ نے آرام سے سنا ہے۔ اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ سننے کے لئے نہیں ہوتا۔ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اب کرنے کا وقت آیا ہے اطمینان کے ساتھ کرنے میں بھی شریک ہو کے اور اس کے بعد ان شاء اللہ اکٹھے اٹھیں گے۔ اطمینان سے بیٹھیں رہیں جب تک تشکیل مکمل نہ ہو جائے۔ ہمت اور حوصلے کے ساتھ وہ لوگ اٹھیں جو نام لکھوانے والے ہیں۔ یا نام لکھنے والے ہیں۔ فرمائیں ماشاء اللہ۔

دعوت ہدایت کا سبب

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْكُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَكُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِیْلَۃً. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَكَمَالِہٖ.

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔(۱)

قابل احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! اللہ جل جلالہ نے دعوت کو ہدایت کا سبب کا قرار دیا ہے، جس طرح پانی کو پیاس بجانے کا سبب قرار دیا ہے اور ہر چیز کی زندگی کا سبب پانی قرار دیا ہے۔ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آدمی گھڑوں کا پانی پی جائے اور پیاس نہ بجھے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ دعوت کا کام ہو اور اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہ فرمائیں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی تک، ہر نبی نے ہدایت کی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو ہدیت نصیب فرمائی۔ اُمت ہدایت پر چلتی رہی کچھ مدت کے بعد نبی چلا گیا۔ پھر امت گمراہی کی طرف چل پڑی، کچھ مدت کے ہدایت غائب ہوگئی۔ پھر نبی آئے، دعوت دی، ہدایت وجود میں آئی، نبی کے جانے بعد ہدایت بھی غائب ہوگئی۔ یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ترتیب بدل دی، نظام بدل دیا۔ یوں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے انبیاء علیہم السلام کے طرح جائیں گے۔ دعوت نہیں جائے گی، دعوت یہیں رہے گی۔ اس کو کون چلائے گا؟ یہ امت چلائے گی۔ اس دعوت کا ذمہ اس امت کے اوپر ہے۔

انبیاء علیہم السلام جس مقصد کے لئے بھیجے گئے، وہ دعوت الی اللہ ہے۔ اسی مقصد کے لئے اس امت کی ذمہ داری ہے۔ یہ امت اپنے لئے پیدا نہیں کی گئی ہے۔ جیسے انبیاء علیہم السلام اپنی ذات کے لئے نہیں آئے۔ ایسے ہی یہ امت اپنی ذات کیلئے نہیں آئی۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام قوموں وطبقات کے لئے قیامت تک کے لئے نبی بنا کر بھیجے

۱ (آل عمران: ۱۱۰)

گئے۔ یہ نبی جس مقصد وجس عالم کے لئے آئے ہیں۔ یہ امت اس کے لئے آئی ہے۔ یہاں تک کہ اگر خود سیدھے راستہ پر چلتی ہے ایمان واعمال کے ساتھ اور دوسروں پر محنت نہ کی تو نجات نہیں ہے، اس نے مقصد پورا نہیں کیا۔

وَالْعَصْرِ ﴿١﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ﴿٢﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿٣﴾ (١)

اس سورۃ میں ہے کہ جو دوسروں کی فکر نہ کرے تو اس کی نجات نہیں ہے۔ یہ امت دوسروں کو چلانے کے لئے ہے۔ جو دین پر خود نہیں چلتا وہ دوسروں کو نہیں چلا سکتا، مگر مقصد چلانا ہے۔ خسارہ ونقصان سے بچنے والے وہ ہیں جو اعمال صالحہ کے ساتھ جس حق پر چل رہے ہیں اس حق کی وصیت کرنا اور جو حق کی وصیت پر مشکلات آویں اس پر صبر کرنا ہے۔ جس امت میں ان چار میں سے دو کام ہیں اور دو نہیں تو امت خسارہ ونقصان میں ہے۔

اس کی مثال حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ دیا کرتے تھے کہ یوں سمجھو! امام مسافر ہے مقتدی مقیم ہیں۔ امام دو رکعت پر سلام پھیر دے، باقی مقتدی اپنی دو رکعت پوری کریں۔ باقی دو رکعت آخر کی اس طرح فرض ہیں اور اس اہتمام سے پڑھیں جس طرح دو رکعت امام نے پڑھائی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعوت کی نماز کے امام ہیں، لیکن ہیں مسافر، دس سال مدینہ میں، تیرہ سال مکہ میں رہ کر چلے گئے۔ نبی اور امت دونوں نے مل کر دعوت کا کام شروع کیا اور اسی دن ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شروع کیا۔ سب نے ایمان سیکھا اور ایمان کو

---

(١) سورۃ العصر

دعوت سے سکھایا۔جس طرح امت کے لئے ایمان کا ہونا ضروری ہے اسی طرح دعوت کا ہونا ضروری ہے، دونوں ساتھ ہیں۔اخلاق بھی دعوت کے ساتھ سکھائے۔ دعوت سے ایک ایک چیز کو سکھایا ہے۔

نبی صرف سکھاتا نہیں ہر چیز کی نگرانی بھی کرتا ہے کہ امتی ٹھیک کر رہا ہے کہ نہیں۔جیسے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، کہا: دوبارہ پڑھو! تین بار کہا انھوں نے تین بار پڑھی۔پھر کہا، سکھا دیجئے۔تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز سکھائی۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ قومہ، جلسہ اطمینان سے نہیں کر رہے تھے۔اتنے فرق سے کہا تم نے نماز نہیں پڑھی۔فرمایا:

صَلُّوْا كَمَارَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ (۱)

''اس طرح نماز پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔''

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم وعمل کا دوسروں تک منتقل کرنا اور ہر چیز کا سکھانا اس امت کے ذمہ ہے۔فرمایا:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهٗ مِنَ النَّارِ (۲)

''جو میری طرف سے جھوٹی بات بیان کرے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے۔''

یہ احتیاط کے لئے فرمایا۔یہ نہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں کہا، یوں کیا۔اس میں احتیاط کرنا چاہیے (یعنی حدیث کا مفہوم وخلاصہ کہنا چاہیے اور عربی میں او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث کہنا چاہئے)

---

(۱) صحیح ابن حبان: ج ۴، ص ۵۴۳

(۲) صحیح بخاری: حدیث ۱۲۹۱

بَلِّغُوْا عَنِّیْ وَلَوْ آیَةً(۱)

''پہنچادو میری کہی ہوئی بات چاہے ایک آیت جانتے ہو۔''

ذرا برابر بھی زیر وزبر کی غلطی نہ ہو۔ امت نے اسی احتیاط سے سیکھا، اسی احتیاط سے محفوظ رکھا اور اس احتیاط سے پہنچایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رخ پر محنت کرنی ہے۔ جو حالات پیش آئیں اس وقت کیا کرنا ہے؟ وہ کرنا ہے جو میں نے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا)۔ مکہ میں، منیٰ میں، طائف میں جو میں نے کہا۔ وہ کرنا ہے امت کو اور لوگوں کی طرف سے جو پیش آوے اس کا جواب اس طرح دینا ہے جیسے میں نے جواب دیا۔ طائف میں ظلم کی آخری حد کر دی۔ آخری درجہ کا ظلم کیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برداشت کیا۔ بچے، جوان، بوڑھے جو جس سے، جتنا ہوسکا، سب طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جواب میں انتہائی مظلومیت سے کہہ رہے ہیں:

اَللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ، وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ، وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ...الخ(۲)

ان کا قصور نہیں بیان کر رہے ہیں۔ اس حالت میں جبرائیل علیہ السلام اور ملک الجبال (پہاڑ کے فرشتہ) آرہے ہیں۔ یہ قوت ملی، جب ان لوگوں نے دشمنی کی انتہاء کر دی، پتھروں سے مار کر خون بہایا، اس پر بھی

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

---

(۱) صحیح بخاری: حدیث ۳۴۶۱

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی: حدیث ۱۸۱

کہہ رہے ہیں۔(اے اللہ میری قوم کو ہدیت دے یہ مجھے جانتے نہیں ہیں)
گویا اللہ سے ظالموں کی شفارش کر رہے ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری تکالیف امت کی تکلیف پر تعزیت کرے گی ،میری تکالیف کو یاد کر کے امت کو تسلی ملے گی۔(حدیث کا مفہوم ہے کہ جب تمہیں تکلیف پہنچے تو میری تکلیف کو یاد کر لینا،اس سے تمہاری تکلیف ہلکی ہوجائے گی۔)
حضور ﷺ کو یہ محسوس ہورہا ہے کہ تکلیف ہوئی ہی نہیں،غصہ آیا ہی نہیں اس لئے ظالموں کی اللہ سے سفارش کررہے ہیں کہ ان کو ہدیت دیدے۔

مکمل طور پر دعوت کے جتنے متعلقات (دعوت سے تعلق رکھنے والی جتنی چیزیں تھیں) تھے تیرہ سال مکہ اوردس سال مدینہ میں آ گئے۔آپ کے انتقال کے بعد دورکعت امت کی باقی تھی وہ دورکعت قیامت تک پڑھتی رہی گی۔حضور ﷺ نے فرمایا ہر نبی کودعا ملی وہ مانگ کر چلے گئے۔میں دعا کر کے نہیں جارہا ہوں۔ظاہری صورت دعا کر کے نہ جانے کی یہ ہے کہ امام فارغ ہوگئے لیکن مقتدی ابھی فارغ نہیں ہوئے۔جب مقتدی فارغ ہوں گے تب دعا ہوگی۔

یہ بڑے حضرت (مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے تھے قیامت تک سلام پھیرنا ہے اوردعوت کا کام انہی اعمال واخلاق یکسوئی ویقین کے ساتھ کرنا ہے۔اگر مقتدی نے امام کے ساتھ سلام پھیرا تو نہ صرف دورکعت رہ گئی بلکہ پہلے کی دورکعت جوامام کے ساتھ پڑھی تھی وہ بھی ختم ہوگئی۔

حضور ﷺ کے انتقال کے بعد ارتداد(دین سے پھرجانا) کا فتنہ، زکوٰۃ نہ دینے والوں کا فتنہ،نبوت کے دعویداروں کا فتنہ پیدا ہوا۔

اس وقت حضرت ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ نے ہرایک فتنہ کا علاج دعوت الی اللہ کو

سمجھا اور اسی سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امت کو سنبھالا ہے اور اسی سے فتنوں کو دبایا ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ منبر پر چڑھے اور زوردار خطبہ دیا:

مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَّا يَمُوْتُ۔ (۱)

اور یہ آیت تلاوت فرمائی۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ۝۱۴۴ (۲)

''محمد رسول ہی تو تھے ان سے پہلے بہت رسول آئے اور چلے گئے، پس اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوگئی یا شہید ہو گئے تو تم اپنے دین سے پھر جاؤ گے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا وہ اللہ کا ہرگز نقصان نہ کر سکے گا اور اللہ تعالیٰ شکر گذاروں کو بہتر بدلہ دے گا۔''

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتنا نرم تھے کہ اتنا نرم تاریخ میں کوئی نہیں ملتا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے تھی عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے جائیں۔

ایک روایت ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ تین دن تک یہ اعلان کرتے رہے کہ زکوٰۃ دینے میں ایک رسی کی کمی بھی نہیں کرنے دوں گا۔ اس لئے یہ پیچھے ہٹنا ہے وہاں سے جہاں

(۱) صحیح بخاری: حدیث ۳۶۶۸

(۲) ال عمران: ۱۴۴

حضورﷺ چھوڑ گئے ہیں بلکہ اس سے آگے چلنا ہے۔ارتداد پیچھے ہٹنے کو کہتے ہیں۔
تو فرمایا:

أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَاَنَاحَيٌّ (۱)

''میں زندہ ہوں اور دین میں کمی آئے (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا)۔''

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلا حکم یہ دیا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ ہو۔ واپسی سے پہلے اسامہ رضی اللہ عنہ کا پیغام آیا کہ قدم آگے نہیں بڑھ رہے ہیں، واپس بلالیں......حضورﷺ نے فرمایا تھا واپس نہیں آنا ہے۔

حضورﷺ کو آخری سبق پڑھانا تھا۔امت کی آخری تربیت کرنی تھی ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم پر اسامہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا امیر بدلو،تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جھنڈا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کس نے دیا تھا؟ کہا حضورﷺ نے۔فرمایا کس نے جھنڈا باندھا تھا؟ کہا حضورﷺ نے۔تو فرمایا کہ حضورﷺ کا دیا ہوا جھنڈا میں کیسے چھینوں گا؟ کون چھین سکتا ہے؟

اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: اتنی تیزی سے چلو جس طرح حضورﷺ نے جانے کو کہا تھا۔وہ اتنے تیزی سے چلے کہ آج تک کوئی قافلہ اتنا تیز نہیں چلا۔دشمن کی سی ائی ڈی نے کہا تین فوجیں آرہی ہیں ۔واپس چلو۔ تین جگہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے پڑاوَ ڈالا۔حالانکہ قافلہ ایک ہی تھا،لیکن اتنے تیزی سے چلا کہ حساب لگانے والوں نے تین قافلے سمجھے اور دشمن بھاگ گئے کہ اتنے باہر ہیں تو مدینہ میں کتنے ہوں گے؟

(۱) جامع الحدیث فی حدیث الرسول، رزین،نسائی

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا جملہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر امتی کو ساری امت کا ذمہ دار بنا کر گئے اور ساری امت کو ہر امتی کا ذمہ دار بنا کر گئے ۔اس ذمہ داری کی بنا پر سارے صحابہ رضی اللہ عنہم سب کاموں کے لئے تیار رہے۔امیر مامور کو مشورہ دینا اور مشورہ پر چلنا بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سکھایا۔

بَايَعْنَا رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ، وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَالْأَثَرَةِ عَلَيْنَا(۱)

صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی یعنی جان و مال کو بیچ دیا، جی چاہے یا نہ چاہے، فراخی میں، تنگی میں، ہر حال میں اور چاہے ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے ہم راضی ہیں اور ہر حال میں مانیں گے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو دقت پیش نہ آئی۔سب نے مانا۔جو فیصلہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیا، اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایسا مانا، جیسا ماننے کا حق تھا۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو نکلنے کا کہا تو سب نکل گئے۔تو وہ سارے فتنے دب گئے جو ابھرے تھے اور مدینہ میں کوئی حادثہ پیش نہ آیا۔صحابہ رضی اللہ عنہم اس طرح نکلے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نکلتے تھے۔تیس دن تک کوئی بالغ مرد مدینہ میں نہیں تھا۔سوائے معذورین و عورتوں اور بچوں کے۔خدا کے راستہ میں اپنا سب کچھ چھوڑنا صحابہ رضی اللہ عنہم سیکھ چکے تھے، امت سیکھ چکی تھی۔ میں نے ایک یمنی سے پوچھا تمہارے نکلنے کا کیا حال ہے؟ تو کہا: ہماری سوچ یہ ہے کہ گھر میں مرنے کی تین چیزیں ہیں جانور، عورت اور بچے۔مرد باہر اللہ کے راستہ میں مرے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق یہ ہے کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر روانہ ہونے کے بعد ایک

(۱) صحیح ابن حبان: ۴۵۴۷

چلہ کے اندر سارا فتنہ ختم ہو گیا۔ سب نے مل کر فتنہ کو ختم کیا۔ چھت اٹھانے کی طرح جس طرح جھونپڑی کو سب لوگ مل کر اُٹھاتے ہیں اس طرح سب صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس نہج پر کام کیا۔ اس وقت سب سو فی صد داعی و سو فی صد دین پر تھے۔ سو فی صد ہدایت پر تھے۔ پوری امت سو فی صد داعی پورے دین و ہدایت پر تھی۔ کسی کی جماعت قضا نہیں تھی۔

ڈھاکہ کے تاجروں سے سوال

ڈھاکہ (بنگلہ دیش) میں میں نے تاجروں سے سوال کیا۔ یعنی تاجروں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ دیا تھا اب کیا گھاٹا ہو گیا کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیا؟ امت اس وقت سو فی صد دعوت و ہدیت پر تھی۔ حتی کہ دعوت کم ہوتی چلی گئی اتنی ہدایت کم ہوتی چلی گئی۔ جتنی دعوت بڑھتی جائے گی اتنی ہدایت بڑھتی جائے گی۔ اب اللہ کا کرم ہے کہ دنیا بھر میں کوئی ایسی جگہ نہیں ہے کہ دعوت نہ پہنچی ہو۔ جب میں یہاں (مرکز نظام الدین) پہلا سال گذار رہا تھا تو کلکتہ گیا تھا۔ وہاں ایک دن کی جماعت اتوار کو تین دن محنت کر کے نکالی تھی۔ انگور کے دن تھے، انگور کا موسم تھا۔ لوگوں نے کہا اصرار مت کرو۔ یہ دن نکلنے کے نہیں ہیں، مشغولی کے ہیں، مگر وہ نکلے تو بہت خوشی ہوئی۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا جاؤ! اب میواتیوں کو نکال کر لاؤ، چودھریوں کو نکال لاؤ۔ میں نے کہا ان کی فصل کا وقت ہے، کیسے نکلیں گے؟ تو فرمایا کہ جو اس دور میں (مشغولی میں) نکل گیا وہ ہر وقت نکلے گا۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ملک در ملک، اقلیم باقلیم، قریہ بقریہ یہ نکلنے کی سنت زندہ کرنا ہے۔ اور پائیدار کرنا ہے۔

یہ پرانوں کی ذمہ داری ہے

یہ پرانوں کے ذمہ ہے۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھاتھوڑا کرنے والے ایک ارب ہوجائیں توتبدیلی نہیں آئے گی اور پورا کرنے والے تھوڑے ہوں توتبدیلی آجائے گی۔ہم کواللہ نے دوقوت جان ومال کی دی ہے۔اس جان ومال کوہم کہاں خرچ کریں۔بیوی،بچوں،مکان،دوکان،کھیتی اورکاروبارمیں سالہاسال لگائے اور اللہ کے دین کے لئے چھٹی کے دن ہیں جتنے چھٹی کے دن ہیں جتنی چھٹی مل جائے وہ دین کے لئے لگارہے ہیں۔یہ طرزعمل ہم سوچیں کہ کہاں تک مناسب ہے؟ واقعہ یہ ہے کہ بالکل مناسب نہیں ہے۔

اس امت کی بعثت دعوت کیلئے ہے یہ امت دعوت کے لئے ہے اوردعوت مقصدزندگی کا کوئی شعور(عقل)والاآدمی مقصد پرضرورت کوقربان کرسکتا ہےلیکن ضرورت پرمقصدکوقربان نہیں کرسکتا ہے۔مقصددعوت ہے یہ کام میرانہیں ہے،یہ کام امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔پورے عالم میں کرنا ہے۔کام ہے بڑاعظیم اورحلقہ پورا عالم ہے۔عالم بھرمیں یہ کام قیامت تک چلتارہےاس نیت سے چلنا ہے۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ(۱) خروج فی سبیل اللہ امت سے لگا ہوا ہے۔

مولاناالیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں ہے کہ جب کوئی کام دین کا کیا جائے گاتو جان ومال کاروبارگھرپرزدپڑے گی(اثرپڑے گا،نقصان ہوگا)وہ سہنے کیلئے ہم تیارنہیں اس کاہمیں تحمل نہیں۔اس بناپردین پرامت نہیں چل رہی ہے۔ جونکلنا ہےاس سے دین پرچلنا آسان ہوجائے گااورزدکوبرداشت کرے گا۔

(۱) ال عمران:۱۱۰

اس نکلنے پر جان و مال و کاروبار پر زد آئی گی تو جب زد آئی گی تو کرنے والا کرتا رہے، تو یہ کرنے والا سنبھلا رہے گا۔

بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے، کہ جہاں ہم رہ رہے ہیں وہاں ٹھیک نہیں چل رہے ہیں، صفت صلوٰۃ پر نہیں چل رہے ہیں۔ تعلیم بھی صفت صلوٰۃ پر نہیں ہو رہی ہے۔ صفت صلوٰۃ یہ ہے: کہ کام اللہ کے لئے ہو اور اس طرح سے ہو کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت ہو رہا تھا۔ ایمان، اخلاص اور یقین کے ساتھ ہو۔ صفت صلوٰۃ پر مسجد کا وقت بھی نہیں گذر رہا ہے۔ اس کو سیکھنا ہے اور صحیح چلنے کی جگہ سیکھنا ہے۔ صحیح چلنا وہاں سیکھنا ہے جہاں لوگ صحیح چل رہے ہوں۔ صحیح لوگوں کے درمیان صحیح چلنا سیکھنا ہے۔ سیکھنے کے لئے یکسوئی ضروری ہے۔ ہر چیز کو سیکھنے کے لئے یکسوئی ضروری ہے۔ جیسے نماز کے لئے نکل کر آتے ہو ویسے دعوت کے لئے لمبے وقت کے لئے نکل کر آؤ۔ زندگی بھر موت تک صحیح چلنے کے لئے اور صحیح چلانے کے لئے لمبے وقت کے لئے نکل کر آؤ۔ صحیح چلنا بھی ہے اور صحیح چلانا بھی ہے۔

دعوت کے میدان میں آجاؤ یہ تمہارے بننے کی جگہ ہے۔ گاڑی بنتی کہیں اور ہے اور چلتی کہیں اور (دوسری جگہ چلتی ہے) ورکشاب (دعوت) میں آجاؤ۔ دعوت کا میدان و مرکز مسجد ہے۔ جہاں مسجد میں یکسوئی سے اعمال میں صحیح چلنے کی کوشش کرو۔ جہاں مسجد نہیں ہے وہاں بھی اعمال میں صحیح چلنے کی کوشش کرو۔ ایسی نماز پڑھو۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی ہے۔

''صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ''(۱)

یہ معلوم ہو کہ کوئی مسلمان نماز پڑھ رہا ہے یہ محسوس ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے۔

(۱) صحیح ابن حبان: ج ۴، ص ۵۴۳

مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی دارالعلوم دیوبند) پانی کے جہاز میں حج کے سفر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ جہاز کے کپتان نے چار چکر لگائے اور وہ نماز پڑھ رہے تھے پانچویں چکر میں وہ نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔آ کر پوچھا آپ کیا کر رہے تھے؟ کہا نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ نماز دیکھ کر اتنا متاثر ہوا کہ کہا کیا ہم بھی یہ نماز سیکھ سکتے ہیں ۔کہا ہاں۔ وہ کپتان عیسائی تھا۔کہا میں تو گنہگار ہوں تو مولانا صاحب نے فرمایا اسلام لے آؤ سارے گناہ معاف ہوجائیں گے اور تمہاری نماز مجھ سے بہتر ہوگی۔ (ایسے سکون وقار سے خشوع وخضوع سے وہ نماز پڑھ رہے تھے کہ عیسائی کپتان متاثر ہوگیا۔)

اعضاء کو قابو میں کرنے کا نام دین واسلام ہے۔ جو شخص نماز میں دس منٹ کے لئے اعضاء کو قابو میں نہیں کرسکتا وہ چوبیس گھنٹے قابو میں کیسے کرسکتا ہے؟ جو دس منٹ نماز میں صحیح نہیں چل سکتا وہ نماز سے باہر کیسے صحیح چل سکتا ہے؟ جب علم پر صحیح اجتماع ہوگا تو عمل پر صحیح اجتماع ہوگا۔علم وعمل کے وقت ایسی یکسوئی ہو کہ سب غیر بھول جائے۔ آیات وآحادیث پڑھی جارہی ہوں تو دوسرے خیالات کے آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حدیث پڑھا رہے تھے۔کئی بار بچھو نے کاٹا۔لیکن اٹھے نہیں ۔اس کی وجہ یہ نہیں کہ درد نہیں ہوا بلکہ اٹھنا ادب کے خلاف تھا۔جو پڑھے جو سنے اس کو عظمت کے ساتھ یقین کے ساتھ پڑھے اور سنے۔جیسے وہ حدیث ہے کہ نماز سے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے پتے گر جاتے ہیں اور شاخ ہلا کر مثال دی۔محض اللہ کی رضا کے واسطے نماز پڑھے تو گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں۔عمل کے وقت علم حاضر رہے ایسی نماز پڑھے کہ گناہ معاف ہوں۔یقین کے ساتھ پڑھے یہی ایمان واحتساب ہے۔

مسجد کے اعمال میں ایمان کی مجلس

علم کی مجلس، دعوت کی مجلس۔ چار ماہ یکسوئی سے اس طرح گذار دے کہ واپس آنے کے بعد بھی اسی طرح گذارے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے کہ چار، چھ، آٹھ ماہ گذارنے کے بعد جب واپس آئے، تو اپنے آپ کو دیکھے، کہ صحیح چلنا آ گیا کہ نہیں؟ دکان پر جارہا ہے وہاں صحیح چلنا آ گیا کہ نہیں۔

طَلَبُ كَسْبِ الْحَلَالِ فَرِيْضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ (۱)

فرائض ادا کرتے ہوئے حلال کمائی میں لگے۔اس نیت سے دکان پر جائے کہ تجارت میں اللہ کے احکام زندہ کروں گا۔تاجر جب دکان پر بیٹھا تھا تو لوگوں کا نفع سوچتا تھا تو اللہ تھوڑی آمدنی میں برکت ڈال دیتا تھا۔اور جب کمانے جارہا ہو تو یہ نیت ہو کہ میں قارون بننے نہیں جارہا ہوں۔ بلکہ یہ نیت ہو کہ جو مال ملے گا دین پر لگاؤں گا۔

کمائی کے اسباب میں دو نیت کرے (۱) اس سبب میں اللہ کا حکم پورا کروں گا (۲) جو مال حاصل ہوگا اس کو دین پر خرچ کروں گا۔دوسروں کا نفع سوچے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسروں کے نفع کے لئے انفرادی عبادت موخر کر دیتے تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کے وقت تلاوت کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک وفد آ گیا تھا تو تلاوت کا معمول عشاء کے وقت کر دیا تھا۔اور دیر سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے عشاء پڑھانے آئے۔

اسی طرح دکان سے (مشغلہ) نکل کر گھر گیا تو گھر کی زندگی احکامات کی زندگی ہونی چاہئے۔حدیث ہے:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ، أَوْ يُنَصِّرَانِهِ، أَوْ

(۱) مشکوۃ المصابیح، البیہقی: شعب الایمان

يُمَجِّسَانِهٖ۔(۱)

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔اس کے ماں باپ جیسے ہوتے ہیں ویسا اس کو بناتے ہیں۔عیسائی ہیں تو عیسائی بناتے ہیں، مجوسی (آگ پرست) ہیں تو مجوسی بناتے ہیں، بچوں کو یہودیوں والی تعلیم ولباس ومعاشرت میں لگانا یہ جہنم کا سامان ہے یہ بچے تو اسلام پر پیدا ہوتے ہیں اور تم ان کو جہنمی بنا رہے ہو۔سب سے بڑا فرض عین یہ ہے کہ اپنا دین سیکھ کر آئے کہ پورے گھر کو دین سکھا دے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔(۲)

اے ایمان والو! اپنے کو اور گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (لکڑی) انسان اور پتھر ہیں۔

اگر بیوی و بچے وعزیز صحیح نہیں چلتے تو اس کے مجرم ہم ہیں۔حدیث میں ہے خود عمل کر رہا ہے اور دوسروں کو تعلیم وتربیت نہ دینے سے جہنم میں آجائے گا۔

ہم آخری امت ہیں وہ ساری ذمہ داریاں ہمارے اوپر ہیں جو انبیاء علیہم السلام پر رکھی جاتی تھیں۔ہر نبی داعی تھا، دعوت لے کر آیا۔دعوت اس امت کی خصوصیت ہے۔نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آخری نبی ہیں ہم خاتم الامم، آخری امت ہیں۔اس امت کی ذمہ داری قیامت تک کی ہے۔قیامت تک اپنی محنت وذمہ داری کو پورا کرنا ہے۔یہ امت اور امتوں سے اللہ کے نزدیک اقرب اور افضل ہے۔ذمہ داری بھی بڑی ہوئی ہے۔

---

(۱) الصحیح البخاری

(۲) التحریم:٦

وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِىۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ(۱)

''اس سے بہتر بات کس کی ہوگی جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے خود نیک عمل کرے اور یوں کہے کہ میں ایک مسلمانوں میں سے ہوں۔''

دعوت کے ساتھ انفرادی زندگی بن رہی ہو۔ اعمال صالحہ ہو رہے ہوں۔ حکموں کے مطابق چل رہے ہوں۔ تین باتیں ہیں۔(۱) دعوت (۲) عمل (۳) تواضع فخر ہو کہ میں مسلمان ہوں اور دوسرے معنی انني من المسلمين کے یہ ہیں کہ میں ایک مسلمانوں میں سے ہوں۔ دعوت کے ساتھ اعمال درست کر رہا ہوں۔ اپنے کو کسی قوم۔ طبقہ و زبان کی طرف نسبت نہ کرے بلکہ یوں کہے کہ میں امت کا ایک فرد ہوں۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓـئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۝۳۰ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ۝۳۱ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ۝۳۲(۲)

''جن لوگوں نے کہا اللہ ہمارے رب ہیں پھر موت تک اس پر جمے رہے تو موت کے وقت فرشتے اترتے ہیں اس سے کہتے ہیں کہ تم آگے کا خوف

(۱) فصلت:۳۳

(۲) فصلت:۳۰،۳۱،۳۲

مت کرو اور جن کو چھوڑ کر جا رہے ہو ان کا غم نہ کرو اور جنت کی خوشخبری سن لو جس کا دنیا میں تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ہم تمہارے ساتھ تمہارے مدد کے لئے دنیا میں تھے اور آخری میں بھی رہیں گے اور جنت میں تمہارے لئے وہ چیز تیار ہے جو تمہارے دل میں خیال گزرے گا اور جو تمہاری زبان کہے گی وہ ملے گا اور یہ اللہ غفور رحیم کی طرف سے تمہارے لئے مہمان نوازی ہوگی۔''

جو انفرادی زندگی گذار رہا ہو اس کے لئے جنت ہے۔ دعوت کے ساتھ اپنے عمل صالح سے نہ بھولے۔ زندگی کے جتنے شعبے ہیں ان میں حقوق کی ادئیگی کے ساتھ چلے۔ بیوی، بچے، عوام الناس بھی ان شعبوں میں آجائیں گے۔ دعوت واعمال کے ساتھ لوگوں کے حقوق ادا کریں تو اللہ کامیاب کرے گا۔

دو طرح کی محنت ہے

(۱) اللہ کے بندوں میں محنت کرنا یہ دعوت ہے۔ (۲) اپنی ذات پر محنت کرنا یہ عمل صالح ہے۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ (۱)

کا مطلب یہ ہے کہ اپنے سے غافل نہ ہو۔ جیسے اندھا چراغ لے کر جا رہا ہے دوسروں کو اس سے فائدہ ہے، اپنے کو نہیں۔ ایسا نہیں کرنا ہے۔ انفرادی اعمال بھی اہتمام سے کئے جا رہے ہوں۔ خدا کا دستور ہے کہ عمومی محنت پر ایک قوت ایک بلندی عطا فرماتے ہیں۔ جب بلندی ومرتبہ ملے اس وقت خطرات کا راستہ ہے، اگر برائی

---

(۱) البقرۃ: ۴۴

میں آ گیا تو

مَنْ تَكَبَّرَ وَضَعَهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ (۱)

''جو تکبر کرے گا اللہ اس کو ذلیل و پست کر دے گا۔''

اَلْإِسْلَامُ يَعْلُوْ وَلَا يُعْلٰى (۲)

''اسلام بلند و غالب ہوتا ہے پست و مغلوب نہیں ہوتا) یہ علو (بلندی) سے دھوکہ نہ آئے۔''

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ (۳)

''ان کے لئے آخرت ہے (یعنی جنت ہے) جو زمین میں تکبر و فساد نہیں کرتے۔ خدا کی سنت ہے کہ عمومی کام پر رفعت (بلندی) عطا فرماتے ہیں، تواضع اختیار کرنا ہے۔''

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللهُ تَعَالٰى (۴)

جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اس کو بلندی عطا فرماتے ہیں عاجزی وانکساری میں زیادتی کرے تکبر نہ کرے فتح مکہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گردن جھکائے ہیں اور یہ پڑھ رہے ہیں تواضع سے

---

(۱) البیہقی
(۲) صحیح بخاری
(۳) القصص: ۸۳
(۴) البیہقی

لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ ۔ (۱)

”اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کر دیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور دشمنوں کو تنہا شکست دی مغلوب کر دیا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دستور تھا جس سال فتوحات زیادہ ہوا کرتی تھیں تو لباس اور کمتر درجہ کے پہنتے تھے۔ اللہ رفعت (بلندی) دے تو غرور میں نہ آئے۔

کمینہ کو جب بلندی ملتی ہے تو وہ تکبر کرتا ہے اور جب فیصلہ کرتا ہے تو ظلم کرتا ہے۔ شیطان تکبر وظلم میں لگا دیتا ہے۔ کسی سے کچھ لینا واحسان جتانا نہ ہو۔ آخرت میں اللہ ایسا دے گا کہ اس کو دیکھ کر انبیاء وشہداء رشک کریں گے۔ لیکن ہم نادانی کے بنا پر یا شیطان کی وجہ سے یہ چاہنے لگے (یعنی بلندی) تو آخرت سے محروم ہو جائیں گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا (۲)

”جو دنیا کی زندگی عیش و آرام کو چاہے گا ہم اس کو دنیا دے دیں گے“ (لیکن آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہ ہوگا) خدا نہ کرے کہ ہمارے اندر وہ شوشہ ہو کہ دنیا کے اندر نمٹا دیا جائے۔

انفرادی زندگی کے اندر اللہ جل جلالہ نے حقوق رکھے ہیں۔

إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِضَيْفِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، وَإِنَّ لِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا، فَأَعْطِ لِكُلِّ ذِيْ حَقٍّ حَقَّهُ (۳)

---

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۴۵۰۵

(۲) الاسراء: ۱۸

(۳) الترمذی: ۲۴۱۳

بیشک تیرے اوپر تیرے نفس کا حق ہے، بیوی کا حق ہے، پڑوسی کا حق ہے، تیری آنکھ کا حق ہے) والدین، بیوی، بچے، پڑوسیوں وعزیزوں، عامۃ المسلمین کا حق ہے۔عملی زندگی بنانے کے ساتھ دنیا کا شائبہ وآمیزش نہ ہو۔

أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِيْنَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ، وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ، وَلَا خَطَرَ عَلَى قَلْبِ بَشَرٍ (۱)

حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے نیک بندوں کے لئے جنت میں ایسی نعمتیں تیار کررکھی ہیں جن کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی کے دل میں اس کا خیال گذرا ہے ہمیں محنت کرنی ہے کوشش کرنی ہے اور دعوت دینی ہے تواضع وانکساری کے ساتھ اور دوسروں کو حقیر نہ سمجھے بلکہ شکریہ ادا کرے کہ یہ نہ ہوتا تو کس سے دعوت کی بات کرتا۔

یہ اللہ نے فرض منصبی ادا کرنے کا موقع دیا ہے لہٰذا جس سے بات کی جائے اسے حقیر نہ سمجھا جائے۔انبیاء علیہم السلام کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ ہمدردی ہو، خدا کی طرف توجہ ہو، خدا کی طرف نگاہ ہو۔کسی غرض کے پورا ہونے کا مخلوق سے شائبہ نہ ہو۔ اپنے آپ کو حب جاہ اور حب مال سے بچاتا رہے تو اس پر اللہ ایسا راضی ہوگا کہ کہے گا اے بندے اور کچھ تمنا ہے؟ بندہ کہے گا اب کیا چاہئے؟ بس یہ تمنا ہے کہ دوبارہ دنیا میں بھیج دے کہ جان تیری راہ میں دوں۔ یہ ایک ایسی نعمت ہے کہ جنت میں اس کی تمنا ہوگی۔یہی وقت ہے محنت کرنے کا۔اللہ جل جلالہٗ آخرت میں اس کا بدلہ دیں گے۔اللہ اپنی صفات میں رنگنے کی توفیق عطا فرمائے۔

---

(۱) الترمذی:۳۱۹۷

دین نہ ہونے کے باعث بعض قوموں کی ہلاکت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَكَمَالِهٖ۔

وَبَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ،

وَالْعَصْرِ ﴿۱﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ﴿۳﴾ (۱)

وقال اللہ سبحانہ وتعالیٰ:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۷﴾ (۲)

زندگی کامیاب بنانے کے لئے ایمان واعمال شرط ہے

قابلِ احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! جن آنکھوں کے بغیر دیکھا نہیں جا سکتا، بغیر زبان کے بولا نہیں جا سکتا۔ بلکہ محشر کے دن بغیر زبان کے ہاتھ، پاؤں بولیں گا:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ (۳)

”آج کے دن ہم منہ پر مہر لگا دیں گے اس دن لوگوں کے ہاتھ بولیں گے اور پیر گواہی دیں گے ان کے اعمال کے بارے میں جو دنیا میں کرتے تھے۔“

امکان ہے کہ ہاتھ وغیرہ بولیں، زبان نہ بولے۔ لیکن یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ کوئی انسان ایمان واعمال صالحہ کے بغیر کامیاب ہو جائے۔ نہ کوئی مرد نہ کوئی عورت۔ نہ دنیا میں نہ آخرت میں۔

---

(۱) سورۃ العصر

(۲) النحل: ۹۷

(۳) یٰسین: ۶۵

ایک ارب بار قسم کھا کر کہا جا سکتا ہے کہ کامیاب زندگی نہیں گذار سکتا۔ یہ بنیادی عقیدہ ہے کہ یہ دونوں سبب ہیں دونوں جہانوں کی کامیابی کے۔ کسی کے پاس قارون کی دولت ہو، فرعون کی حکومت ہو، قوم عاد، ثمود جیسی کاری گری ہو۔ قوم سبا کی زراعت (کھیتی) ہو۔ لیکن خدا کی قسم اس کے پاس اگر ایمان واعمال صالحہ نہیں تو دونوں جہاں میں ذلیل ہوگا۔ اگر لنگی و بنیان پر زندگی گذارے۔ نہ مکان نہ چار پائی، نہ بستر نہ روٹی لیکن اسکے پاس ایمان واعمال صالحہ ہیں تو یہاں بھی جنت کی زندگی گذارے گا۔ اور وہاں بھی جنت کی زندگی گذارے گا۔

یہ بات قرآن مجید بار بار کہتا ہے، بارہا اسکا تذکرہ ہے کہ ایمان واعمال صالحہ واحد کامیابی کا ذریعہ ہیں، دونوں جہانوں کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ جو زندگی مال سے بنتی ہے، عہدہ سے، اکثریت سے، صنعت وتجارت وزراعت سے بنتی ہے اور باہر کی چیزوں سے بنتی ہے۔ ان کا ذکر قرآن میں ہے۔ قرآن قصے کی کتاب نہیں ہے۔ قرآنی الفاظ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ قرآن ہدایت کی کتاب ہے۔

فرعون کی زوردار سخت گیر حکومت ہے۔ اس کو کوئی روکنے والا نہ تھا۔ ہزاروں بچوں کا قتل کر رہا تھا۔ ملک بہت بڑا ہے۔ قوم بھی بہت بڑی ہے۔ زور بھی بہت ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ فرعون گالی بن گیا ہے۔ کسی چوڑے چمار کو فرعون کہا جائے تو وہ کہے گا تو نے مجھے گالی دی۔ اس نے کہا میں نے تجھے بادشاہ کہا ہے۔ لیکن وہ گالی سمجھتا ہے۔ قارون بھی گالی بن گیا ہے قیامت تک۔ اور یہ دونوں ذلت کی موت مرے ہیں۔

فرعون اور قارون کی ہلاکت

وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ۝(۱)

فرعون اور اس کے لشکر کو ڈوبتے ہوئے بنی اسرائیل دریا کے کنارے دیکھ رہے ہیں اور بنی اسرائیل جو نہتی قوم ہے، ان کے لئے اللہ نے بارہ راستے ہر قبیلہ کے لئے دریا میں الگ الگ بنا دیئے۔ اتنا شفاف راستہ تھا کہ ہر قبیلہ والا دوسرے کو دیکھ لے۔ کہ سب آ رہے ہیں اور فرعون چوہے کی موت مر رہا ہے۔ جیسے بچے چوہے کو پانی میں مارتے ہیں۔ اسی طرح پانی میں ڈوب کر تمام آل فرعون غرق ہوئے، ذلت کی موت مرے۔

قارون نے اپنی شان وشوکت ظاہر کرنے کے لئے بہت بڑا جلوس نکالا تھا۔ سارا دن چکر لگایا شان وشوکت ظاہر کی۔ عصر کے وقت واپس آیا ساری چیزیں جو ساتھ لے گیا تھا (سواری و کنجیاں خزانوں کی) سب ٹھکانہ پر رکھنے کے لئے۔ عصر کا وقت آیا۔ اتنے میں زمین میں دھنسنا شروع ہوئے، مکان زمین میں دھس رہے ہیں اور ہر ساتھی اس کا زمین میں دھنس گیا سارے ملک میں خبر ہوگئی کہ قارون دھنس رہا ہے۔ خبر سن کر لوگ دیکھنے آرہے ہیں اور وہ لوگوں کو دیکھ رہا ہے۔

قوم سبا کا ذکر

یہی صورت قوم عاد وثمود کی ہوئی اور یہی صورت قوم سبا کی ہوئی۔ قوم سبا نے (یمن کے شہر مآرب میں) اتنا زبردست بند باندھا تھا پانی جمع کرنے کے لئے کہ آج تک ویسا بند کسی نے نہیں باندھا۔ چوہوں نے بند کی دیوار میں کاٹ کر سوراخ

---

(۱) البقرة:۵۰

کر دیا، جس سے بند ٹوٹ گیا۔ پانی سب نکلا، وہ پانی طوفان بن گیا۔ اس میں سب برباد ہو گئے۔ گھاس بھی باقی نہ رہی۔ یہ لوگ یہاں بھی ذلیل ہوئے، وہاں بھی ذلیل ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری نعمت خاص سفر کے متعلق یہ دی تھی کہ ان کی بستیوں کے اندر جہاں وہ رہتے تھے برکت دے رکھی تھی دوسری اور بستیاں آباد کر رکھی تھی بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے۔ جو سڑک پر سے نظر آرہے تھے (کہ مسافر کو سفر میں وحشت نہ ہو اور کہیں ٹھہرنا چاہے تو وہاں جانے میں تکلف وتر دد بھی نہ ہو) اور ہم نے ان دیہات کے درمیان ان کے چلنے کا یعنی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک چال کے حساب سے ایسا مناسب فاصلہ رکھا تھا۔ خاص اندازہ رکھا تھا۔ کہ درمیان سفر میں عادت کے مطابق آرام کر لیں۔ وقت پر کوئی نہ کوئی گاؤں مل جاتا۔ جہاں کھا پی سکے آرام کر سکے، کہ بے خوف وخطر چاہو راتوں کو اور چاہو دنوں کو چلو (یعنی نہ خطرہ ڈاکو کا) کہ پاس پاس گاؤں تھے نہ خطرہ آب ودانہ کے میسر نہ ہونے کا کہ ہر جگہ ہر سامان ملتا تھا۔

سو ان نعمتوں کی انہوں نے اصلی شکر گزاری یعنی اللہ کی اطاعت نہیں کی۔ ایسے ہی ظاہری شکر گزاری یعنی اللہ کی نعمت کو غنیمت سمجھنا اور اس کی قدر کرنا وہ بھی نہیں کی۔ چنانچہ وہ کہنے لگے کہ ہمارے پروردگار ایسے پاس پاس دیہات ہونے سے سفر کا لطف ومزہ نہیں آتا۔ لطف اسی میں ہے کہ کہیں سفر کا توشہ ختم ہو گیا، کہیں پیاس ہے اور پانی نہیں ملتا، کہیں چوروں کا اندیشہ ہے، نوکر پہرے دئے رہے ہیں ہتھیار بندے ہوئے ہیں۔ جیسے بنی اسرئیل من وسلوا سے اکتا گئے تھے اور ترکاری، ککڑی و کھیرے کی درخواست کی تھی۔ امیر غریب سب یکساں سفر کرتے ہیں۔ اس لئے جی

چاہتا ہے کہ ہمارے سفروں میں لمبا فاصلہ کر دے یعنی بیچ کے دیہات اجاڑ دے کہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہوجائے۔تو اس ناشکری کے علاوہ انہوں نے اور بھی نافرمانیاں کر کے اپنی جانوں پر ظلم کیا۔تو ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا۔ یا تو اس طرح کہ بعض کو ہلاک کر دیا کہ ان کے قصے ہی رہ گئے اور بعض کو پریشان کر دیا اور سب آرام کا نقشہ ختم کر دیا۔غرض ان کے گھر و باغات اور متصل بستیاں سب ویران ہو گئے بے شک اس قصہ میں ہر صابر شاکر مومن کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

قوم سبا اور ان کے اوپر اللہ تعالیٰ کے خاص انعامات

سبا ملک یمن کے بادشاہوں اور اس ملک کے باشندوں کا خاص لقب ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے تھے اور ان کے شہر میں آرام وراحت کے تمام اسباب مہیا کر دیئے تھے اور اپنے انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ ان کو اللہ کی توحید اور اس کے احکام کی اطاعت کے ذریعہ نعمتوں کے شکر کا حکم دیا گیا تھا۔وہ عیش میں لگ گئے یہاں تک کہ کافر ہو گئے۔اللہ نے ان کو تنبیہ کرنے کے لئے تیرہ انبیاء علیہم السلام بھیجے۔لیکن وہ لوگ نہ مانے تو اللہ نے ایک سیلاب کا عذاب بھیجا۔جس سے شہر و باغات میں بسنے والے سب برباد ہو گئے۔

بند کا واقعہ

ملک یمن میں اس کے دارالحکومت صنعاء سے تین منزل کے فاصلہ پر ایک شہر مآرب تھا۔جس میں قوم سبا آباد تھی۔دو پہاڑیوں کے درمیان یہ شہر آباد تھا۔دونوں پہاڑوں کے درمیان سے اور پہاڑوں کے اوپر سے سیلاب آتا تھا۔یہ شہر ہمیشہ ان

سیلابوں کے زد میں رہتا تھا۔ملکہ بلقیس نے اوردوسرے بادشاہوں نے ان کے دونوں پہاڑوں کے درمیان ایک بند نہایت مضبوط تعمیر کیا۔جس میں پانی اثر نہ کر سکے۔اس بند نے پہاڑوں کے درمیان سے آنے والے سیلابوں کو جمع کر کے روک کر پانی کا ایک عظیم الشان ذخیرہ بنایا۔ پہاڑوں کی بارش کا پانی بھی اس میں جمع ہو جاتا تھا۔اس بند کے اندر اوپر نیچے پانی نکالنے کے لئے تین دروازے رکھے گئے ،تا کہ پانی کا یہ ذخیرہ پورے نظم کے ساتھ شہر کے لوگوں کو اوران کی زمین وباغ کو پہنچے۔

پہلے اوپر کا دروازہ کھول کر پانی لیا جا تا تھا۔جب اوپر کا پانی ختم ہو گیا تو دوسرا تیسرا دروازہ کھول لیا جا تا تھا۔ یہاں تک کہ دوسرے سال کے بارشوں کا زمانہ آ کر پھر پانی اوپر تک بھر جا تا۔ بند کے نیچے ایک بہت بڑا تالاب بنایا گیا تھا جس میں پانی کے بارہ راستے بنا کر بارہ نہریں شہر کے مختلف اطراف میں پہنچائی گئی تھیں اور سب نہروں میں پانی یکساں انداز میں چلتا اور شہر کی ضرورتوں میں کام آ تا تھا۔شہر کے دائیں بائیں چودہ پہاڑ تھے ان کے کناروں پر باغات لگائے گئے تھے ۔جن میں پانی کی نہریں جارہی تھیں۔یہ باغات ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے ۔ ان باغات میں ایک عورت اپنے سر پر خالی ٹوکری لے کر چلتی تو درختوں سے پھل ٹوٹ کر گرنے والے پھلوں سے خود بخود ٹوکری بھر جاتی تھی اس کو پھل توڑنے کے لئے ہاتھ بھی لگانا نہ پڑتا تھا۔

اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے پاک صاف شہر بنایا تھا۔نہ زیادہ سردی نہ زیادہ گرمی بلکہ ائیر کنڈیشنڈ بنایا تھا اور ہوا ایسی صحت بخش نظیف،لطیف تھی کہ ان کے پورے شہر میں مچھر،مکھی، پسو،سانپ، بچھو جیسے موذی جانوروں کا نام ونشان تک نہیں تھا۔ بلکہ باہر سے آنے والے مسافر جب اس شہر میں پہنچتے تو اگر ان کے کپڑوں میں

جوئیں یا دوسرے تکلیف دینے والے کیڑے ہوتے تھے وہ یہاں پہنچ کر خود بخود مرجاتے تھے۔

جب ان نعمتوں کے باوجود جب انہوں نے نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس بند کوتوڑنے کا ارادہ کرلیا۔اس بند کے نیچے اندھے چوہے مسلط کردیئے۔جنھوں نے اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کردیا۔جب پانی کا سیلاب آیا تو بند ٹوٹ گیا اور سب کے سب باغات وگھر ہلاک وبرباد ہوگئے۔ان کی کتابوں میں یہ بات لکھی تھی کہ اس بند کی خرابی اور بربادی چوہوں کے ذریعہ ہوگی۔

جب لوگوں نے اس بند کے قریب چوہوں کو دیکھا تو خطرہ پیدا ہوگیا تو بند کے نیچے بلیاں پالی گئیں تاکہ چوہوں کو بند کے قریب نہ آنے دیں۔مگر جب تقدیر الٰہی نافذ ہوئی تو یہ چوہے بلیوں پر غالب آگئے اور بند کی بنیادوں میں داخل ہوگئے اور کاٹ کر کمزور کردیا۔

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ الْقُرَى الَّتِي بَارَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّقَدَّرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ط (١)

اس بستی سے مراد شام کے دیہات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول رحمت کا ذکر کئی آیتوں میں ملک شام کے لیے آیا ہے۔اللہ تعالیٰ نے قوم سبا کے لئے شہر مآرب یمن سے لے کر ملک شام تک جو طویل فاصلہ ہے۔اللہ تعالیٰ نے تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بستیاں بنادی تھیں۔یہ بستیاں لب سڑک تھیں۔اس لئے ان کو قری ظاہرۃ فرمایا۔

ان مسلسل بستیوں کا فائدہ یہ تھا کہ ان کا مسافر گھر سے نکل کر دوپہر میں آرام

(١) سبا:34

کرنا یا کھانا کھانا چاہتا تو آسانی سے کسی بستی میں پہنچ کر معمول کے مطابق کھانا کھا کر آرام کرسکتا تھا۔ پھر اسی طرح ظہر کے بعد روانہ ہوکر غروب تک دوسری بستی میں پہنچ کر رات گذار سکتا تھا۔ تمام راستے مامون تھے چورڈاکو کا وہاں گذر نہ تھا۔ رات دن ہر وقت بے فکر سفر کیا جا سکتا تھا۔ اتنا آرام وناز ونعمت شاید کسی قوم کو اللہ نے دی ہو۔ اس کے باوجود قوم سبا نے حق سے منہ موڑا اور اللہ تعالیٰ نے عذاب میں ختم کر دیا۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کامیاب اور نمرود کی اسکیم فیل

اللہ جل جلالہ نے اسکے مدمقابل دوسری صورتیں بھی دکھائیں۔ آدم علیہ السلام سے لے کر سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک تمام انبیاء علیہم السلام کا راستہ ایک ہی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام پیدا نہ ہوں اس کے لئے نمرود نے کیا کیا نہ کیا۔ کہ ابراہیم علیہ السلام کی اسکیم نہ چلے، کیسی آگ لگائی۔ نمرود کی اسکیم فیل ہوگئی۔ اللہ نے دکھایا کہ نمرود کی اسکیم نہ چلی۔ ابراہیم علیہ السلام کی اسکیم چل گئی۔ قیامت تک کے لئے چلی۔ یہ کائناتی لوگ کائنات پر یقین کرتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں انسان وہاں وہاں چلتے ہیں جہاں جہاں ابراہیم علیہ السلام اور اماں ہاجرہ چلے ہیں۔ دنیا کا مقدس ترین پانی زم زم ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی سنت کو اللہ نے قیامت تک کیلئے چالو کیا۔ علماء فرماتے ہیں کہ زم زم حوض کوثر سے افضل ہے۔

اقلیت کی جیت اور اکثریت ناکام

ایسے ہی موسیٰ علیہ السلام اور نوح علیہ السلام کو اللہ نے کامیاب فرمایا۔ قوم نوح کی اکثریت ہے اس پر قوم کو ناز تھا۔ نوح علیہ السلام کو قوم نے اتنا مارا کہ کسی کو اتنا نہ مارا، لیکن

نوح علیہ السلام کامیاب ہوئے اور پوری قوم غرق ہوگئی۔زمین وآسمان کا پانی اتنا بڑا سیلاب کہ کوئی نہ بچ سکا۔کشتی والے بچے۔وہ پانی اکثریت کوڈبورہاتھااوراقلیت کو تیرارہاتھا۔اقلیت کی تعداد ایک سو سے کم ہے۔سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اکثریت کوڈبویاہے کہ اس کوغرورہوتاہے۔اللہ نے اس کوتوڑاہے۔اکثریت سے کچھ نہیں ہوتاہے۔ایک لاکھ چوبیس ہزار،دوسری روایت دولاکھ انبیاء علیہم السلام آئے۔یقین و اعمال لائے۔ان کے اندریقین واعمال کولاناہےاورکائنات کےیقین کونکالناہے۔

(لوگ سورہے ہیں مجمع میں اس پرفرمایا)ذرااپنے آپ کوسنبھال کربیٹھئے۔ سنبھلنے کانام آدمیت ہے۔جب جی چاہاسوگئے جب جی چاہابیٹھ گئے ایسانہیں ہے۔ جاگناہےتوگھنٹوں جاگے۔صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دن رات پانی کے اندررہے ہیں۔اور جاگنے کاوقت آیاہےتوپوری رات جاگے ہیں۔ایمان واعمال صالح والوں کی یہی حالت ہے۔اپنے آپ پرقابوپاناہی اسلام۔نگاہ،زبان،کان،ہاتھ،پیرپرقابوہو۔ اپنےکوقابوکرنایہی پورااسلام ہے۔خواص کی بات شروع ہورہی ہے۔اس لئے جاگ کرسنوسنبھل کربیٹھو۔اگرسنبھل کرنہ بیٹھےتوبات نکل جائے گی۔یہ معاملہ اللہ جل جلالہ کاایمان واعمال صالحہ پرکامیاب کرنے کاصرف انبیاء علیہم السلام کےساتھ نہیں ہے۔ان کےپیروکاروں کےساتھ بھی ہے۔

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اورانکی محنت

خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ قریب کے زمانہ کے ہیں۔وہ اجمیرآئے سخت سردی کاموسم تھا۔وہاں ڈیرہ لگایا۔نہ مکان نہ بسترہ۔صرف لنگی وکرتااس کے علاوہ اورکچھ نہ تھا۔نہ گرم کپڑے،نہ لحاف،دن کوسوکھی لکڑیاں لاتے تھے اس کی آگ

پر زندگی بسر کرتے اور رات گذارتے تھے۔ بظاہر اس فقر وفاقہ میں تکلیف ہے کائنات کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ سو فی صد ایمان و اعمال صالحہ موجود ہیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایمان و اعمال صالحہ سے بھرے ہوئے ہیں۔

یہ قریب کی تاریخ ہے۔ اجمیر سے سفر شروع ہوا جیسے جماعتوں کے سفر کو دیکھتے ہو یہاں ڈھاکہ تک آئے۔ اور ایک سفر میں نوے لاکھ غیر مسلم مسلمان ہوئے اور یہ نوے لاکھ تو وہ ہیں جو مسلمان ہوئے اور جس بستی سے گزرتے ہیں لوگ سو فی صد توبہ کرتے ہیں۔ توبہ کرنے والوں کی تعداد کروڑ تک پہنچی ہے۔ یہ کس قدر احترام و عزت ہے۔ ان پر رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے روزانہ پڑھ رہے ہیں۔ امت مسلمہ بڑھتی جارہی ہے۔ رحمۃ اللہ علیہ کہنے والے پڑھتے جارہے ہیں۔

بلال رضی اللہ عنہ کی صورت بھی اچھی نہیں، پیسہ ٹکا بھی پاس نہیں، مکان و محلات ان کے پاس نہیں، نہ اونچا خاندان۔ صرف ایمان و اعمال صالحہ ان کے پاس ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج سے واپس آئے تو بلال رضی اللہ عنہ سامنے آئے پوچھا: بلال! تم کیا عمل کرتے ہو؟ کہا جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں وہ کرتا ہوں۔ عرض کیا: کیوں پوچھ رہے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں جنت میں جارہا تھا تو آگے آگے تمہارے جوتے کی آواز آرہی تھی۔ بلال رضی اللہ عنہ کو سب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

یہ دولت بڑی ہے۔ ایمان و اعمال صالحہ بڑی چیز ہے دونوں جہاں کی کامیابی کیلئے۔ اسی کو بار بار سوچو، اسی بنیاد پر لوگوں کو دیکھو۔ باہر کی چیزوں کی بنیاد پر لوگوں کو نہ دیکھو۔ کتا چھپر میں ہو تب بھی کتا ہے۔ دس کروڑ کے محل میں بیٹھا ہو تب بھی کتا ہے۔ اس لئے باہر کی چیزوں کو چھوڑو، اندر کی چیزوں پر آؤ۔ دنیا میں حیوانی زندگی

آئی ہے۔ یہ کتوں، گدھوں، کی زندگی ہے۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ([1]))
یہ خنزیر سے بھی بدتر انسان ہے۔ آج حیوانی زندگی کی وجہ سے نہ کسی کا مال محفوظ، نہ جان محفوظ، نہ عزت محفوظ۔ یہ حیوانی زندگی یورپ وامریکہ سے اٹھتی ہے اور دنیا میں پھیل جاتی ہے۔ یہ لعنت کا راستہ ہے۔ اس کو چھوڑنا ہے۔ اور جناب محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر آنا ہے۔

ایمان واعمال صالحہ اتنی بڑی طاقت ہے۔ کہ زندگی کے تمام معمولات سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایمان واعمال سے پورے فرمائے ہیں۔ پورے مدینہ میں ایک بھی پکا مکان نہیں تمام چھپر ہیں۔ امان جان (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) مدینہ کا حال بیان کرتی ہیں کہ تین چاند دیکھا گھر میں آگ نہ جلی۔ دوماہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھروں میں آگ نہیں جلی ہے۔ عروۃ رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے ہیں پوچھا: اماں جان! گذارہ کیسے ہوتا تھا؟ فرمایا گذارہ کی دوصورتیں ہوتی تھیں:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے پوچھتے کھانے کو ہے؟ کہا نہیں ہے۔ تو فرماتے کہ میرا روزہ ہے عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی میرا بھی روزہ ہے۔ (۲) دوسری صورت یہ ہوتی تھی کہ گھر آئے چند کھجور میں لائی دونوں نے کھایا اوپر سے پانی پی لیا۔ یہ صورت ہے گذارہ کی نہ شاندار بستر، نہ کپڑے، نہ کھانے کا سامان بالکل گھر خالی ہے سامان سے۔ اگر کوئی چیز ملتی ہے تو ایمان واعمال صالحہ ہر جگہ ملتے ہیں۔ بازار میں، گھر میں، سفر میں، بیماری میں، مسجد میں سوفی صد ایمان واعمال صالحہ ملتے ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

(۱) الأعراف:۱۷۹

طَيِّبَةً(۱)

اللہ جل جلالہ نے مدینہ والوں کو جنت کی زندگی عطا فرمادی تھی نہ کسی کو کسی سے حسد ہے، نہ بغض ہے، نہ کسی سے کینہ ہے، نہ عداوت ہے۔نہ کسی کی حقارت ہے۔ ہر آدمی کی جان و مال اور عزت محفوظ ہے۔ یہ محبت کی زندگی ہے۔ کسی کے گھر تالا نہیں لگتا تھا۔ کتنوں کے دروازے بھی نہیں تھے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف زبان سے کہہ کر نہیں گئے ہیں بلکہ کر کے دکھا کر گئے ہیں۔

ایمان ہی واحد سبب ہے تمام گناہوں سے رکنے کا، تمام گناہ کو ختم کرنے کا۔ آج دنیا میں تمام غلط کام ہو رہے ہیں۔ پولیس وفوج لگی ہے اس میں کہ غلط کام نہ ہو۔ کئی محکمے اس میں لگے ہوئے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ہر سال جرائم بڑھ رہے ہیں۔صرف ایک راستہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام والی زندگی محنت کر کے وجود میں لانے سے تمام جرائم ختم ہو گئے۔ ایسا ماحول بنا ہے مدینہ اور اطراف کا کہ کوئی نہ غلط لیتا ہے، نہ بولتا ہے، نہ غلط سوچتا ہے، نہ غلط تولتا ہے، کوئی آدمی غلط حرکت نہیں کرتا ہے کہ یقین ہے کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ یہ یقین قابو کر کے رکھنا ہے۔غلط کام سے اور غلطی ہو جانے پر ایمان کی برکت سے اللہ جل جلالہ ایسی توبہ نصیب فرماتے ہیں کہ بدی کو بھی نیکی بنا دیتے ہیں۔

فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ط(۲)

''یہی لوگ ہیں کہ اللہ ان کے گناہوں کو نیکی سے بدل دیتے ہیں۔''

---

۱ (النحل:۹۷)

۲ (الفرقان:۷۰)

ایک غیر مسلم نے لکھا ہے کہ کوئی شبہ نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کو شاندار سواری بنا کر نہیں دی ہے۔شاندار کپڑے و برتن نہیں دیئے ہیں۔کوئی چیز دنیا کی بنا کر نہیں دی ہے۔انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما بنا کر دیئے ہیں۔

خود آدمی بنو اور آدمی بناؤ۔سامان نہ بناؤ۔اس وقت ساری دنیا میں سب کچھ بن رہا تھا تھوڑا یا زیادہ لیکن مکہ میں صرف آدمی بن رہا تھا اور کچھ نہیں بن رہا تھا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے آدمی بن رہے تھے۔اندر کا ایمان واخلاص بن رہا تھا۔تیرہ سال ایمان کی محنت پر لگے مکہ میں۔سوفی صد مرد،عورت و بچے ایمان واخلاص پر آگئے۔تقریباً گیارہ سال کے بعد معراج سے نماز فرض ہوئی مکہ میں۔باقی احکام مدینہ میں آئے ۔مکہ میں ایمان سیکھنے وسکھانے ، اخلاص سیکھنے وسکھانے ، اخلاق سیکھنے وسکھانے کا کام ہور ہا تھا۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا علم سیکھنا اور اس کی دعوت دینا یہ تیار ہور ہا تھا۔ایسے آدمی تیار ہور ہے تھے۔کہ ہر وقت لبیک کہہ کر تیار ہیں۔وہ اصلی لبیک کہتے تھے جان و مال کے ساتھ۔

چار بنیادی کام

چار بنیادی کام مکہ میں ہور ہے تھے: ایمان، اخلاص، اخلاق اور علم۔ان چار میں سب سے زیادہ وقت لگا اور آج بھی لگتا ہے۔سب سے زیادہ وقت ان چار پر لگانا ہے۔پھر مال ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح لگانا آسان ہوتا ہے۔

حضرت خنساء رضی اللہ عنہا اپنے چار بیٹوں کو اللہ کے راستہ میں روانہ کر رہی ہے اور ان کو کہہ رہی ہے کہ واپسی کا ارادہ نہ کرنا۔اگر واپسی کا ارادہ کرو گے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

بات پوری نہ ہوگی ۔ یہ ترغیب دے رہی ہیں ۔ان چاروں کاموں کے بعد نہ ہجرت کرنا دشوار ہے، نہ روزہ، نہ نماز مشکل ہے۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری سلطنت ہے، حکومت ہے ۔ یہودیوں کے فیصلے بھی آپ کررہے ہیں۔کوئی اسلحہ،فوج و پولیس نہیں ہے۔صرف ایمان کی طاقت ہے۔ایمان کی طاقت گناہ سے روکتی ہے۔گناہ ہونے پر ایمان پکڑ کر لاتا ہے سزا کی طرف۔

ایک مرد نے زنا کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آکر کہا۔

طھرنی یارسول اللہ

اے اللہ کے رسول! مجھے حد زنا،سنگسار کرکے پاک کروایئے۔

اس کو سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ کیا کرے کہ اللہ کے سامنے یہ گناہ کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منہ موڑتے ہیں جدھر منہ کررہے ہیں ادھر جاکر یہی کہہ رہا ہے۔جب چار دفعہ اقرار کرلیا تو حد ضروری ہوگئی۔جب مجرم چار دفعہ اقرار کرلے تو قاضی کو حد لگانا ہے۔عورت سے بھی غلطی ہوگئی (زنا ہوگیا تھا)۔اس عورت کو پتھر مارتے وقت خون کے چھینٹے نکلے اور کسی مرد کے اوپر کچھ چھینٹے پڑگئے ۔تو اس نے سخت الفاظ کہے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا۔اور یہ فرمایا کہ اس نے ایسی توبہ کی ہے۔کہ دس گنہگار آدمیوں پر تقسیم کیا جائے تو بخشش کے لئے کافی ہوجائے۔

اس وقت گناہوں سے روکنے کا سارا کام ایمان و اعمال صالحہ کررہے تھے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنۡهٰى عَنِ الۡفَحۡشَآءِ وَالۡمُنۡكَرِ[1]

ہر غلط کام سے ایمان بھی روکتا ہے اور نماز بھی روکتی ہے۔آج اسراف،فضول

---

1 (العنکبوت:٤٥)

خرچی، بے حیائی اور جانوروں کی طرح زندگی گذارنے سے تمام انسانیت تنگ آ گئی ہے۔غیر مسلم بھی تنگ آ گئے ہیں۔کیونکہ ہم مسلمان صحیح راستہ چالو نہیں کر رہے ہیں۔ اگر چالو کر دیں تو

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ (۱)

فوج درفوج لوگ اسلام میں داخل ہونا شروع ہو جائیں۔

ہمیں بھی وہی کرنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں کیا تھا۔اور وہی کرنا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں کیا ہے۔

ایک مغالطہ ہے اس کو مختصر سی بات میں درمیان میں بیان کر کے تشکیل کریں گے۔ وہ یہ دھوکہ میں نہ رہنا چاہئے کہ ہم ایمان والے ہیں۔مدینہ کے دیہات کے لوگوں نے آ کر کہا:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (۲)

(کہ ہم ایمان لائے) جبرائیل علیہ السلام آئے کہا ان سے کہد یں کہ تم ابھی ایمان نہیں لائے۔

وَلٰکِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا (۳)

بلکہ یوں کہو کہ ہم مسلمان ہوئے ہیں۔

---

۱ (النصر:۱۔۲)

۲ (الحجرات:۱۴)

۳ (ایضا)

ابھی تم ایمان والے نہیں بنے۔ حضور ﷺ کو جبرائیل پیام دے رہے ہیں۔ کہ کہہ دیں ان سے کہ ابھی تم ایمان والے نہیں بنے کلمہ پڑھنے کے باوجود۔ مدینہ میں حضور ﷺ کے ہاتھ پر کلمہ پڑھنے کے باوجود ایمان والے نہیں بنے۔

اسلمنا کہو کہ ہم نے حضور ﷺ کی بات مان لی ہے۔

وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (۱)

جب تک کہ ایمان دل میں داخل نہ ہو جائے تب تک ایمان والے نہیں۔

زبان پر کلمہ آتا ہے تو یہ کلمہ ایمان ہے۔ کان میں کلمہ کا لفظ سنا تو یہ کلمہ ایمان ہے۔ زبان کا کام ایمان کا کلمہ بولنا۔ کان کا کام کلمہ ایمان کا سننا اور جب دماغ میں کلمہ آ گیا تو یہ علم ایمان ہے۔ ایمان والا جب ہوگا جب دماغ سے چھن کر دل میں آ جائے۔ اس کو صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں۔

تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ (۲)

''پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر قرآنی احکام سیکھے۔''

جب دل میں کلمہ آجاتا ہے تو پورے قرآن پر عمل آسان اور اعمال صالحہ آسان۔ جیسے درخت کی جڑ ہے تو ڈالی بھی اور ساتھ پھل، پھول اور پتے بھی۔ ایسے ہی جب ایمان اندر آتا ہے تو باہر اعمال صالحہ نکلتے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا (۳)

''اے ایمان والو ایمان لاؤ۔''

---

(۱) ایضا

(۲) التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۱ ص ۹۱۲

(۳) النساء: ۱۳۶

یعنی ایمان دل میں داخل کرلو کہ دل میں ایمان لاؤ۔ تو ایمان تمام گناہوں سے دل میں آنے کے بعد روک لیتا ہے۔ جب تک کلمہ زبان، کان، دماغ پر ہے تو یہ کلمہ ایمان ہے۔ اگر کلمہ منہ سے کہنے کا نام ایمان ہوتا تو منافقین مومن ہوتے، ایمان والے ہوتے، منافقین کو کافر کیوں کہتے ہو۔ (اس لئے کہ ان کے دلوں میں ایمان نہیں تھا) منافقین کلمہ کو اتنا تجوید سے پڑھتے تھے کہ کوئی قاری نہیں پڑھ سکتا۔ وہ اشراق و چاشت سات وقت کی نماز پڑھتے تھے۔ جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ نے سالہا سال لگا کر ایمان سیکھا اسی طرح سالہا سال لگا کر سیکھنا ہے۔ صرف تین دن چلہ تین چلہ میں وہ ایمان نہیں آئے گا۔ سالہا سال لگیں گے۔ پھر وہ وقت آئے گا کہ اس امت کے حصہ کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے مقابلہ میں پچاس گنا ثواب ملے گا۔ جب اس حدیث کو مولانا یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تو میں سامنے بیٹھا تھا میں گھور کر دیکھ رہا تھا کہا گھور کر کیا دیکھتے ہو اور پچاس گنا مدد بھی کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد بقدر ضعف ہوتی ہے۔ بقدر قوت نہیں ہوتی۔ جتنا بولو گے، سنو گے، سوچو گے، اسی راستہ سے ایمان اندر جائے گا دل میں اور عبرت کی نگاہ سے مخلوق کو دیکھو گے تو ایمان دل میں جائے گا۔ اگر پوری زندگی لگ جائے تب بھی آسان ہے۔ پھر جو کہو گے وہ اللہ کردے گا۔ ایمان اندر نہ ہونے پر دین پر چلنا مشکل ہو گا۔ جب ایمان اندر آ گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے سود و شراب کے چھوڑنے کا حکم آتے ہی سب فورا چھوڑ دیئے۔ آج سارے ایمان والے نہیں ہیں بہت تھوڑے ہیں۔ اگر ہزار بھی ہوں تو خدا ان کی وجہ سے سب کو ایمان والا بنا دے۔

ہمارے ایمان کی مثال ایسی ہے جیسے تھری نال تھری کی گولی۔ (بندوق) لیکن گھر میں پچاس گولی ہے اور دس گولی جیب میں ڈالدی، بلی کو چلا مارنے تو نہ مرے

گی۔ جب تک گولی گھر میں، ہاتھ میں، جیب میں ہوگی اس وقت تک اس کی طاقت ظاہر نہ ہوگی۔ جب تک جگہ پر نہ رکھی جائے۔ ایسے ہی ایمان کان، زبان و دماغ پر ہے۔ تو اسکی طاقت ظاہر نہ ہوگی جب تک دل میں نہ آجائے۔ دل میں آجانے پر صرف اتنا کہنا ہوگا۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا [1]

(اے میرے رب کسی کافر کو زمین پر نہ چھوڑ سب کو ختم فرمادے) یہ ایک دعا کافی ہے۔ اس پر سب ختم ہوجائیں گے۔ اس ایمان کے دل میں آنے کے لئے سالہا سال محنت کرنی ہے۔ تب اندر آئے گا۔ تب ایمان کی طاقت ظاہر ہوگی۔

مجھ سے مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ابتداء میں ایک دفعہ فرمایا۔ نصاب پورا کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ میں نے کہا نصاب کیا ہے؟ فرمایا ایک سال لگاؤ کہ کام کیسے کرنا ہے۔ اس کو سیکھو کام سیکھنے کے لئے۔ ایک اور لگاؤ لوگوں سے کام کروانے کیلئے کہ لوگوں سے ایک سال کام کروانا سیکھو۔

یہ امت صرف کام کرنے کے لئے نہیں آئی ہے۔ کام کروانے کیلئے آئی ہے۔ جو کرنا نہیں جانتا وہ کام کیسے کرواسکتا ہے۔ یہ دو سال اپنے ملک میں لگیں گے پھر ایک سال حجاز جانا ہوگا تو وہاں سارے ملک کے لوگ آتے ہیں۔ سارے ملک والوں سے کام کرنا اور کروانا سیکھو گے۔ مصریوں میں، سوڈانیوں میں کام کیسے کرنا ہے۔ میں نے اس لئے کہا کہ یہ خواص کی مجلس ہے اس لئے تین سال کے لئے نام لکھاؤ۔ اب میرے بولنے کا وقت ختم ہوگیا اب تمہارے بولنے کا نمبر آیا۔

---

(۱) نوح:۲۶

دعوت کا عمل ام الاعمال ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ
وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا
الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَکَ رِضَاءً وَّلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ
کَفِیْلَۃً. اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (۱)

قابل احترام بزرگو بھائیو! عزیزو کل یہ عرض کیا تھا کہ باہر نکلیں جس طرح نماز کیلئے نکلنا ہوتا ہے کہ اپنا سب کچھ چھوڑیں اور سب کچھ کا خیال بھی چھوڑیں۔ یکسوئی کے ساتھ اس عمل کی مشق کریں۔

دعوت کا عمل تمام اعمال کی ماں ہے۔ یہ دعوت کا عمل جمیع ما جاء به النبی ﷺ جو دین اللہ کے رسول ﷺ لائے ہیں اس کا اس کے وجود میں آنے کا سامان ہے۔ اس عمل میں اپنے کو سر سے پیر تک صحیح چلایا جائے صحیح رکھا جائے۔ یقین کے اعتبار سے معاملہ معاشرہ کے اعتبار سے پھر واپس آیا جائے تو کو دیکھا جائے کہ ٹھیک چل رہے ہیں یا نہیں۔

مجھے ایک بڑے رئیس نے بتایا تھا۔ کہ میں تین دن کے لئے جماعت میں گیا تھا اور بیگ میں شراب کی بوتل لے کر گیا تھا (کہ موقع نکال کر پیئوں گا) چوبیس گھنٹے پوری کوشش کی موقع نکال کر پی لوں مگر موقع نہ ملا چوبیس گھنٹے کے آخر میں احساس ہوا کہ یہ مسجد میں بیگ میں رکھی ہے یہ کیا ظلم ہے تو چادر میں لپیٹ کر بیت الخلاء میں گیا کہ وہاں پی لوں تو ایک ساتھی پیچھے لگ گیا یوں کہتے ہیں کہ اکیلے نہ جاؤ۔ بیت الخلاء میں ارادہ یہ تھا کہ پی لوں لیکن باہر آدمی کھڑا ہے اس سے جان چھڑانی چاہی اور بیت الخلاء کے دیوار کے اوپر سے بوتل باہر پھینک دی ویرانے کی طرف۔

(۱) آل عمران: ۱۱۰

ماحول محنت سے بنتا ہے۔اور نکلنے کا زمانہ بہت اچھا ماحول ہوتا ہے۔ جماعت میں کچھ نہ کچھ کرنا پڑتا ہے ۔جیسے پانی کے رو میں چلنا چاہے تو رو میں کچھ نہ کچھ بہنا پڑتا ہے۔

قولی فعلی وتقریری یہ تینوں مرفوع حدیث ہیں ۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ کیا کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر دیکھ کر سکوت کیا نکیر نہیں کی وہ بھی حدیث ہے۔حدیث کے باب میں نہ کوئی غلط کر سکتا ہے نہ کہہ سکتا ہے۔اس کا امکان ہی نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے غلط ہو اس پر نکیر نہ ہو ایسا ہو نہیں سکتا۔صحابہ رضی اللہ عنہم نے محنت کر کے موحول بنا کر ان تینوں حدیثوں کو اور قرآن کو زندہ کیا۔ماحول بنانے کے لئے بڑی لمبی قربانیوں کی ضرورت ہے ماحول کی برکت سے اندر کا حال اتنا شاندار بن جاتا ہے کہ کوئی غلط کام ہو گیا۔ایمان کی طاقت گناہ سے نجات دلاتی ہے۔اندر کی ایمانی طاقت اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ مجرم خود آجاتا ہے لایا نہیں جاتا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں غلطی ہوگئی (زنا ہو گیا) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مجرم کو اس کا ایمان لایا کہا

یَارَسُولَ اللهِ، طَهِّرْنِيْ (۱)

''پاک کردیں مجھے اے اللہ کے رسول۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھے غلطی ہوگئی ۔تین بار کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ پھیر لیا اور تین بار کہا صحابی رضی اللہ عنہ نے ۔کہ گناہ پر زندہ رہنا پسند نہیں ہے ۔غلطی پر اللہ تعالیٰ ایسی توبہ نصیب فرماتے ہیں ۔کہ آدمی جہاں ہوتا ہے اس سے آگے نکل جاتا ہے ۔جماعت کے موحول میں صحیح چل رہا ہو تو اس پر مطمئن نہ ہونا چاہئے ۔ بلکہ واپس آ کر پہلا امتحان جو ہوگا۔

---

(۱) صحیح مسلم، حدیث: ۱۶۹۵

گھر کاروبار وملازمت میں تو اگر وہی ایمان ہے جو جماعت میں تھا تو اب مطمئن ہوسکتا ہے۔کاروبار سے پیسہ لیکر گھر جارہا ہے تو یقین ہے کہ اس پیسے سے کچھ نہیں ہوتا۔مال جب تک مال ہے اس سے زندگی نہیں بنے گی بلکہ مال جب اعمال بن جائے تو زندگی بن جائے گی۔اب سمجھا جائے گا کہ صحیح چل رہا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا مال سب سے زیادہ دعوت پر خرچ ہوا۔دعوت میں خرچ کرنے میں کوئی حد نہیں ہے۔اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کوئی حد مقرر نہیں ہے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح سارا مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آدھا مال خرچ کیا جاسکتا ہے۔اور عام صحابہ رضی اللہ عنہ کی طرح تہائی مال لگایا جاسکتا ہے۔ بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ ساری امت ایک تہائی پر تھی۔عام صحابہ رضی اللہ عنہ ایک تہائی مال دعوت پر خرچ کرتے تھے۔اور مال کا دو تہائی حصہ گھر وکاروبار پر خرچ ہوتا تھا۔

دین کی محنت کے ساتھ نمبر اوّل پر یہ دعوت ہے۔دستور عام صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ تھا کہ مال وقت کا ایک تھائی کرتے تھے اعلاء کلمہ اللہ اور دعوت پر۔اس کے بعد جو باقی مال بچا ہے دوسرے نمبر پر وہ مال مہمان فقراء مساکین بیوہ اور یتیم پر خرچ کرنا ہے اس میں بھی خرچ کرنے کی کوئی حد نہیں ہے۔مہمان گھر آیا جو گھر میں تھا وہ سب لایا۔

چراغ درست کرنے کے بہانہ سے بجھانے کو کہا۔صبح کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا وہ رات میں ایثار کرنے والا کون ہے کوئی نہیں بولا دوبارہ پوچھنے پر وہ صحابی رضی اللہ عنہ اٹھے کہا آپ کو کس نے بتادیا۔فرمایا اس نے جس کے لئے تو نے کیا تھا (یعنی اللہ نے) یہاں تک آیا جاسکتا ہے۔سب گھر کے بھوکے سوجائیں اس کی گنجائش ہے۔تیسرے نمبر پر جو مال بچا ہے وہ اپنی ذات۔بیوی۔بچے ان پر لگے ہیں لیکن اس کے ساتھ شرائط ہیں:

وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا (۱)

''کھاؤ پیو اسراف مت کرو۔''

اسراف وتبذیر سے بچو۔اسراف یہ ہے کہ برمحل خرچ کرنا ضرورت سے زیادہ۔ اورتبذیر کہتے ہیں بے محل خرچ کرنا دونوں کے بارے میں اللہ نے کہا ہے:

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ (۲)

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ (۳)

اسراف کرنے والا اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔صرف بقدرضرورت فرض وجائز کے درجہ میں خرچ کرسکتا ہے۔

آج یہ ماحول بن گیا کہ اسراف کی وجہ سے لوگ آدمی کو پسندیدہ سمجھتے ہیں۔ حضور ﷺ والی معاشرت حضور ﷺ والی سادگی امت کو پسند نہیں۔اوراس وقت معاشرہ اسراف اور بے حیائی کا ہے یہاں تک نوبت آج پہنچ گئی ہے۔آگے عرض کردوں حضور ﷺ کا معاشرہ کپڑا اٹھکانہ مکان وسادگی جس کو پسند نہیں ہے۔تواس کا ایمان کہاں رہا۔اس کے ایمان کا کوئی ٹکانا نہیں ہے کہ کہاں ہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے خاص طور سے تفصیل سے فرمایا کہ حضور ﷺ کا معاشرہ پڑھ کراپنے اندر پسندیگی پیدا کرو۔تیسرے نمبر پرخرچ کرنے کی پابندی ہے ضرورت کے درجہ میں مکان لباس کھانا وسواری ہو یہ بات ہرجگہ نہیں کہی جاسکتی۔اس مجمع کو کہا جاسکتا ہے۔اس مجمع کے سامنے حضور ﷺ کی معاشرت پڑھی ہوئی ہے۔

---

(۱) الاعراف:۳۱

(۲) الانعام:۱۴۱

(۳) الاسراء:۲۷

کہ جماعت میں ایک چیز پکتی ہے سب کھاتے ہیں ۔ایسا پکاؤ کہ امیر غریب سب کھا سکتے ہوں۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جماعت میں دال پکاؤ کہ دال کی ٹانگیں نہیں ہوتیں اور مرغ کی دو ٹانگیں ہوتی ہیں اگر مرغ پک گیا تو کھانے والے دس اور ٹانگیں صرف دو تو لڑائی ہو گی اور اگر دال ہے تو ہر ایک کہے گا تم کھاؤ۔

گھر کا کام بھی مشورے سے ہو چار سال پہلے ڈھا کہ میں ایک پرانے ساتھی کے کہنے پر میں نے بیان کیا کہ اپنے گھر میں جماعت والی زندگی گذارو۔گھر میں عورت مرد و بچے سب جماعت ہیں مشورہ سے گھر کا کام کریں ۔حکماً نہیں ،کھانا بھی مشورہ سے پکاؤ۔میں نے اپنے یہاں مدرسہ والوں سے کہا کہ جو بچے مدرسہ میں تعلیم کے لئے طالب علم آتے ہیں ان کے بھیجنے والے ماں باپ کی کسی کی نیت بچے کی اصلاح کی نہیں ہوتی ہے۔

صرف تعلیم کی نیت ہوتی ہے کہا اصلاح کی نیت ہے ہی نہیں تو اصلاح کیسے ہو گی ۔مدارس والے (مرکز پاکستان لاہور) مدرسہ والوں کی طرح جماعت میں پھریں آپ لوگ مدرسہ والے رائیونڈ کی طرح جماعت میں پھریں۔شعبان وغیرہ میں ۔ رائیونڈ مدرسہ میں جو سب اصلاح کی نیت سے بچے بھیجتے ہیں گھر میں ڈنڈا نہیں چلانا ہے ترغیب سے چلاؤ۔جس طرح دوسروں کو ترغیب دیکر بلاتے ہو ذکر نماز کے کئے ویسے گھر میں ترغیب دیکر ذکر تعلیم اور نماز شروع کرو۔فضائل نماز سنا کر ترغیب دو۔ مسجد کے اوقات نماز گھر میں ہونے چاہئے ۔مسجد میں جو ہوتا ہے وہ گھر میں ہو۔

کھانے کے سبب نظام خراب ہو گیا۔اس کھانے نے ساری معاشرت کو خراب کر دیا ہے ۔جو چولہا صبح چائے کے لئے جلتا ہے وہ کھانا دوپہر و شام کی چائے تک پھر رات کے دس بجے تک چولہا جلتا ہی رہتا ہے۔دوسرے یہ کہ دنیا میں جتنے طریقے

جاری ہیں ۔وہ سب کھانے کی وجہ سے ہیں لہٰذا یہ کمانا کھانے کیلئے عذاب بن گیا ہے۔اس لئے سارا کام غلط ہورہا ہے ۔حرام کاری اسی لئے ہورہی ہے ۔بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ گستاخی معاف کہ مرد باہر جماعت میں ہوتے ہیں اور گھر میں یہودیت عیسائیت ونصرانیت پل رہی ہے سب کا کمانا۔پکانا۔کھانا ہضم کرنا عذاب ہے سارے ہسپتال کھانے کی وجہ سے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت پر کھانا کمانا آسان ہے ۔میں نے ایک موقع پر مالداروں کے سامنے شادی نکاح پر بیان کیا اور حضرت عائشہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی کا ذکر کیا میں نے کہا یہ شادی آسان ہے تو انھوں نے کہاں ہاں میں نے کہا تم لوگ ایسا کرلو گے۔کہا یہ تو مشکل ہے ۔اگر تم مرد سب عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بن جاؤ تو عورتیں رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بن جائیں اور اگر بچے دین پر نہ ہوں تو یہ بچے عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ اور رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا کو گھر سے باہر نکال کر جھونپڑی میں ڈلوا دیں گے۔

جب گھر کا وقت صحیح گذرے تب اندازہ لگاؤ کہ جماعت میں ٹھیک چلا ہوں۔ اور یہ سمجھے کہ صحیح چلنا اب آگیا۔اگر جماعت میں پھرا اور کمانے کی جگہ ٹھیک نہ چلا تو دوبارہ ورکشاب یعنی جماعت میں جاؤ جیسے گاڑی ٹھیک نہ چلے تو ورکشاب میں لے جاتے ہیں ۔خراب گاڑی کو چلانا خودکو ہلاک کرنا ہے۔اور دوسروں کو ہلاکت میں ڈالنا ہے تو پھر دوبارہ نکل جاؤ۔ایک حصہ تو یہ ہوا۔بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے کہ اپنے اندر ایمان اخلاص ،علم اور سارے اعمال بناؤ اور بنا کر سارے عالم میں پھرو۔سیکھنا پہلی ذمہ داری ہے اور عالم میں اس کو پھیلانا دوسری ذمہ داری ہے۔بننے کی جگہ باہر جماعت ہے۔اور گھر دکان وغیرہ بگڑنے کی جگہ ہے۔

صرف اپنا علاقہ قوم بستی کو اٹھانا یہ مستقل قصہ ہے۔لیکن جن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی

ہم ہیں ان کی نیت کیا تھی ان کی نیت پورے عالم کی تھی۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز کے امام نہیں ہیں۔بلکہ پوری زندگی کے امام ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم پورے عالم کی نیت سے سب کچھ کرر ہے تھے جو اس سے کم کی نیت کرنا ہے اسے سوچنا چاہئے کہ وہ کدھر گیا۔سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم مین کام کرنے کا راستہ بتاتے ہیں اور اس پر یقین دلایا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا تو اکیلا نہیں ہے تیرے ساتھ خالق ومخلوق سب ہیں۔ بخاری کی روایت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتَّى الْحِيْتَانَ فِى الْبَحْرِ وَالنَّمْلَةَ فِىْ جُحْرِهَا لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ خَيْرًا۔(1)

بے شک اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتے ہیں اور تمام فرشتے اور تمام سمندر کے جانور یہاں تک مچھلیاں سبندروں میں اور تمام زمین کے جانور تک کہ چیونٹیاں بلوں میں اور تمام آسمان وزمین والے بخشش کی دعا کرتے ہیں اس آدمی کے لئے جو کسی کو دین کی بات سکھا رہا ہے خیر کی بات بتا رہا ہے سمجھا رہا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ایک حوصلہ دیا کہ تم اپنے کو اکیلا نہ سمجھو کہ میں اکیلا ہوں نہیں۔بلکہ تمہارے ساتھ خالق سے مخلوق تک سب ہیں نظر آ رہا ہے۔کہ تو اکیلا ہے۔ لیکن تو اکیلا نہیں ہے اللہ سے لے کر چیونٹی تک خالق ومخلوق تیرے ساتھ ہیں۔خالق کائنات اور پوری کائنات سب تیرے ساتھ ہیں۔دوسرا یہ کہ ایک آدمی کسی کو سکھا رہا ہے یہ یہاں سکھایا جا رہا ہے اور اس کے اثرات فرشتوں سے لیکر خالق تک پہنچ رہے ہیں۔یہ غیبی راستے ہیں۔

(1) التیسیر بشرح جامع الصغیر، ج ۲،ص ۱۷۰

حضرت ابراھیم علیہ السلام کو آواز لگانے کا مکلف بنایا جب حضرت ابراھیم علیہ السلام نے بیت اللہ بنایا تو اللہ نے کہا لوگوں کو حج کے لئے بلاؤ۔ آواز لگاؤ۔ آواز لگانا تمہارا کام ہے اور پہنچانا ہمارا کام ہے۔ انھوں نے آواز لگائی اللہ نے اس کو تمام روحوں تک پہنچا دیا۔ جس کی روح نے جتنی مرتبہ لبیک کہا اتنی بار حج کریگا۔ جو حج کے لئے نکلتا ہے پہلا قدم گھر کے صحن۔ محلہ۔ شہر ملک و باہر ملک پڑتا ہے۔ عمل کی تاثیر پر غور کرو حج کی نیت کی اور چل پڑا اور گھر سے باہر نکلتے ہی انتقال ہوگیا۔ حج نہیں کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اس کو اللہ پاک مقبول حج کا ثواب عطا فرماتے ہیں۔ صرف نیت پر۔ حدیث ہے:

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِنْ عَمَلِهِ(۱)

مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت جیؒ فرماتے تھے کہ نیت عمل سے بہتر اس لئے ہے کہ عمل بقدر استطاعت ہوتا ہے۔ اور نیت بڑی سے بڑی کی جاسکتی ہے۔ عالم بھر کے لئے نیت کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام ہیں اور ہم مقتدی ہیں تو امام کی جو نیت ہے وہ مقتدی کی ہونی چاہئے۔ ہم جہاں تک پہنچ سکتے ہیں وہاں تک پہنچیں۔ پھر واسطہ بلا واسطہ اللہ پہنچائیں گے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے میں نے کہا جب بھی میں یہاں آتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ اب کی بار سمجھا ہوں یہ کب تک چلے گا۔ کہا چلتے رہو لگے رہو۔ یہ موت تک چلے گا۔ اور فرمایا اگلی سیڑھی پر چڑھنے سے پہلی سیڑھی چھوڑنے کے قابل ہے۔ ہماری زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے میل کھا جائے۔ منتہیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں مجاہدہ میں، اعمال

---

(۱) بیہقي في الشعب ۵ / ۳۶۰

میں، اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا میل ہو۔ اگر اس نمونہ کی نماز حج نہیں ہیں تو وہ نماز و حج نہیں ہیں۔ اگر درزی نے کپڑا غلط کاٹ دیا ناپ کے خلاف تو جرمانہ دینا ہو گا۔ ایسے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف نہ ہوں۔ حدیث ہے:

لَوْ كَانَ مُوسىٰ حَيًّا مَا وَسِعَهُ إِلَّا أَنْ يَتَّبِعَنِي (۱)

''اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو بغیر میری اتباع کے ان کیلئے کوئی چارہ نہیں کوئی گنجائش نہیں۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ملک شام میں نازل ہوں گے اور پوری امت پورے دین پر ساری مددوں کے ساتھ ہوگی۔ فجر کے وقت اتریں گے آسمان سے نماز عصر کا وقت ہو گا۔ مہدی ان سے نماز پڑھانے کے لئے کہیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے ہماری امامت کا وقت ختم ہوگیا۔ اب تو انکی امامت ہے ان کی امت کی امامت ہے۔ آپ نماز پڑھایئے۔ عیسیٰ علیہ السلام آکر شادی کریں گے۔ تو ایمانیات، عبادات اخلاق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں لکھا جائے۔

قدم نیت کے بقدر اٹھتا ہے۔ جس کی نیت بڑی ہوتی ہے۔ اسی نیت کے بقدر آدمی قدم اٹھاتا ہے۔ سبزی کی نیت کی تو اتنا پیسہ لیکر جاتا ہے۔ کپڑے کی نیت کی تو اتنا پیسہ کما کر جاتا ہے۔ جتنی نیت ہوتی ہے اسی کے بقدر انتظام کرتا ہے۔ جب عالم میں کام کرے گا تو بنیادی سامان ایمان ہے۔ جو اندر کی دولت ہے۔ ایمان وہاں بنے گا جہاں عالم کی فکریں ہو رہی ہوں ان کے بیچ ایمان بنے گا۔ دعوت وقربانی والوں کے درمیان دعوت وقربانی آئے گی۔ مجھ سے حضرت جیؒ نے فرمایا کہ نصاب پورا کرلو ایک

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ح ۲۶۴۲۱

سال لوگوں میں چلو۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سال یہاں مجھ سے کام کرایا۔کہ کام سیکھو۔پھر ایک سال حجاز میں کرواور کراؤ۔

حجاز میں دنیا بھر کے لوگ آتے ہیں وہاں عالمی فکر ہوتی ہے۔وہاں سے ابراہیم علیہ السلام کی آواز کواللہ نے پہنچایا۔وہاں غیبی راستے بھی موجود ہیں اور ظاہری راستے بھی موجود ہیں۔وہ حجاز مقدس ہے۔پورا دین لیکر آپ حجاز میں بیٹھئے تو پورے عالم میں دین پھیل جائے گا۔تعلیم سے فراغت کے بعد تین سال جماعت کا نصاب ہے اس کو پورا کرلوگے تو کام کرنے لگ جاؤگے میں نے کہا میں تیار ہوں ۔ پوچھا مدرسہ کا کیا ہوگا میں نے کہا انتظام ہوجائے گا۔میں امرتسر گیا اور نو دس دن بعد مدرسہ کا انتظام کر کے چلا آیا۔اور شیخ مولانا زکریا صاحبؒ کے پاس سہارن پور گیا۔پوچھا ابھی گئے تھے اور آ گئے میں نے کہا میں تین سال کیلئے آ گیا ہوں شیخ نے پوچھا مسجد و مدرسے کا کیا ہوا؟ میں نے کہا انتظام کر کے آیا ہوں۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ملک در ملک قریہ در قریہ پھرنے کی سنت کا رواج دو اور اسے پائیدار بناؤ اللہ کے خزانے پر یقین کر کے ۔یہاں آ کر اپنے کو عالم کے لئے تیار کرنا ہے۔اگلے والے اگر قربانی پر نہیں آئیں گے تو پچھلے والے آگے نہیں بڑھیں گے۔

بڑے درخت کے نیچے گھاس بھی نہیں اگتی۔پچھلے والوں کو آگے مت کرو تم امام ہو اور وہ مقتدی ہیں تم الٹا کرو گے تو نماز کیسے ہوگی ۔ یہ سوچنا کہ میں مرکز میں فلاں فلاں کو بھیج رہا ہوں اور میں خود اس لئے نہیں آرہا ہوں کہ مقام پر کام بیٹھ جائے گا میرے نہ رہنے پر۔تو حضرت جیؒ نے سر پکڑ کر فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون ہو وہ تو کام کو ڈبو رہا ہے۔ پیسہ اور آدمی دیکھ کر یہودی بھی پروگرام اپنا بناتے ہیں۔تم اللہ کے خزانہ

کو دیکھ کر عالم کی نیت کرو یہاں سے دلی شہر تک جانے میں سکت نہ آدمی میں ہے نہ پیسے میں ہے۔ تو حضرت جیؒ نے فرمایا یہ یہودی بھی کرتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا ہے راستہ میں بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ **جمیع ماجاء به النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم میں پہنچانا ہے۔ چھ نمبر کے اندر رہ کر چھ نمبر کی حقیقت آنے پر اللہ پورے دین پر چلنے کی استعداد پیدا کر دیں گے۔ ایک بات اور عرض کرنی ہے رمضان آرہا ہے۔

حضرت جیؒ فرماتے تھے ستر گنا اجر ہی نہیں بلکہ اس ماہ میں ستر گنا مدد بھی ملتی ہے۔ رمضان ہدایت کا مہینہ ہے۔ جو لوگ سال بھر میں نہیں آتے ہیں وہ بھی رمضان میں مسجد میں آتے ہیں۔ ہدایت کے ماہ میں ہدایت والا کام ہو اس کی صورت یہ ہے کہ رمضان میں محنت کی جائے۔ کہ امت ستر گنا آگے بڑھ جائے۔ بقول حضرت جیؒ کے کہ جب دن میں کھانا نہیں تو کمانا کس کے لئے۔ ایک دشمن بند اور دوسرا روزے سے مرا ہوا ہوتا ہے۔ میدان خالی ہے کر لو جتنا کرنا ہو۔ رمضان کا مہینہ کام کا مہینہ ہے بدر و فتح مکہ رمضان میں ہوا یہ کام کرنے کا مہینہ ہے۔ دوسرے ماہ میں ستر گنا محنت کی جائے تو اضافہ نہیں جتنا اس ماہ کی محنت سے ہو جائے گا۔ اس ماہ میں دعاؤں و دعوت دونوں کا زور ہوتا ہے۔ جتنے بڑے عزائم ہوں گے اتنی بڑی مدد ہوگی۔ اللہ جل جلالہ اچھی صورتیں پیدا فرمائے گا۔ سبحٰنك اللّٰهم الخ۔

دین کے وجود میں آنے کا واحد سبب محنت ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُحَلُّ بِھَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِھَا الْکُرَبُ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَلِحَقِّہٖ اَدَاءً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تَکُوْنُ لِلنَّجَاۃِ وَسِیْلَۃً وَلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ کَفِیْلَۃً، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ بِقَدْرِ حُسْنِہٖ وَکَمَالِہٖ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ،

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ۔(۱)

قابل احترام بزرگو، بھائیو اور عزیزو! سید الکونین محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انسانوں کے لئے، جتنے بھی قیامت تک انسانوں کے طبقات واقسام ہیں ان کے لئے، تمام مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے زندگی گزارنے کا ایک نظام لے کر آئے۔ بچپن کی زندگی، جوانی کی زندگی، بڑھاپے کی زندگی، گھر وبار، زراعت، ملازم کی زندگی، تمام زندگیوں کے لئے نظام لے کر آئے جس کا نام دین ہے۔

چھوٹا عمل

اللہ جل جلالہ نے دین کو عظیم طاقتور بنایا ہے۔ عظیم اتنا کہ چھوٹے سے چھوٹے عمل کے مقابلہ میں کسی عمل کو چھوٹا کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے، کیونکہ چھوٹے عمل کے مقابلہ میں تمام کائنات ذرہ کی حیثیت نہیں رکھتی۔ بخاری شریف کی روایت ہے ایک بدکار عورت جارہی تھی راستہ میں بے آباد کنوئیں پر کھڑی ہوگئی، دوپہر کا وقت تھا۔ کتا آیا۔ کتے کو چکر کاٹتے ہوئے دیکھا، کتا پیاسا تھا، زبان باہر نکلی ہوئی تھی، تو دیکھ کر سوچا کہ یہ اللہ کی مخلوق ہے، اسے پانی پلادوں۔ جب کوئی آدمی اچھا ارادہ کرتا ہے، اسباب نہیں ہوتے تو خالق اسباب پیدا فرما دیتے ہیں فوراً اسے سوجھی کہ جو کرسکتی ہوں کر لوں۔ دوپٹہ میں چمڑے کا موزہ باندھ کر کنوئیں میں لٹکادیا۔ اللہ جل جلالہ جانتے ہیں کہ دوپٹہ بڑھ گیا یا پانی خود اوپر آگیا اس نے کتے کو پانی پلادیا۔(۲)

(۱) آل عمران:۱۱۰

(۲) صحیح بخاری:۳۳۲۱

خیال رہے کہ یہ چھوٹا عمل ہے اس سے چھوٹا عمل تلاش نہیں کیا جا سکتا۔کسی نبی علیہ السلام کو پانی پلایا ہوتا تو طاقتور عمل ہوتا۔ بخاری کی روایت ہے کہ اللہ نے اس کو جنت عطا فرمادی۔ پوری کائنات دیکر جنت نہیں مل سکتی۔ پوری کائنات کو دیکر جنت کو ایک نگاہ دیکھ نہیں سکے۔ یہ چھوٹا سا عمل اتنا طاقتور ہے اور اتنا عظیم ہے۔سب سے بڑی طاقت جبرائیل علیہ السلام ہیں مخلوق میں ۔لیکن کوئی چیز طاقتور اتنی نہیں ہے جتنا دین طاقتور ہے اس بنا پر اللہ جل جلالہ نے دین کو غالب کرنے کیلئے رسول کو بھیجا۔

هُوَالَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ(۱)

دین سب پر غالب آسکتا ہے ۔اللہ خود غالب کرنے کا وعدہ کر چکا ہے ۔دین آیا ہی غالب ہونے کیلئے ہے۔لیکن سنت اللہ یہ ہے کہ جب اسے وجود مل جائے تو اس کی طاقت اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔ دین اس وقت طاقتور بنے گا اور دین کا وجود اس وقت ہوتا ہے جب اس زمانہ کے نبی والی محنت کی جائے۔ نبی دین کے ساتھ محنت بھی لے کر آتا ہے۔ اور اللہ محنت پر دین کا وجود عطا فرماتے ہیں۔محنت دین کے وجود میں آنے کا سبب ہے۔اس محنت کا نام دعوت وتبلیغ ہے۔

ہر زمانہ میں نبی کی محنت سبب ہے دین کے وجود میں آنے کا۔ جو دین لائے، وہ محنت بھی لائے ۔ جتنا دین وعلم سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آیا ہے اتنا پہلے کبھی نہیں آیا۔سب سے زیادہ علم آپ کے ساتھ آیا ہے اور محنت بھی بڑی آئی ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آکر وہ محنت کرائی اور خود بھی کی۔

(۱) الفتح:۲۸

دین اور دین کی محنت

پہلے زمانہ میں اور اس زمانہ کے اعتبار سے تھوڑا سا فرق ہے:

وہ یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں صرف نبی محنت کرتا تھا۔ نبی آئے محنت کی ہدایت ملی۔لوگوں کو دین سکھایا، عبادت سکھائی ۔اللہ نے اس زمانہ میں دین کی طاقت ظاہر کردی۔ نبی کا علاقہ بھی محدود ہوتا تھا۔ یہ نبی فرعون و نبی اسرائیل کے لئے، یہ قوم ثمود کے لئے، یہ قوم سبا کے لئے آئے ہیں اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علاقہ نہیں دیا گیا بلکہ سب کے لئے، قیامت تک کیلئے، پوری انسانیت کے لئے، پورے عالم کے لئے، تمام طبقات کے لئے نبی بنا کر بھیجا۔

دوسرا یہ ہوا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکیلے محنت نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنی امت کو لے کر محنت کریں گے۔ایسی محنت کریں کہ اسی محنت کے ہو کر رہیں۔اس لئے نبی کے ساتھ امت کو محنت کرنی ہے۔مہاجر وانصار بن کر رہ گئے۔کہ دین کے لئے سب کچھ چھوڑنے والے، دین پر سب کچھ لگانے والے بنے۔

مہاجر وانصار کے علاوہ تیسرا کوئی نام نہیں ہے۔نہ کوئی مفتی، نہ عالم، نہ تاجر، نہ حاکم ومحکوم یہ تیسرا کوئی نام نہیں ہے۔ صرف مہاجر وانصار سب کو بنایا۔جس طرح نبی دین کے کام کے لئے سب کچھ چھوڑتا ہے، اپنے لئے کچھ نہیں بناتا ہے۔ایسے امتی سب کچھ چھوڑے اور اپنا کچھ نہ بنائے۔ ہر حال میں دین کی فکر ہے۔چار پانچ اشارے ایسے ملتے ہیں کہ آخری وقت ہے، ایک دو بار فرمایا انتقال کے وقت، اسامہ کی جماعت روانہ ہوئی کہ نہیں؟ لفظ بھی سنے گئے، اسامہ کا لشکر روانہ ہوا کہ نہیں؟

آخری وقت بھی پورے دین کی دعوت دے رہے ہیں:

الصَّلوۃ الصَّلوۃ وما ملکت ایمانُکم (۱)

حقوق اللہ، حقوق العباد یہ پورا دین ہے اس کی دعوت دے رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کان قریب کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ کہنا چاہتے ہیں یہ دونوں قول سنے۔

الصلوۃ میں تمام اللہ کے حقوق آ گئے۔

وما ملکت ایمانکم میں تمام انسانوں کے حقوق آ گئے۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ پورا دین دیا گیا اور محنت کیلئے یہ طے ہوا کہ نبی اور امت مل کر محنت کریں۔ نبی اور امت دونوں مل کر اس طرح محنت کریں کہ اسی محنت کے ہو کر رہیں کوئی اور کام نہ ہو۔ اور بالکل واقعہ یہ ہے کہ کوئی کام وہ لینے والے ہوتے ہیں مالک نہیں ہوتے۔ لینے والا بھی کام کا نہیں ہوتا کسی سے کچھ لینے کے لئے کام نہ کریں۔

۱۹۴۹ء میں ترکی گیا، وہاں سفارت خانہ میں گیا، سفیر سے ملنے تھا۔ ایک آدمی ملا میں نے سلام کیا اس نے جواب دیا مگر اس نے مجھے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ میں سے پوچھا سفیر صاحب آ گئے ہیں؟ اس نے کہا نہیں اور مجھ سے کہا آپ ویٹنگ روم میں بیٹھئے مجھے حیرانی ہوئی کہ یہ کیا دیکھ رہا ہے۔

میں ٹہلنے کے بہانہ گیا کہ دیکھوں یہ کیا دیکھ رہا ہے؟ دیکھا کہ وہ کمروں کی بتیاں سفید، سرخ، ہری دیکھ رہا ہے۔ اسی دوران ایک آدمی کھانا لایا اور وہ بغیر دیکھے کھانا کھانے لگا اور بتی کی طرف دیکھتا رہا۔ میں سے کہا یہ اسی کام کے لئے بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے لئے اپنے کو سپرد کر دیا ہے۔ اسی کام کا ہو کر رہ گیا تھا۔ کسی پر توجہ دینے کے لئے تیار نہیں۔

(۱) سنن ابن ماجہ

بین الاقوامی حکومت کا قانون یہ ہے۔ کہ اگر کوئی ملازم ہے تو دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ ایک نوجوان نے مجھ سے کہا کہ ابا جی یہ مجھ سے ناراض ہیں آپ کی بات احترام سے سنتے ہیں ذرا ان سے بات کیجئے۔ میں نے کہا کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ میں نے کہا وجہ معلوم نہیں، یہ نہیں ہو سکتا؟ کہا شاید مجھ سے غلطی ہوئی ہے کہ میں نے سائڈ بزنس کر لیا ہے، اسی لئے وہ ناراض ہیں۔ میں نے کہا اس ناراضگی سے ان کے راضی کرنے کا سامان میرے پاس نہیں ہے۔

میرا سب کچھ اللہ کا

جو آدمی کسی اور کام لگ جاتا ہے تو اس کام سے گیا (جو پہلے کر رہا تھا) لطیفہ سنا ہو گا۔ ایک بزرگ کا ایک خادم تھا جو محبت وشوق کی بنا پر خدمت کرتا ہے وہ محبوب ہوتا ہے ملازم نہیں ہوتا، نہ لینے والے خدمت کرتے ہیں۔ تو اس کی شادی ہو گئی، بزرگ صاحب نے کہا کہ اب ہمارے کام سے تو گیا پھر کچھ دن بعد بچہ پیدا ہو گیا۔ بزرگ صاحب نے کہا اب اپنے کام سے بھی گیا۔ جو بچوں میں پھنسا وہ کام سے رہ گیا۔ یہ بات سمجھ میں آرہی ہے مگر دین کے بارے میں یہ خیال نہیں آتا۔ حضرت انس ؓ کے بچے زیادہ تھے۔ نوے (۹۰) بچے براہ راست تھے۔ بچے ہیں مگر ان میں کوئی پھنسا ہوا نہیں ہے۔ ان کو ذہنی وقلبی پھنساؤ نہیں ہے۔ جو اولاد میں پھنسا وہ اس کام سے گیا۔

وہ ماں پھنسی ہوئی نہیں ہے جو چار بیٹے شہید کرا رہی ہے کہ قیامت کے دن چار شہیدوں کی ماں کہلاؤں گی مجھے صف اوّل میں رہنا ہے میری کوئی چیز میرے لئے نہیں ہے نہ مال نہ اولاد نہ اور کوئی چیز میرے لئے ہے۔

اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ (۱)

''میں نے اپنا رخ کرلیا اس ذات کی طرف جس نے آسمان وزمین پیدا فرمائی اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں میری نماز وقربانی جینا مرنا اللہ کے لئے ہے جو تمام جہاں کا رب ہے۔''

صرف جینا اللہ کے لئے قبول نہیں جب تک مرنا اللہ کے لئے نہ ہو۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال ان کے لئے نہیں تھا وہ سب کے لئے تھا، بدر، احد کے غزوات کے لئے، یتیم، بیوہ، غریبوں اور مہمانوں کے لئے تھا۔ میری استعدادیں، میرا سوچنا سب اللہ کے لئے ہے۔ دماغ امانت ہے، دماغ سے وہ سوچنا ہے جس سے خدا راضی ہوتا ہے۔ مجھے وہ سوچنا ہے جس سے وہ زیادہ سے زیادہ خوش ہوتا ہو۔

جیسے میرا بچہ پیسہ وہاں لگائے جہاں زیادہ سے زیادہ منافع ہو اور ہماری سوچ صرف وہی سوچ ہوسکتی ہے جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زندگی رہی وہ ہے تمام انسانوں کو جنت میں پہنچانا۔ سارے انسان قیامت تک ایمان سے لے کر معاشرت تک آجائیں اسی کو سوچنا اسی کو بولنا اور اسی کو سننا ہو۔ اسی صورت سے اللہ خوش ہوتے ہیں جو صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میل کھا جائے بقول مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ساتھی نہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کا ساتھی نہیں۔

اسی بنا پر اعلان کر کے گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو سمجھا گئے:

(۱) الانعام:۶

مَنْ تَرَكَ سُنَّتِي لَمْ يَنَلْ شَفَاعَتِي (۱)

''جومیری سنت چھوڑے گامیری سفارش ان کے لئے نہیں ہے یعنی میری سفارش وہ نہیں پائے گا۔''

میرا راستہ ''ادعوا الی اللہ''

میرا راستہ ادعوا الی اللہ ہے، اس پر سب کچھ لگانا ہے۔ سب کچھ اللہ کا ہے جو کچھ مجھے ملا ہے وہ میں کہیں سے لایا ہوں یا اللہ نے دیا ہے؟ اندر باہر سب اللہ کا ہے جو آج کا وہ بھی اللہ کا، جو آئے گا وہ بھی اللہ کے پاس جائے گا۔ یہ کمینگی کی بات ہے کہ جو اللہ نے دیا ہے وہ دوسری طرف جائے۔ آئے اللہ کے پاس سے اور جائے کہیں، یہ بے انصافی ہے۔ چلنا، بولنا، غرض ہر حرکت اللہ کے لئے ہو اور یہ آنا جانا اس طرح کا ہے کہ وہ دے رہے ہیں اور خود درمیان میں نہیں آرہے ہیں (یعنی اللہ دے کر لیتے ہیں پھر دیتے ہیں اپنے لئے کچھ نہیں) یہ پیارا انداز ہے اللہ کا۔

فارس کی فتح پر تاج کسریٰ ہاتھ آیا اس دور کی سب سے قیمتی چیز کائنات میں تھی۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آیا۔ مال کے ڈھیر میں چادر میں لاکر ڈال دیا۔ وہ بغل میں دبا کر جاسکتا ہے۔ امیر صاحب اس کا نام نہیں جانتے ہیں امیر نے کہا اس چادر والے کو بلاؤ؟ وہ آئے پوچھا آپ کا کیا نام ہے؟ اس نے سوچا کہ ہم نے چادر میں تاج رکھ کر چپکے سے مال کے ڈھیر میں لڑھکایا اس طرح کہ کوئی نہیں جانتا معلوم ہوتا ہے امیر نے دیکھ لیا ہے۔ جواب دیا کہ جس کے لئے میں نے لڑھکایا وہ میرا نام جانتا ہے (یعنی اللہ) یہ کہہ کر چل دیا۔ جس طرح چپکے سے اس کے پاس سے آتا ہے اسی طرح اس کی طرف اخلاص سے (چپکے سے) جائے۔

(۱) اعلاء السنن، ص ۲۱۲

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے مہمان کے واسطے چراغ بجھادیا کہ کسی کو پتہ نہ چلے، ایثار کردیا۔ اپنی ضرورت کو چھوڑ کر دوسروں کی ضرورت پوری کی۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کس نے ایثار کیا ہے اس صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس نے بتایا؟ فرمایا تو نے جس کے لئے کیا اس نے بتایا۔

ہر چیز کی محنت الگ الگ ہوتی ہے باغ لگانے کی محنت، چاول لگانے کی، تیل نکالنے کی، سونا نکالنے کی محنت ایک نہیں ہوتی ہے بلکہ الگ الگ ہوتی ہے۔ بالکل اسی طرح سے انسانیت کو حیوانیت سے نکال کر خلافت پر لانے کی محنت صرف وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے۔ یہ نہیں کہ جو میں محنت کررہا ہوں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت سے الگ ہو، جو دستور محنت ہے اگر وہی ہے تو چیز وجود میں آئے گی ورنہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ نے کامل طور پر محنت بتائی تھی اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کر کے دکھایا اور محنت کرتے ہوئے سکھایا۔

ایک حکیم تھے وہ طب پڑھانے کے لئے گئے۔ میں نے شاگرد سے پوچھا کہ سکھا رہے ہیں؟ اس نے کہا نہیں پڑھا رہے ہیں، نسخہ گھر سے بنا کرلاتے ہیں۔ ایک آدمی فقہ کی ساری کتابیں پڑھ لے اگر کسی کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا تو نماز نہیں پڑھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ دس نمازیں جبرئیل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پڑھ کر سکھائیں۔

جب تک ساتھ رہ کر سکھاؤ گے نہیں تو کام دوسرا نہیں کرسکتا۔ کئی بار کر کے سکھانا پڑے گا۔ صرف ہدایت دینے سے کام نہیں ہوگا۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلا کام دعوت کا سکھایا جیسے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ویسے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آگے دعوت دی۔ جیسے خدیجہ اور علی رضی اللہ عنہما کو دعوت دی، ویسے ہی انھوں نے لوگوں کو دعوت دی۔ (وہی انداز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والا دعوت کا ان سب میں تھا)۔

حضرت ابوبکرؓ شام کو چھ آدمی لے کر آئے۔حضرت علیؓ نے اپنے ابا جان (ابوطالب) دعوت دینے کو کہا۔آپ نے فرمایا وہ سردار ہیں تم بیٹے ہو۔بیٹا چھوٹا ہوتا ہے بیٹے کی بات بیٹے کی طرح سنی جائے گی۔یہ دعوت عظیم ہے میں خود جا کر ان کو دعوت دوں گا۔

صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ......(۱)

''ایسی نماز پڑھو جیسا کہ تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''

جیسا میرا قیام، قومہ اور جلسہ ہے اسی طرح تم کرو۔جو تم نے پڑھی ہے اور سنی ہے وہ نہیں، بلکہ جیسے مجھے پڑھتے ہوتے دیکھا ہے اس طرح پڑھو۔

غرض حضور ﷺ نے سب سے پہلے دعوت کا کام سکھایا اور ایمان کے بعد عبادات سکھائی۔اس لئے کہ اعمال پر آنے کی بنیاد ایمان ہے، عمل نہیں ہے۔اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا:

أَلَا وَإِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ، وَإِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَهِيَ الْقَلْبُ۔(۲)

سب سے پہلے محنت دل سے ہوتی ہے دل یقین کا محل ہے۔یہ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

تَعَلَّمْنَا الْإِيْمَانَ قَبْلَ أَنْ نَتَعَلَّمَ الْقُرْآنَ(۳)

''پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر ہم نے قرآن سیکھا۔''

(۱) صحیح ابن حبان: ج ۴، ص ۵۴۳

(۲) صحیح بخاری حدیث: ۵۲

(۳) التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۱، ص ۹۱۲

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محنت کو سکھایا مردوں عورتوں اور بچوں کو لے کر سکھایا کہ یہ محنت قیامت تک چلتی رہے تاکہ یہ سامان قیامت تک امت کے لئے باقی رہے۔

ہدایت کی محنت دین کے وجود کا سبب

یہ محنت دین کے وجود میں آنے کا واحد سبب ہے۔ جیسے میں محنت کر رہا ہوں اور کرا رہا ہوں، اور سکھا رہا ہوں اسی طرح تم کو محنت کرنی ہے اور کرانی ہے اور سکھانی ہے اگر یہ سلسلہ چلے گا تو قیامت تک دین باقی رہے گا۔ واقعہ یہ ہے جب امت محنت سیکھی ہوئی تھی تو ساری امت دین پر تھی سوفی صد امت دین پر تھی۔ ایک آدمی بھی دکھایا نہیں جا سکتا کہ بے نمازی ہو، نماز نہ پڑھتا ہو، روزہ نہ رکھتا ہو۔ جونہی دعوت میں کمی آئی دین میں کمی آگئی اور وہ وقت آیا کہ لاکھوں مسلمانوں کو کلمہ تک یاد نہیں، نماز تو دور کی بات ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی محنت کا وجود ہو جائے گا تو دین وجود میں آجائے گا۔

محنت کی مقدار یہ ہے کہ:

اول یہ کہ محنت صحیح ہونی چاہئے۔ زمین پر جس طرح محنت ہوتی ہے اس طرح کی جائے تو دانہ ملے گا ورنہ نہیں۔ چوک کرنے سے محنت نہیں رہ جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محنت میں کسی اور کو شامل رکھ لیا جائے گا تو وہ نتیجہ نہیں نکلے گا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر نکلتا۔ یہاں تک کہ کسی نبی کو شامل کرکے کریگا تو نتیجہ نہیں نکلے گا۔

دوسرا یہ کہ محنت کی مقدار صحیح ہو۔ جیسے زمین خریدی، ٹیوب ویل لگایا، ہل چلایا زمین کو صاف کیا، اور یوں سمجھے کہ اب کام ختم ہو گیا تو فصل نہیں ہوگی۔ فصل کے گھر آنے تک زمین پر مسلسل محنت ہونی چاہئے اور پوری محنت ہونی چاہئے۔

قرآن میں ہے:

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ(۱)

''نکلو اللہ کے راستہ میں جان و مال کے ساتھ ہلکے ہو یا بھاری۔''

خفاف وثقال پر آجائیں تو پوری محنت ہے۔ بیمار، تندرست، جوان، بوڑھے عیالدار، مالدار، حاکم، محکوم، کسی حال میں ہو ہر حال میں نکلو۔ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوّل سے آخر تک دیکھ لو۔ جس وقت میں آپ کی جان کا خطرہ ہے، اونٹ کی اوجھڑی ڈالی جارہی ہے، راستہ میں کانٹے ڈالے جارہے ہیں، مٹی ڈالی جارہی ہے، منہ پر تھوکا جارہا ہے۔ ایسے ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جس وقت مارا جارہا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مار کو میں نے کتابوں میں دیکھا کہ جوتے سے مارا گیا اور منہ پر مارا گیا اتنا مارا گیا کہ ناک نظر نہیں آتی تھی۔

سارے جزیرہ عرب میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وہ حیثیت تھی جیسے سپریم کورٹ کا جج۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ آخری ہوتا تھا، اتنے بڑے آدمی کو مارا جارہا ہے۔ طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا نہیں ہوا؟ اُحد سے واپسی پر دوبارہ حکم لے کر جبرئیل علیہ السلام آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کمرے میں گئے صحابہ رضی اللہ عنہم مسجد نبوی میں آئے ہتھیار اُتارنے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا میں نے ہتھیار بھی نہیں اتارے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ اللہ کا حکم یہ ہے کہ ابوسفیان کا تعاقب کرنا ہے، مکہ والوں کا تعاقب کرنا ہے کیونکہ وہ لوگ غلط سوچ رہے ہیں اور صرف وہی پرانے جائیں جو اُحد میں ساتھ تھے۔ ایک ساتھی شدید زخمی تھے انھوں نے اپنے قریب کے

(۱) التوبہ:۴۱

ساتھی سے کہا تم مجھے اپنے کندھے پر لے چلو گے۔اس نے کہا ہاں یہ نہیں کہا کہ میرا حال تم جانتے ہو کہ میں بھی تمہاری طرح زخم خوردہ ہوں۔اور نہ جو شدید زخمی تھے جو حکم سننے والے تھے انہوں نے بھی یہ نہیں کہا کہ حضور ﷺ سے مشورہ کر لیں میں شدید زخمی ہوں جاؤں کہ نہیں۔

یہ دور کام کرنے کا ہے مشورہ کا دور نہیں ہے۔یہ حکم زخمی کے لئے بھی ہے۔اس طرح لے گئے۔حضور ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے یہ نہیں کہا کہ اللہ سے کہہ دو کہ ہم لوگ زخمی ہیں۔حضور ﷺ سب سے زیادہ شفیق ہیں، باپ اپنے بیٹے پر، ماں اپنی بیٹی پر اتنی شفیق نہیں۔حضور ﷺ نے اللہ سے بھی نہ کہا کہ یہ ہمارا حال ہے کیسے جائیں؟ اللہ نے کرم فرمایا کہ ابوسفیان اور مکہ والوں کو جب خبر ہوئی تو بھاگ پڑے۔

اگلی بات یہ ہے کہ امت مرنے کے لئے آئی ہے جینے کے لئے نہیں۔صرف مرنے کے لئے پیدا ہوئی ہے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جتنا مرنے کا شوق تھا اتنا جینے کا شوق نہیں تھا۔جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم پھر رہے تھے سب مرنے کیلئے پھر رہے تھے۔یہ بات قسم کھا کر کہی جاسکتی ہے۔ایک بادشاہ کے پاس خط لے جانا تھا اور خبر بھی تھی کہ خط لے جانے والا شہید ہوگا۔اس پر بعض نے کہا قرعہ اندازی کرنی پڑی گی کہ کون لے کر جائے کیونکہ شہادت ہے جو بہت بڑا عہدہ ہے۔جس نے خط بادشاہ کو پیش کیا تھا اسے چھرا مارا گیا مرتے وقت کہا: رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوگیا۔بادشاہ نے پوچھا یہ کونسی کامیابی ہے جسے مرنے نہیں آیا اسے جینا نہیں آیا۔ساتھیوں نے کہا نبی کا پیغام پہنچا دیا اور جان دیدی جنت میں چلے گئے۔دوسرے صحابیؓ سے بادشاہ نے جو مغرور تھا حقیر سمجھ کر بات کی تو صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے ساتھ سیدھی بات کرو میرے ساتھ ایک قوم ہے۔جو مرنے کو اتنی محبوب سمجھتی ہے جتنی تمہاری قوم شراب کو محبوب

رکھتی ہے۔ میرے بغیر صحابی رضی اللہ عنہ کو چین نہیں آیا ہم مرنے کے لئے ہیں جینے کے لئے نہیں ہیں۔ جینے والا کوئی کام نہیں کرتا مرنے والا کرتا ہے۔

موت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لشکر اسامہ کی فکر۔ نہ بیوی کا غم نہ بچوں کا نہ اور کسی چیز کا غم تو جیش اسامہ کا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے گئے ابوبکر رضی اللہ عنہم نے وہیں سے اٹھایا صحابہ رضی اللہ عنہم کو جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑا تھا۔ اور جنہوں نے سکھایا تھا پورا سکھایا تھا پورا پہنچایا تھا۔ کہا:

أَيَنْقُصُ الدِّيْنُ وَاَنَاحَيٌّ (ا)

''میں زندہ ہوں اور دین میں کمی آئے (ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا)۔''

جان دی جاسکتی ہے مگر دین میں کمی نہ آئے۔ سب نے کہا مشورہ کرلیں کہ اسامہ کی جماعت روانہ کی جائے کہ نہیں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا نص صریح میں کیا مشورہ (جس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراحتاً روانہ کرچکے ہوں اس میں کیا مشورہ کرنا ہے) پھر لوگوں نے کہا امیر بدلو اسامہ کے بجائے کوئی اور امیر ہو وہ نوجوان بچے ہیں اور عمر جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے مامور ہیں اور یہ آخری بات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی یعنی نوعمر کو امیر بنانا امت کو سکھانے کے لئے ہے کہ امیر مانو چاہے امیر کیسا ہو۔ جی چاہے یا نہ چاہے ہر حال نہیں امیر کی مانو۔ لوگوں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا حالات بدل گئے مدینہ پر خطرہ ہے۔ لہٰذا امیر بدل دیا جائے۔

ایک روایت میں نے دیکھی حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ کہلا کے بھیجا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے کہہ دیں کہ امیر بدل دیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے

ا۔ جامع الحدیث فی حدیث الرسول، رزین، نسائی

عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا یہ جھنڈا اسامہ کے ہاتھ میں کس نے دیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ یہ جھنڈا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیا ہوا جھنڈا میں کیسے واپس لے سکتا ہوں۔ ایسا کون کر سکتا ہے کہ جھنڈا اسامہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے لے لے۔ لشکر روانہ ہو گیا اسامہ رضی اللہ عنہ رک کے رہے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، دیکھا تو نہیں کسی کتاب میں، فرمایا جو تقاضا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال سے پہلے تھا وہی تقاضا انتقال کے بعد تھا۔ اسی حال میں لشکر روانہ کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اسامہ! تیری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کے بنا پر روانہ کرنے میں تاخیر ہوئی۔

سارا لشکر مدینہ سے نکل گیا صرف اسامہ رضی اللہ عنہ رہ گئے۔ جب وہ آئے تو لشکر روانہ ہوا۔ اسامہ رضی اللہ عنہ سے کہا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے بھیجا تھا اسی دن سے چل (یعنی لشکر روانہ ہونے میں جو تاخیر ہوئی اس کو تیزی سے چل کر پورا کرو) لوگوں نے کہا حالات خطرناک ہیں مدینہ رہنا چاہئے، مگر لشکر روانہ ہوا۔ تاریخ میں ہے کہ اتنا تیز قافلہ کوئی نہیں چلا ہے۔ ادھر بھی قافلہ ادھر بھی۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع پر تیز چلے۔ (جو تاخیر ہوئی تھی اس لئے اتنا تیز چلے)

جب یہ بات ہوئی کہ مدینہ پر خطرہ کے پیش نظر یہ جماعت نہیں جانی چاہئے۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم حالات کے بنا پر نہیں چل رہے ہیں۔ احکامات کی بنا پر چل رہے ہیں۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی اور منشا کو پہلے پورا کریں گے تو اللہ حالات ٹھیک کر دیں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ اگر خدانخواستہ ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی نعشوں پر کتے آ جائیں تب بھی

نکلنا ہوگا۔صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا جس چیز سے احکامات زندہ ہوتے ہیں اسے کرنا ہے۔ سب کو باہر نکال دیا۔تین دن مدینہ پر ایسے گذرے ہیں کہ کوئی بالغ مرد مدینہ میں نہیں تھا۔غالباً دو ماہ کے عرصہ میں سارے حالات درست ہو گئے۔سارا ارتداد ختم ہو گیا۔

عرض یہ کرنا ہے کہ یہ پرانے جمع ہیں تو پرانوں کو پرانا والا کام کرنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو ترتیب بتائی، وہی کرنا ہے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا (1)

''ہر حال میں نکلو ہلکے ہو یا بھاری۔''

یہ پرانا والا کام ہے اور صفات کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لئے ہو۔نہ کسی کو دکھانا نہ کوئی اور غرض اور بڑوں کی اطاعت کرنی ہے۔بڑوں کی اطاعت ایسے کرنی ہے جیسے مقتدی امام کی اطاعت کرتے ہیں۔امام کے کہنے کے مطابق نہیں چلتے بلکہ اس کے منشا کے مطابق چلتے ہیں۔اس وقت ہمارے بڑے ہم سے کیا چاہتے ہیں اس کا کیا منشا ہے اس کو پہچان کر کرنا ہے۔

جب عباس رضی اللہ عنہ مکہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ابوسفیان کو لائے۔نماز کھڑی تھی، عباس رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے۔سفیان نے کہا جو محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کریں گے وہی کرو گے۔کہا وہی کریں گے اور صرف وہی نہیں کریں گے بلکہ وہ کریں گے جو ان کا منشا ہوگا۔

جس طرح امام اللہ اکبر کہتا ہے تو یہ نہیں کہتا ہے کہ تم بھی اللہ اکبر کہو۔جب رکوع کرتا ہے۔تو یہ نہیں کہتا کہ تم بھی رکوع کرو۔جب سجدہ کرتا ہے تو یوں نہیں کہتا کہ تم

---

1 التوبہ:41

سجدہ کرو۔ کہنے کی گنجائش نہیں کہ کہا جائے بلکہ منشا پہچانتا چلا جائے۔امام کا منشا سمجھنا مقتدیوں کا کام ہے۔لہٰذا ہر حال میں نکلنا ہو اور نکلنے کیساتھ اطاعت اور بڑوں کی منشا کے ساتھ ہو۔

تقسیم ہندو پاک سے پہلے نیم کے اس درخت کے پاس کسی نے حضرت سے پوچھا کہ جماعت میں کیسے رہنا چاہئے؟ حضرت نے فرمایا جیسے اصحاب کہف کا کتا رہتا ہے۔بے حیثیت بن کر تواضع کے ساتھ

مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰهِ رَفَعَهُ اللّٰهُ

''جو اللہ کے لئے تواضع اختیار کرتا ہے اس کو اللہ بلند کرتے ہیں۔''

اپنی حیثیت کچھ نہ ہو۔اللہ سے نزدیک مبغوض ترین عمل جس نے شیطان کو شیطان بنایا وہ کبر ہے شیطان نے کہا:

خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ﴿۷۶﴾ (۱)

''آدم کو مٹی سے بنایا اور مجھ کو آگ سے۔'' (آگ افضل ہے مٹی سے۔)

یہ کہنا کہ میں نے اس کو کام میں لگایا، یہ کہنے پر کچھ بھی نہیں باقی رہتا اس بنا پر بے حیثیت بن کر رہنا ہے۔

اطاعت سے بوجھ ہلکا ہوتا ہے۔میں ایک دفعہ یہاں (بنگلہ والی مسجد) آیا جماعت میرے ساتھ تھی۔کام کرنے چلے گئے واپس آئے تو حضرت نے فرمایا جماعت بن رہی ہے یہ جماعت جو ساتھ لائے ہو واپس کردو۔اپنی چھٹی کا مدرسہ کا انتظام کرلو۔میں نے جماعت بھیج دی اور مدرسہ سے چھٹی بھی لے لی۔دوتین دن

(۱) صٓ:۷۶

رہے جماعت نہیں بنی تو حضرت نے فرمایا تم جاؤ جب جماعت بنے گی تو بلالیں گے۔ تو میری طبیعت پر بہت گرانی ہوئی۔طبیعت پر بڑا بوجھ پڑا۔سہ پہر کو جب جانے لگا سامان باندھ لیا تھا۔حضرت سے مصافحہ کے لئے گیا تو کہا آج نہ جاؤ کل چلے جانا۔

یہ سن کر اور مجھ پر بوجھ پڑا دوسرے دن سامان لے کر عصر کے بعد بس پکڑنے کے لئے سڑک پر گیا۔ابھی سواری نہیں آئی تھی دو طالب علم بھاگے ہوئے آئے اور میرا سامان چھین کر لائے کہ چلئے حضرت بلا رہے ہیں۔تو مجھے بوجھ ہونے کی وجہ سے چلا نہیں جاتا تھا۔اتنا بوجھ تھا،لیکن واپس آرہا تھا جب پہلی سیڑھی پر قدم رکھا تو اس وقت خیال آیا کہ امیر کے کیا معنی ہے۔تو بوجھل کیوں ہوا امیر کہہ رہا ہے واپس جاؤ یہ سوچ کر سارا بوجھ ہلکا ہو گیا۔حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کھڑے تھے۔

میں نے سلام کر کے مصافحہ کر کے کہا میں آگیا ہوں چاہے رکھو چاہے بھیج دو۔تو حضرت نے فرمایا چاہے رہو چاہے جاؤ۔اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت سے کبھی دقت پیش نہیں آئی۔کیونکہ امیر کی بات مانی۔مسلم کہتے ہیں ماننے والے کو۔نہ ماننے والے کو بھی لوگ مسلم کہتے ہیں اور ایسا نہ ماننے والا کہ اس کی حد میں بہت دور تک پہنچ گئیں۔وہ حدیں کفر تک لے جانے والی ہیں لہٰذا کام ہے سب کو کرنا ہے۔میری زندگی گھر کی باہر کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے میل کھا جائے۔آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی سے میل نہیں کھا رہی ہے۔عورتوں کی زندگی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے میل کھا جائے۔بچوں کی زندگی حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے میل کھا جائے۔

دین کا وجود اس وقت ہوگا جب گھر میں بازار میں دفتر میں محلہ میں دین ہو۔ہم جماعت کے کام کرنے والے اس وقت تک کام کے نہیں رہیں گے جب تک گھر میں جماعت بن کر نہ رہیں جیسے جماعت میں سب نماز پڑھتے ہیں گشت کرتے ہیں ایسے

گھر میں سب بچے اور عورتیں نماز پڑھیں۔ پھر کام کریں نماز کے وقت سارے کام بند کر دیں۔ گھر میں دو وقت ذکر و تعلیم کا حلقہ ہو۔ جب تک اللہ کے لئے اپنا کام چھوڑ کر اللہ کا کام نہ کریں گے تب تک کام کے نہیں بنیں گے۔ اللہ کے کام کو چھوڑ کر اپنا کام نہ کرو۔ پہلے گھر والوں کا ذہن بناؤ۔ ترغیب دو۔

گھر میں کھانا بھی مشورہ سے پکاؤ، ایک قسم کا کھانا ہو سادہ ہو۔ جو جماعت میں کھاتے ہو وہ پکاؤ۔ اپنا کھانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب کرو، رائیونڈ کے اجتماع کے موقع پر۔ ملک پاکستان کے سکریٹری آئے کھانے کے لئے عام دسترخوان پر گئے۔ میں نے آدمی بھیجا کہ اگر بیٹھے نہ ہوں تو بلا کر لاؤ وہ گیا تو دسترخوان پر بیٹھ گئے تھے۔ دسترخوان بھی ویسا (یعنی صاف ستھرا) روٹی بھی ہے کچی پکی سالن بھی ویسا۔ ہم نے کہا کیسے کھائیں ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ دیکھنے سے سوچا کہ کیسے کھانا کھائیں گے مگر میں نے جب کھانا شروع کیا تو میں نے بہت کھایا اتنا کھایا کہ اتنا کبھی نہیں کھایا ہوگا۔ اتنا گھر بھی نہیں کھا سکتا تھا۔ کہا وہ کھانا اتنا مزیدار کیوں تھا۔ میں نے سیکریٹری صاحب سے کہا وہ کھانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے سے قریب تھا۔ اس لئے اتنا مزیدار تھا۔ کائنات میں سب سے بڑا عذاب کھانا ہے۔ ساری بے ایمانیاں کھانے کی وجہ سے ہیں۔ کھانا بنانا اور پکانا سب الگ الگ عذاب ہے۔ پھر ہضم کرنا الگ عذاب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز پر کمانا کھانا سب آسان ہضم کرنا بہت آسان ہے۔ سارے ہسپتال اس کھانے کی وجہ سے بنتے ہیں۔ آج ایک تہائی دین ہے باقی دو تہائی دین نہیں ہے۔ نہ مردوں میں دین ہے نہ بچوں میں نہ عورتوں میں۔ دین کا وجود جب بنے تو طاقت آئے۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے۔ تمہارے گھر

نماز، ذکر، تعلیم سے معمور ہوں گے تو آسمان والے اس گھر کو ایسے روشن دیکھیں گے جیسے تم ستاروں کو دیکھتے ہو۔ وہ گھر ستاروں کی طرح روشن ہوگا۔ یہ گھر تمہارے نہ ہوں گے۔ اللہ کا گھر ہوگا جس طرح وہ اپنے گھر کی مسجد کی (جو آبادی ہو اعمال مسجد سے) حفاظت کرتا ہے اسی طرح تمہارے اس گھر کی حفاظت کرے گا جس میں وہ اعمال ہوں۔ اس گھر کی طرف جو آنکھ اٹھے گی وہ آنکھ نہ رہے گی (اس آنکھ کو اللہ پھوڑ دے گا) جو ہاتھ اس کی طرف اٹھے گا وہ بچے گا نہیں۔ اس لئے اپنے کو بنانا ہے بچوں عورتوں کو بنایا ہے جو یوں سمجھتا ہے کہ میں بنا تا ہوں وہ سب سے زیادہ بگڑا ہوا ہے۔ ہم تو کبھی اپنا سبق دھرانے کے لئے یہاں چلے آتے ہیں۔ قسم ہے اس سے زیادہ کوئی بگڑا ہوا نہیں جو کہے کہ میں بنا ہوا ہوں۔ اپنے معمولات پورا کرتے ہیں اگر معمولات ہاتھ سے نکل گئے تو سب کچھ ہاتھ سے نکل جائے گا۔

سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مرید نے ان سے کہا یہ تسبیح ہاتھ میں ہے یہ کیا ہے (یعنی اب بھی اس کی ضرورت ہے) تو فرمایا اسی نے اس مرتبہ تک پہنچایا ہے۔ اگر یہی ہاتھ سے نکل گئی تو باقی کیا رہ جائے گا۔ ان سارے معمولات کو کرنا ہے۔ اور آگے پڑھتے رہنا ہے آگے بڑھنے کی صورت یہ ہے کہ میاں مرکز آئیں دنیا بھر کا کام یہاں ہے۔ اس کو یہاں آکر اپنا کام سمجھ کر کرے۔ اپنے علاقہ سے خود انتخاب کر کے نہ بھیجے۔ بلکہ پہلے خود یہاں آکر کرے یہاں والے خود انتخاب کریں گے۔ کہ کیا کام کرنا ہوگا۔ جو جھیلنے والا ہو وہ یہاں پر آئے۔ اگر جھیلنے والے یہاں آئے تو کام سو گنا بلکہ ہزار گنا بڑھے گا۔ پکے عزم کریں آپ حضرات کہ اپنے کاموں سے فارغ ہو کر یہاں آکر رہیں۔ اور بڑی خوشی ہوگی کہ اپنا ارادہ ظاہر کریں۔ کون کون تیار ہے؟

دعوت کی محنت

جمیع ما جاء بہ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وجود میں لانے کی محنت

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تُحَلُّ بِهَا الْعُقَدُ وَتُفَرَّجُ بِهَا الْكُرَبُ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لَكَ رِضَاءً وَّلِحَقِّهٖ اَدَاءً اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوةً تَكُوْنُ لِلنَّجَاةِ وَسِيْلَةً وَّلِرَفْعِ الدَّرَجَاتِ كَفِيْلَةً ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَكَمَالِهٖ ۔

وبعد فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ ،

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ،

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ ؕ (۱)

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذٰلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ (۲)

أَلَا وَ إِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً إِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهُ وَ إِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهُ أَلَا وَ هِيَ الْقَلْبُ (۳)

قابل احترام بزرگو اور بھائیو! دین **جميع ما جاء به النبی** ﷺ کا نام ہے۔ سید الکونین ﷺ اللہ جل جلالہ کی طرف سے جو کچھ لے کر آئے ہیں وہ سارا دین ہے دین پر چلنا اور پورے دین پر سب کو چلنا اور پوری انسانیت کو دنیا بھر میں اس دین پر چلنا اور پورے دین پر سب کو لانا ہمارے ذمہ فرض (ضروری) ہے۔ بلکہ میں اگر یوں کہوں تو غلط نہ ہوگا کہ اصل ذمہ داری یہی ہے ہم پیدا اسی لئے کئے گئے کہ لوگوں کو اس پورے دین پر چلائیں۔

لوگوں کو دین پر چلانے کے لئے ہمیں پیدا کیا گیا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ چلا وہی سکتا ہے جو خود چلنا جانتا ہو۔

اس اعتبار سے دین پر چلنا بھی فرض ہے۔ اور دین پر چلانا بھی فرض لیکن اصل خلقت (پیدائش) ہماری دین پر چلانا ہے۔

(۱) آل عمران: ۱۱۰
(۲) صحیح مسلم: ح ۸۷
(۳) صحیح بخاری: ح ۵۲

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ

تم بہترین امت ہو۔بہترین امت صرف اسی امت کو کہا گیا۔پہلی امتوں کے ذمہ چلنا تھااور نبی کے ذمہ چلانا تھا۔نبی کے ذمہ دوکام ایک دین پر چلنا دوسرے امت کودین پر چلانااورامت کے ذمہ صرف چلنا تھا۔

اس امت کے ذمہ دوکام چلنااور پوری انسانیت کو چلانا بھی ہے۔اس بناپراس عظیم کام کوسامنے رکھ کرکرنا یہ اتنابڑاکام ہے ایک بات اور عرض کردوں پہلے انبیاء علیہم السلام میں سے جتنے بھی نبی آئے۔کوئی علاقہ کے لئے آیا کوئی کسی طبقہ کے لئے آیا کوئی صنعت کاروں کے لئے آیا الگ الگ نبی آئے۔بادشاہوں کے لئے الگ نبی آئے۔کسی قوم کیلئے الگ نبی آئے۔بنی اسرائیل کے لئے نبی آئے۔شعبوں کے اعتبار سے تاجروں کے لئے الگ نبی آئے دیہات والوں کے لئے قوم سبا کے لئے الگ نبی آئے۔قوم شعیب کے لئے الگ نبی آئے۔علاقہ کے اعتبار سے خطہ کے اعتبار سے کام لے کرآئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس امت کی دوسری خصوصیت

دوسری خصوصیت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس امت کی یہ ہے کہ ایک علاقہ کے لئے نہیں کسی قوم کے لئے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لئے آئے ہیں۔یہ امت بھی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی۔یہ اس خیال سے میں نے عرض کیا ہے کہ اگر کوئی طبقہ دین کا کام شروع کررہا ہے۔اس کے سامنے اس کا علاقہ یا طبقہ ہوتا ہے تو اسے سوچنا چاہئے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کررہا ہے یا کسی پہلے نبی کی اتباع کررہا ہے۔علاقہ تک محدود رہنا یہ چھوٹی غلطی نہیں ہے بلکہ عظیم غلطی ہے۔سیدالکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عظیم ہیں اور

ان کی ہر حرکت عظیم ہے۔اس بنا پر نیت پورے عالم بھر کیلئے ہونی چاہئے ۔داعی کو دعوت میں عالمی نیت کے ساتھ چلنا چاہئے ۔اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ گھر سے جو آدمی حج کے ارادہ سے نکلتا ہے تو پہلا قدم مکہ نہیں پڑتا بلکہ حجاز میں پڑتا ہے۔ پھر مکہ میں پڑتا ہے لیکن باوجودیکہ وہ اپنے شہر میں پھر رہا ہے اپنے ملک میں پھر رہا ہے اس کا ہر ایک قدم حج کے ثواب میں شمار ہوتا ہے۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے باقاعدہ اس کا اعلان بھی فرمادیا ہے اور بہت شاندار انداز سے اعلان فرمادیا ہے۔کہ جو حج کے ارادہ سے نکلا اپنے شہر میں یا صوبے میں یا راستہ میں کہیں بھی انتقال ہوجائے ۔حالانکہ وہ اپنے صوبے وملک میں ہے ۔تو اللہ اسے حج مبرور حج مقبول عطا فرماتے ہیں ۔خود حج کرتا تو پتہ نہیں کیسے کرتا۔اللہ کے نزدیک اس کے رسول کے نزدیک یہ حج مبرور ومقبول ہے ۔اس بنا پر کام کرنے والے اپنے محلہ میں گشت کریں گے۔دوسرے محلہ میں گشت کریں گے۔اپنے گھر میں تعلیم کریں گے ۔اپنی مسجد میں تعلیم کریں گے غرض جو بھی کام کریں گے یہ سارا قصہ اس طرح کرنا ہے۔کہ پوری امت کا حصہ ہو۔جس طرح حج کرنے والے کی نیت کی برکت سے ہر قدم پر ثواب ہے۔

اپنے محلہ کا گشت بھی عالمی نیت سے ہو۔ایک دن میں اپنے شہر میں گھر سے نکلا کسی گاؤں میں مجھے جانا تھا۔میں جارہا تھا جماعت گشت کررہی تھی ایک آدمی گشت میں شریک ہونے کے لئے جارہا تھا میرے پاس سے گذرا۔مجھ سے مصافحہ کیا میں نے عمداً (جان بوجھ کر) پوچھا کہاں جارہے ہو کہا عالم میں دین پھیلانے جارہا ہوں۔ اس طرح جس کی نیت عالم میں کام کرنے کی ہے۔اس کے محلہ کا گشت بھی عالم میں پھرنا۔چاہے اپنے محلہ یا دوسرے محلہ کا گشت ہو اسی طرح تعلیم گھر کی ہو یا مسجد کی

تعلیم کے وقت بھی عالم کی نیت ہو۔ بعض جگہ میں دیکھا تین آدمی تعلیم میں ہیں ایک پڑھنے والا دو سننے والے۔ لیکن اگر اسکی نیت ان دو کو سنانے کی ہے تو ان دو تک آواز جائے گی۔ اگر عالم کو سنانے کی نیت ہے تو عالم میں آواز جائے گی۔ اس کی نیت وہ ہے جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتا کر گئے ہیں۔ جو حدیث پاک میں ہے:

إِنَّ اللهَ وَمَلٰئِكَتَهٗ وَاَهْلَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتّٰى الْحِيْطَانِ فِي الْبَحْرِ وَالنَّمْلَةِ فِيْ جُحْرِهَا لَيُصَلُّوْنَ عَلٰى مُعَلِّمِ النَّاسِ خَيْرًا۔(۱)

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ (مولانا یوسف صاحب) نے جب اس حدیث کو پڑھا تو ارشاد فرمایا کہ اس حدیث کو سمجھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کام کرنے والوں کو ذمہ داری سپرد کر کے گئے ہیں۔

كُلُّكُمْ رَاعٍ، وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ،(۲)

اس عظیم کام کو سپرد کر دیا اسے کیسے نبھاؤں گا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر امتی کو حوصلہ دیا کہ تو یہ مت سمجھ کہ میں اکیلا ہوں تو اکیلا نہیں ہے چیونٹی سے ایک خالق تک سب تیرے ساتھ ہیں۔ چیونٹیاں بلوں میں اور سمندر کی مچھلیاں دریاؤں میں دعا کرتی ہیں۔ استغفار کرتی ہیں۔ اس آدمی کے لئے جو کسی کو دین کی کوئی چیز سمجھا رہا ہو سکھا رہا ہو چاہے کلمہ سمجھا رہا ہے چاہے کوئی اور چیز دین کی سمجھا رہا ہے۔ اس کے لئے یہ شرط بھی ہے کہ اس کا بھی ارادہ کچھ ادھر کا ہے کہ نہیں۔ اعمال کی طاقت پر اللہ کی مدد اترتی ہے۔

(۱) التیسیر بشرح جامع الصغیر، ج ۲، ص ۱۷۰

(۲) صحیح بخاری: ۸۹۳

اعمال کا ثواب بقدر نیت ہوتا ہے۔ اگر نیت بڑی ہے تو بڑی مدد اور ثواب۔ اور اگر نیت چھوٹی ہے تو چھوٹی مدد اور چھوٹا ثواب ملتا ہے۔ اس بنا پر جتنا بھی مقام پر کام ہے چاہے خصوصی گشت چاہے گھر کی تعلیم اس میں عالم بھر کا حصہ لگنا چاہئے (اور یہ جب ہوگا جب عمل کے وقت عالم کی نیت ہو) اور جب عالم بھر کا حصہ ہوگا اس آدمی کے کام کرنے کا تو آنکھوں سے بھی نظر آتا ہے۔ جیسے ایک زمیندار اس کا علاقہ اس کی زمین ہے اس پر محنت کرتا ہے اگر کوئی آدمی باقی امت و پوری امت کو سامنے رکھ کر اگر گھر میں صرف بیوی بچوں کو لے کر بیٹھا ہو اور ان کو دین کی کوئی چیز سکھا رہا ہے جو اسکی ضرورت کی چیز ہیں سکھا رہا ہے تو یہ آدمی اس بات کا مستحق ہے کہ عالم بھر کے لئے جو دعائیں مانگی ہے اللہ قبول کرلے۔ اگر اس کی نگاہ صرف محلہ و گھر تک ہے۔ تو یہ خسارہ ونقصان کی بات ہوگی۔

اپنی نیتوں کو درست کریں۔ اس بنا پر حضور ﷺ کی حدیث ہے۔

نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ(۱)

مومن کی نیت اسکے عمل سے بہتر ہے۔ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اس حدیث کو پڑھایا تھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ مومن کی نیت اسکے عمل سے اس لئے بہتر ہے کہ عمل ہوتا ہے بقدر استعداد وہمت اور نیت بڑی سے بڑی کی جاسکتی ہے اور اللہ کی مدد بقدر نیت آتی ہے بقدر عمل نہیں آتی۔ یہ اللہ کا قانون ہے۔

بندہ کی نیت کے بقدر اللہ کی مدد آتی ہے۔ اور دوسرا یہ بھی ہے کہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے (مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک حدیث ذکر کی حضور ﷺ کا ارشاد ہے میرے بعد کچھ لوگ آئیں گے ان کو پچاس گنا اجر ملے گا ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا ان

(۱) بیہقی فی الشعب ۵/ ۳٦۰

میں سے پچاس گنا یا ہم میں سے پچاس گنا فرمایا تم میں سے پچاس گنا۔(۱)

میں حضرت جی رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھا ہوا تھا میں نے حضرت جی رضی اللہ عنہ کی طرف غور سے دیکھا کہ ہم اور پچاس گنا اجر صحابہؓ کے۔ حضرت نے یوں ارشاد فرمایا گھورتے کیا ہو اللہ کی مدد بقدر ضعف آتی ہے بقدر قوت نہیں آتی۔ پچاس گنا اجر اس بنا پر نہیں ملے گا کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں بلکہ ہم کمزور ہیں اور صحابہ رضی اللہ عنہم قوی تھے۔ ہم کمزور ہیں زیادہ مدد کے محتاج ہیں اس لئے زیادہ مدد ملتی ہے

ہر امتی کے ذمہ یہ کام ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یہاں تک ہے اگر مشرق میں کوئی گناہ ہوتا ہے۔ کوئی غلط کام ہوتا ہے اور ہم سنتے ہیں اور آج کل کے دور کے حساب سے اسے دیکھتے ہیں پڑھتے ہیں اور ہمیں اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی اس غلطی کو دور کرنے کی اس شر برائی کو خیر سے بدلنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتے ہیں بالواسطہ یا بلاواسطہ بیک صد واسطہ تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ لیکن نہ ہمیں اس غلطی کا احساس ہوا نہ اس کے دور کرنے کی کوئی تدبیر کی۔ یہاں تک کہ دعا تک نہیں کی اس کے لئے روئے تک بھی نہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد یہی ہے کہ جرم کرنے والے وہاں مشرق میں ہیں اور یہ مغرب میں ہیں تو مغرب والے اس گناہ میں پورے پورے شریک ہیں۔

مجھے یاد ہے ایک دفعہ میرے پاس خط آیا۔ امریکہ میں ایک جماعت گئی تھی۔ اس کے ذریعہ ایک نوجوان مسلمان ہوا تھا۔ اس نے خط بھیجا تھا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کو جزائے خیر دے کہ میں مسلمان ہوا اور دوزخ کے آگ سے بچ گیا۔ اس کا خط پڑھ کر بڑا مزہ آیا تھا کہ ایسے کو جب وہ ایمان لایا اس کا اس نے شکر ادا کیا۔ اور اس نے خط لکھا کہ افسوس اس بات کا ہے کہ اگر یہ جماعت ایک سال پہلے ہمارے یہاں

(۱) ترمذی، حدیث: ۳۰۵۸

امریکہ آپ نے بھیجی ہوتی تو میرا باپ جہنم میں نہ جاتا۔ کیونکہ وہ پچھلے سال مرا۔ میں نے عرض کیا ایک تو یہ کام بہت ہی بڑا دوسرا **جمیع ماجاء به النبی** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو (یعنی پورے دین کو جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لائے ہیں) پورے عالم میں پھیلانا پہنچانا۔ اوراس کو پائیدار بنانا یہ آخری لفظ ہے بقول حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے یہ سب امت کی ذمہ داری ہے۔ دعوت کی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے امت کو بھیجا ہے۔

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (۱)

اللہ کا خلیفہ ہے۔ اللہ جل جلالہ نے خود کہا ہے اللہ کی قسم کائنات میں کوئی طاقت ور مخلوق نہیں ہے۔ جتنا طاقتور انسان ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی قوتیں واستعدادیں برباد کررہا ہے۔ لیکن اللہ جل جلالہ نے جتنا طاقتور انسان بنایا ہے کسی اور چیز کو نہیں بنایا۔ سیدھی سیدھی بات اللہ کی مددیں پچاس صحابہ رضی اللہ عنہم سے بڑھی ہوئی ہیں اسلئے ہمتیں بھی بڑی کرنی ہیں۔ حوصلہ بھی بڑھانا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک ایک سنت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معاشرت کو ایک ایک چیز کو عالم بھر میں پھیلانا ہے اس انداز کے ساتھ اپنے ہوں یا غیر ہوں سب کی وہی اہمیت ومحبوبیت ہو جو اللہ کے یہاں ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ بڑی قربانی کے بعد یہ ہوگا۔ ایک زندگی نہیں بلکہ کئی زندگی چاہئے۔ کل جانی مالی استعدادیں اللہ کے دین پر لگ جائیں اور کام ہو جائے تو سستا ہے۔ اس کو سامنے رکھ کر محنت کرنی ہے۔ اور محنت کوئی اپنی ایجاد نہیں ہے کہ دماغ سے سوچ کر کرے ایسے نہیں کرنا ہے بلکہ اس سارے کام کو کرنے کے لئے وہی کرنا ہوگا جو سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرہ سال مکہ میں کیا ہے۔ اور دس سال مدینہ میں کیا ہے۔

---

(۱) البقرہ:۳۰

یہ ہماری نادانی ہے کہ ہم اس کے خلاف کریں

ہمارا ہر عمل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے میل کھا جائے تو عمل ہے ۔دعوت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت سے میل کھائے ۔نماز اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز سے میل کھاتی ہے تو نماز ہے ورنہ یہ نماز نہیں ہے۔

صَلُّوْا كَمَا رَاَيْتُمُوْنِيْ اُصَلِّيْ۔[1]

''نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھ کر دکھادی ہے آپ نے ذراسی کمی کو دیکھا ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی نماز میں درست فرمادیا۔ایک صحابی رضی اللہ عنہ نفل پڑھ رہے تھے نماز میں کمی کی ۔بعد سلام کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نماز دھرالو۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ اس پر پڑ رہی تھی ۔سارے انسان عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بن جائیں اس صحابی رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں ہو سکتے جسکی ایک نگاہ ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پڑی یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک نگاہ اس صحابی پر پڑی ایمان کی حالت میں تو یہ ایک آدمی پوری دنیا سے زیادہ قیمتی اللہ کے نزدیک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ سے اتنا وہ آگے بڑھ جاتا ہے وہ صحابی نماز پڑھ رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تازہ تازہ نگاہ ہیں ان پر پڑ رہی ہیں جب سلام پھیرا تو فرمایا نماز لوٹا کیا کسر یہ تھی کہ قومہ جلسہ صحیح نہیں کر رہے تھے۔یہ صرف نماز ہی کا معاملہ نہیں ہے ہر عمل کا یہی حال ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے میل کھاتا ہے تو عمل ہے ورنہ عمل نہیں۔نہ اس عمل پر ثواب نہ مدد۔

---

[1]

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کو دعوت سکھائی ہے۔ یہ اتنا عظیم عمل ہے کہ تمام اعمال کی ماں ہے۔ دعوت کو اللہ نے ہدایت کا سبب قرار دیا ہے۔ پیاس کے بجھانے کا ذریعہ پانی بنایا ہے لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ پانی پئے پیاس نہ بجھے لیکن دعوت کو اللہ نے ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ دعوت ہو اور ہدایت نہ ملے۔ دعوت تمام عملوں کی ماں ہے۔ اگر دعوت میل کھا جائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت سے تو دعوت ہے۔ اس میں سب سے پہلے کام کرنے والے ایمان سیکھیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا سب سے پہلے ہم نے ایمان سیکھا پھر قرآن سیکھا۔ سب سے پہلے انبیاء علیہم السلام نے اپنی امت کو ایمان سکھایا۔ لہٰذا سب کے ذمہ ہے پوری محنت اور صحیح محنت۔ ان چیزوں کو دعوت دینا سب کے ذمہ ہے۔

ایک صاحب نے کہا کہ محنت سب کے ذمہ ہے اس کی کیا دلیل ہے کہ سب کے ذمہ ہے ہر ایک کے ذمہ ہے۔ میں نے کہا آپ شافعی ہیں؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا فاتحہ فرض ہے؟ کہا ہاں۔ میں کہا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ نماز میں ہے یہ ایک دعا ہے۔ پہلے حمد وثنا ہے اس کے بعد اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ ہے وفاداری ہے اپنے تعلق کا بیان ہے جب بندہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے:

وَهٰذَا لِعَبْدِيْ وَلِعَبْدِيْ مَا سَأَلَ۔ [1]

اس میں وعدہ ہے اللہ کے قبول کرنے کا

سب سے زیادہ مقبول دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ہے کوئی دعا

---

[1] صحیح بخاری: ح ۴۵۵

فرض نہیں ہے صرف ہدایت کی دعا فرض ہے۔ میں نے کہا اس لئے ہدایت کی محنت بھی فرض ہے۔ آدمی کی فطرت ہے جس کے لئے محنت کرتا ہے۔ تو جس کے لئے دعا کرتا ہے اس کے لئے محنت کرتا ہے اس کے لئے محنت فرض نہیں ہوئی ؟ ان صاحب نے کہا اب میں سمجھ گیا، سب کو سمجھا دوں گا۔ پتہ نہیں وہ کیا سمجھا دیں گے وہ جانیں۔

اھدنی نہیں فرمایا اھدنا فرمایا کہ اللہ ہم سب کو سیدھی راہ چلا مجھے چلا سر سے پاؤں تک چلا۔ اور دوسرے پوری امت مسلمہ کو چلا راہ سیدھی۔ اور اگر امت دعوت مراد ہے تو سب کو چلا۔ ایک ہے (غیر مسلمان) امت دعوت اور ایک ہے امت اجابت (مسلمان امت) حضور ﷺ نے محنت کی ہے اور دعا کی ہے صرف دعا نہیں کی محنت کے ساتھ دعا کی۔ دعوت و دعا ہدایت کا سبب ہے۔ دونوں فرض (ضروری) ہیں۔

سات سالہ بچے کا عجیب واقعہ

ایک سات سالہ بچے کے ذمہ جو نماز پڑھتا ہے دعوت ہے۔ ایک دفعہ ہمارا سفر کوئٹہ کا ہوا میں، حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا علی میاں مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ اسی (۸۰) نفر کا قافلہ تھا۔ اس وقت میرا ساتواں چلا لگ رہا تھا جماعتیں گشت میں گئیں۔ ہم دو تین آدمیوں کو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے گشت میں نکلی ہوئی جماعتوں کی نگرانی میں بھیجا۔

مجھے ایک طرف نگرانی کے لئے بھیجا۔ ہماری جماعت میں ایک صاحب تھے ان کا سات سالہ لڑکا بھی ساتھ تھا۔ وہ بھی گشت میں تھا۔ بہت کالا کلوٹا۔ وہاں کے لڑکے اسے دیکھ کر سب جمع ہو گئے اس کے ارد گرد ایک عجوبہ سمجھ کر میں ایک دیوار کے سایہ میں کھڑا ہو گیا کہ وہ ہم کو نہ دیکھیں۔ میں نے سوچا کہ دیکھوں یہ پٹھان لڑکے اس بچہ

کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اور یہ بچہ ان کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ ان کے پاس اچھا خاصا بچوں کا مجمع جمع ہوگیا۔ اس بچہ نے کہا کہو لاالہ الااللہ تو دو تین دفعہ کہنے پر تین چار بچوں نے لاالہ الااللہ پڑھا وہ بچے غلط پڑھنے لگے اس نے وہ تین چار بار پڑھا کر صحیح کر لیا تو کہا کہ محمد رسول اللہ۔ کچھ نے غلط پڑھا تو اس نے بار بار پڑھوا کر صحیح کرایا۔ جب سب کا صحیح ہوگیا تو کہا چلو تم سب مسجد میں بیان میں پیچھے بیٹھنا۔ میں نے کہا شاباش تم نے بہت اچھا کیا۔

سات سال کا بچہ تھا مجھے خیال آیا کہ اگر سات سال کا بچہ صرف کلمہ جانتا ہو اس کے ذمہ اتنا کام ہے کہ ساری زندگی کرتا رہے اگر کچھ لوگ کر رہے ہیں کچھ لوگ نہیں کر رہے ہیں۔ صرف مرد محنت کر رہے ہیں نہ عورت نہ بچے یا ادھر دھیان ہی نہیں یا ہمت ہی نہیں۔ واقعہ کہ کام ہو رہا ہے۔ اگر تم سارے مرد سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ بن جاؤ یا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بن جاؤ یا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بن جاؤ۔ اور عورتیں دین پر نہ آویں تو گھر میں دین داخل نہ ہوگا۔ کسی مرد کے بس کی بات نہیں۔ کہ گھر میں دین داخل کر دے۔ سب کا وہی حال ہوگا جو دلی کے ایک آدمی کا ہوا تھا۔ کہ خود تو دین دار تھا عورتیں اور بچے دین دار نہ تھے تو گھر چھوڑ کر بھاگا پھرتا تھا۔ اور ساری عورتیں رابعہ بصری بن جائیں اور سارے مرد حسن بصری بن جائیں لیکن اگر بچے دین پر نہیں آئے تو مرد عورت دونوں اپنا دین لے کر کسی اور جگہ جھونپڑی ڈالیں گے۔

دین گھر میں جب آئے گا جب تینوں میں دین ہو۔ تنہائی محنت سے دین نہیں آیا کرتا۔ جو حال ہاجرہ کا ہے۔ وہی حال اللہ کی قسم ابراہیم علیہ السلام کا وہی حال اسماعیل علیہ السلام کا ہے۔ جو حال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ وہی حال عائشہ کا ہے۔ وہی حال فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کا ہے۔ وہی حال علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے تب جا کر دین آیا۔

وہی حال ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا وہی حال عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا۔ سسر کا بھی وہی حال، داماد کا بھی وہی حال۔ ساس کا وہی حال بیوی کا بھی، وہی حال۔ بچوں کا وہی حال۔ جب سب کا ایک حال بنے گا تب کہیں گے کہ تبدیلیاں آئی ہیں اس تبدیلی کو تبدیلی کہیں گے۔ اس وقت معاشرت کی تبدیلی میں آپ ہاتھ لگا سکیں گے۔ اس وقت ہاتھ لگائیں گے تو فساد کھڑا کریں گے۔ پہلے آدمی بنتا ہے۔ تب چیزیں بنتی ہیں آدمی صحیح چلیں گے تو گھر ٹھیک ہوگا محلہ بھی ٹھیک ہوگا بازار بھی دفتر بھی ٹھیک ہوگا۔ سب کاروبار ٹھیک ہوگا۔ آج آدمی کہتا ہے کہ ہم غلط چلیں اور گھر ٹھیک ہو جائے یہ نادانی کی بات ہے نیچے سے اوپر تک سب ٹھیک ہوگا۔ اگر آدمی ٹھیک نہیں ہے تو کوئی چیز ٹھیک نہیں ہو گی۔ پہلے آدمی کو ٹھیک کرو اس لئے سب کے ذمہ محنت ہے۔

حضرت جی! کا مقولہ ذرہ تفصیل سے عرض کر دوں۔ پوری محنت یہ ہے۔ ہم نے حضرت جی رضی اللہ عنہ سے سنا ہے وہ یہ کہ سب محنت کریں اور ہر حال میں کریں اور ہر قسم کا نکلنا سیکھ جائیں۔ ہر ایک کو ہر قسم کا نکلنا آتا ہو اور ہر حال میں نکلنا آتا ہو۔ تعلیم وگشت کے لئے نکلنا چلہ چار ماہ سال ڈیڑھ سال کے لئے نکلنا آتا ہو۔ بلا تاخیر نکلنا آتا ہو۔ نکلنے کی وہی صورت ہو جو فائر بریگیڈ (آگ بجھانے والوں کی ہے) آگ لگ گئی آج اور جا رہے ہیں دوسری تاریخ میں یہ جرم ہے اسی وقت جاؤ۔ بلا تاخیر جاؤ۔ یہ امت آگ بجھانے کے لئے آئی ہے جہنم کی آگ بجھانے کیلئے آئی ہے۔

یہ امت انسانیت کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے آئی ہے۔ یہ امت جہاں بیٹھی ہو گھر میں دوکان میں دفتر میں بیٹھے ہوں سب فائر بریگیڈ والوں کی طرح ہیں۔ جہاں کہیں بیٹھے ہوں ایسے بیٹھے ہوں جیسے فائر بریگیڈ والے۔ کھانا کھا رہے ہیں تو کھانا چھوڑ دو۔ آگ لگنے کی گھنٹی بج گئی تو قانوناً شرعاً کھانا کھانا حرام ہے کھانے کی

اجازت نہیں تم کھانا کھاؤ گے تو محلہ جل کر ختم ہو جائے گا۔ مجھ سے کسی نے کہا اگر نماز پڑھ رہا ہو تو میں نے کہا نماز چھوڑ دو۔ لکھا ہے کہ اندھا کنوئیں میں گر رہا ہو یا آگ میں جلنے والا ہو تو نماز توڑ دو۔ جان کا خطرہ ہو تو نماز توڑ دینی چاہئے۔ فائر بریگیڈ والے ہر وقت تیار بیٹھے ہیں بارہ بجے رات میں آگ لگنے کی خبر آئی تو نکل جاتے ہیں۔ کسی نے زمین خریدی ٹریکٹر خریدا ہل چلایا اور گھر آ کر بیٹھ گیا۔ کسی نے کہا بیج ڈالا تو اس نے کہا میرا وقت ختم ہو گیا اب بیج اور کھاد ڈالیں گے۔

میرا وقت ختم ہو گیا۔ سال دو تین چلا پورا ہو گیا میرا وقت ختم ہو گیا یہ کہتے ہیں ارے بھائی کام تو پورا (کھیتی) پر لاکھوں روپیہ خرچ کیا بیج نہیں ڈالی تو کام پورا نہیں کیا۔ تو فائدہ نہ ہوگا۔ پورے دین پر پوری محنت ہو۔ دسمبر میں سردی میں فصل پک گئی تو سردی دیکھنے کی ضرورت نہیں فصل مئی جون میں پکی تو کیا گرمی میں نہیں کاٹتے؟

تو بھائی اس کام کیلئے گرمی وسردی کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس بنا پر بالکل اس طرح دھن ہوگا جیسے محنت کرنے والا کاشتکار۔ یہ اس وقت ہوگا جب اس کو اپنا کام بنائیں گے۔ ڈھائی گھنٹہ زیادہ نہیں ہے۔ گیارہ گھنٹے کم ہیں جب آدمی کا اپنا کام ہوتا ہے۔ تو گھنٹوں کی بات نہیں ہوتی۔ جب اپنا کام ہوتا ہے پوری محنت کرتا گھنٹہ نہیں دیکھتا کام کے تقاضے کے مطابق جتنا جتنا مال لگ جائے جتنا وقت لگ جائے کام پورا ہونا چاہیے۔ اس بنا پر اس کام کو سائڈ بزنس کے طور پر کرنے کو نہیں کیا جاتا۔

آج یہ کام سائڈ بزنس کے طور پر ہو رہا ہے۔ جب اہل کو اپنا کام بنا کر کرو گے تو انشاء اللہ اس کام کے منافع اللہ تعالیٰ کی قسم اتنے ہیں کہ کسی اور کام کی ضرورت نہیں رہے گی اور سارے کاموں کو اللہ تعالیٰ آسان فرما دیں گے۔ دنیا میں بھی خیر ہے اس لئے ایمان و اعمال کے اعتبار سے حالات آئے ہیں۔ یہ حضرت جیؒ فرماتے تھے

کہ ایمان واعمال کے ذریعہ پوری زندگی بنا کر دکھلا دو تو انسانیت پوری اسلام میں داخل ہو جائے گی۔سارے راستوں کو چھوڑ کر انسانیت اس میں داخل ہو جائے گی۔

ہم ہی خود رکاوٹ بنے ہیں۔اس لئے کہ پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوئے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (۱)

اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جائیں تو اوروں کے لئے راستہ بن جائے۔اسلام میں آنے کا۔آج ایک قدم اسلام کے اندر رکھا ہے اور ایک قدم اسلام سے باہر رکھا ہوا ہے۔لیکن پورے پورے اسلام میں داخل نہیں ہوتے۔آج مسلمان لوگوں کا راستہ بند کیے ہوئے ہیں۔لوگوں کے اسلام میں آنے کی رکاوٹ ہیں۔ اگر ہم پورے داخل ہو جائیں تو سارے کے سارے راستوں کو چھوڑ کر اس (دین کے) راستہ پر آ جائیں۔اس راستہ کو چالو کرنے کی بات ہے۔اور چالو کرنا ہو گا اپنی امت مسلمہ میں دوسرے کے لئے دروازے اسی وقت ہدایت کے کھلا کرتے ہیں۔

اور اسی وقت وہ صورت ہوتی ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ (۲)

جب اسلام کا راستہ کا راستہ کھلا ہوا تھا تو فوج در فوج ایک قبیلہ نہیں کئی کئی قبیلے ایک ہی دن میں اسلام میں داخل ہوئے ہیں شوق سے۔اپنے آپ داخل ہوئے ہیں

---

(۱) البقرۃ:۲۰۸

(۲) النصر

جبراً نہیں ۔وہ خود بخود آئیں گے ۔ان کو دعوت کی ضرورت نہیں بلانا بھی نہیں پڑے گا۔وہ خود بخود آئیں گے انشاء اللہ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اللہ کی قسم اتنی محبوبیت ہے کہ کسی اور چیز میں اتنی محبوبیت نہیں ہے ۔اس میں اتنی کشش ہے کہ دنیا میں کسی چیز میں اتنی کشش نہیں ہے زندگیاں جب بن جائیں گی تو اللہ جل جلالہ ایسی کشش فرمائیں گے کہ نہ صرف ان زندگی والوں کو سکون وراحت عزت ومحبوبیت ملے گی بلکہ کل کائنات کے انسان کو بھی راحت ملے گی سکون ملے گا۔

عزت ملے گی ۔جانیں محفوظ ہوں گی ۔عزتیں محفوظ ہوں گی ۔مال محفوظ ہوں گے ۔صرف آدمیوں کو ہی نہیں جانوروں کو بھی سکون نصیب ہوگا درندوں کو بھی سکون نصیب ہوگا سب عافیت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔اور زلزلوں سے بچیں گے۔ طوفان سے بچیں گے ۔حشرات الارض (زمین پر چلنے والے جاندار) کو بھی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ان کو راحت وسکون ملے گا۔

اسلام میں کائنات کے سکون وراحت کا سامان ہے ۔یہ اسلام ایسی چیز ہے کہ کل کائنات کی راحت وسکون کا سامان ہے اس عظیم عمل کو وجود میں لانے کے لئے بھرپور اور جاندار قسم کی کوشش کرنی ہوگی ۔لیکن بالکل یکسو ہوکر اسی انداز کے ساتھ جیسے مکہ ومدینہ والوں نے کی تھی۔اور اللہ جل جلالہ نے ان کی مدد فرمائی تھی ۔نہ آگے دیکھا نہ پیچھے دیکھا اور وہ آگے بڑھتے رہے ۔اللہ جل جلالہ نے ان کو منزل تک پہنچادیا اللہ جل جلالہ اب بھی آسان فرمائے ۔اور ان صورتوں کو پوری طرح وجود میں لائے ۔میں نے اپنا سبق جو یہیں کا سیکھا ہوا تھا سنایا۔مشکل بھی معلوم ہوتی کہ سادوں کو سنایا۔یہیں سے سیکھا ہے اور یہیں سنانا پڑ گیا۔

میں یہاں سنانا نہیں چاہتا تھا لیکن سنانا ہی پڑ گیا۔اللہ کرے سبق جو سنایا وہ صحیح

ہواور جواس میں کمی ہواللہ پوری کردے اور یہ کام یہیں سے چلاہے اور دنیا بھر میں پھیل گیاہے۔اور یہ بھی سوچتے رہوکہ کہیں ایساتونہیں کہ بعد میں آنے والے کہیں آگے تونہیں بڑھ گئے۔یہ بات اچھی نہیں۔

آگے والوں کوآگے رہناچاہئے۔میں صرف دلی والوں کے لئے نہیں کہہ رہاہوں سارے ہندوستان والوں کے لئے کہہ رہاہوں کہ آگے والوں کوآگے رہناچاہئے۔پیچھے رہنایہ کوئی اچھی بات نہیں ہے دوڑ میں آگے رہناچاہئے۔کیاارادہ ہے؟ میں نے کارگذاری سنی بہت خوشی ہوئی مگر بہت جگہ کی کارگذاریاں اس سے آگے نکل گئیں اس کودیکھتے رہیں کہ منزل اتنے سومیل رہ گئی اسی کودیکھ کرآگے بڑھتے رہناچاہئے۔

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْهُدٰى وَالتُّقٰى وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰى اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ اِلَيْنَا الْاِيْمَانَ وَ زَيِّنْهُ فِيْ قُلُوْبِنَا وَ كَرِّهْ اِلَيْنَا الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْيَانَ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ اِيْمَاناً كَامِلًا وَعَمَلاً

مُتَقَبَّلاً وَرِزْقًا وَاسِعًا وَشِفَاءً مِّنْ كُلِّ دَاءٍ۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنَا عَلٰى مِلَّةِ نَبِيِّكَ وَاحْشُرْنَا فِيْ زُمْرَةِ نَبِيِّكَ

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا سَأَلَكَ مِنْهُ نَبِيُّكَ مُحَمَّدٌ ﷺ

وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ﷺ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ڈائری

دعوت وتبلیغ کی عظیم محنت میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ نے جو کثیر ممالک میں بیشتر سفر فرمائے۔ ان اسفار کا کچھ حصہ تو حضرت کی سوانح جلد اوّل اور جلد دوم میں لکھا جاچکا ہے۔
(یہ حصہ ڈائری کے آغاز سے لیا گیا تھا) اور اب اس تیسری جلد میں حضرت کی ڈائری کے بقیہ صفحات سے اسفار کی تفصیل لکھی جارہی ہے۔

اجتماع ڈھاکہ کا سفر اور اس کی خصوصیتیں

31/مارچ 1978ء کو کراچی سے ڈھاکہ گئے۔اس وفد اجتماع کی دو خصوصیتیں تھیں:

نمبرا:۔ چار صد غیر ملکی آئے جن میں ڈیڑھ سو صرف سعودی تھے۔

نمبر ۲:۔ یہ کہ پاک وہند اور حجاز کے پرانے جمع تھے۔حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کا قافلہ بڑا تھا۔

یکم، 2، 3/اپریل کو اجتماع ہوا۔کچھ وقت ڈھاکہ رہے درمیان میں صرف چٹا گانگ کا سفر ہوا۔اور منگل 11/اپریل 1978ء کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دہلی اور میں ڈھاکہ سے کراچی روانہ ہو گیا۔اس جہاز میں بمشکل ایک سیٹ ملی باقی احباب دوسرے جہاز سے آئے۔

اجتماع مظفرآباد

27/مئی 1978ء بروز ہفتہ صبح کو فیصل آباد ایکسپریس پر بمعہ عزیز محمد شفیق راولپنڈی روانہ ہوا۔دوپہر راولپنڈی گزار کر عصر کے وقت بھائی ناول خان صاحب کے ساتھ ایبٹ آباد چلا گیا اور صبح وہاں سے مظفرآباد چلا گیا۔29، 30/مئی کا اجتماع تھا۔بہت تھکان ہوئی۔

چوتھی مرتبہ عارضہ قلب

30/مئی کو بھائی ناول خان صاحب کے ساتھ ایبٹ آباد آیا اور شام کو بصورت قدیم پھر دل کا دورہ ہو گیا۔جمعرات کو صبح بھائی ناول خان اس نیت سے راولپنڈی لائے کہ دن بھر آرام کر کے شام کو اسی گاڑی میں جہلم اور صبح کو جہلم سے لائل پور

(فیصل آباد) پہنچادوں گا۔لیکن میاں اقبال صاحب سے کہہ دیا تھا کہ پنڈی سے ائرکنڈیشن ڈبے میں سیٹ کا انتظام کردیں اورانہوں نے انتظام کردیا۔اس لئے پنڈی سے چناب ایکسپریس میں لائل پور (فیصل آباد) آیا۔اس سفر میں بھائی ناول خان صاحب اورعزیز محمد شفیق کی وجہ سے بہت راحت رہی۔

اسلام آباد ہوٹل کا افتتاح

عزیزعبدالرحمن صاحب کے اسلام آباد ہوٹل کا افتتاح بھی خود ہی اللہ نے کرا دیا۔ان کے ہوٹل میں سارادن راحت رہی۔اور میرا خیال ہے کہ میری آمد سے ان کو بھی بہت خوشی ہوئی ہوگی۔لائل پور (فیصل آباد) آکر اپنے عزیز ڈاکٹر ظفر سلمہٗ نے حسب سابق علاج شروع کردیا اور آج 13 جون کو چلنے پھرنے کی اجازت ملی۔

دوسرا سفر لندن براستہ کویت اردن

9/جولائی 1978ء کو صبح کراچی سے براستہ کویت اردن روانہ ہوئے جہاز لیٹ تھا،اس لئے کویت والوں سے ملنا نہ ہوسکا۔اورظہر کی نماز اردن کے مرکز میں جا کر پڑھی۔جس کا پرانا نام مسجد مدینۃ الحجاج ہے۔

12،11، 10/جولائی کو اجتماع رہا اور پھر 13/جولائی 1978ء بروز جمعرات کو اردن سے لندن پہنچے۔رات لندن میں رہے اور صبح اجتماع کی جگہ ڈیوز بری پہنچے۔جمعہ بندہ نے پڑھایا۔اور جمعہ کے بعد پہلا بیان بھی بندہ نے کیا۔

17,16,15/جولائی کو اجتماع رہا اور دودن مشورے رہے پھر 19/جولائی کو بولٹن میں مولانا محمد یوسف صاحب کے ہاں گئے اور 20/جولائی کو گلاسکو۔ 21/جولائی کو بعد جمعہ روانہ ہوکر مغرب پرسٹن میں پڑھی۔ہفتہ 22/جولائی کو صبح برمنگھم گئے۔اتوار 23/جولائی شام کو شیفلڈ میں رکتے ہوئے ڈیوز بری واپس آگئے۔

24؍جولائی پیر کو مجھے دل کی تکلیف ہوگئی۔اس لئے میں ہارون صاحب کے مکان میں آرام کے لئے چلا گیا۔ڈاکٹر نواز صاحب اور عزیزان شفیق اور موسیٰ ساتھ رہے۔ان چاروں نے زندگی بھر یادر ہنے والی خدمت کی اور مقامی ڈاکٹر نانا صاحب بار بار آئے۔اور ایک انگریز اسپیشلسٹ کو بھی دو مرتبہ ساتھ لائے۔قافلہ پیرس روانہ ہوگیا۔اور میں 31؍جولائی بروز پیر کوڈیوزبری سے لندن آ گیا۔بھائی مسعود صاحب (گوجرانوالہ) کے داماد کے گھر دو دن رہا۔

چھبیسواں سفر حجاز (عمرہ)

3؍اگست بروز جمعرات کو احرام باندھ کر لندن سے سیدھے جدہ آنے والے جہاز سے جدہ آیا۔جہاز سے اترتے ہی عشاء پڑھی۔اور مکہ معظّمہ روانہ ہو کر حفائر آ گیا۔رات اور دن کی تھکان تھی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کرنے کے برابر ثواب

جمعہ شام عمرہ کے ارادہ سے حرم شریف گیا مغرب کی سنتیں پڑھی تھیں کہ بیٹے محمد یوسف ثانی سلمہ نے خوشخبری سنائی کہ رمضان المبارک کا چاند نظر آ گیا ہے اور میرا عمرہ اپنے آپ رمضان المبارک میں چلا گیا۔یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حج کے برابر ثواب ملا۔الحمدللہ

ایک لاکھ روزے افطار کرنے کی فہرست

5؍اگست بروز ہفتہ کو پہلا روزہ رکھا اور بحمداللہ شام کو ایک لاکھ روزے افطار کرنے کی فرحت تھی،رات کو ہی مدینہ طیبہ روانہ ہوئے۔سحری بدر میں کی،صبح اشراق کے وقت مدینہ طیبہ جا پہنچے اور دس دن بعد مدینہ طیبہ سے مکہ،جدہ اور کراچی کے لئے روانہ ہوا۔اور غالباً ۱۴؍رمضان ۱۳۹۸ھ کو فیصل آباد پہنچا۔

سفر ملائیشیا اور سنگاپور

نومبر 1978ء میں ملائیشیا کے احوال کام کے اعتبار سے اچھے نہ تھے۔احباب نے طے کیا اور ہم 23ر نومبر 1978ء کو کراچی سے کوالا لمپور (دارالخلافہ ملائیشیا) گئے سنگاپور بھی گئے۔خوب کام اور سفر کیا تھا اور خوب ملک تھا۔15 دسمبر 1978ء کو کراچی واپس آئے۔

اجتماع ڈھاکہ کے لئے سفر

3ر جنوری 1979ء کو فیصل آباد سے جہاز میں کراچی مولانا عبیداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سعید صاحب سے ملنے کے لئے گیا۔لیکن 6ر جنوری کو یہ حضرات چلے گئے۔ اور ہم کراچی سے 9ر جنوری 1979ء کو ڈھاکہ چلے گئے۔13، 14، 15 جنوری کو اجتماع ہوا۔20 جنوری 1979ء ہم ڈھاکہ سے کراچی آ گئے۔

اجتماع سری لنکا میں شرکت

12ر فروری 1979ء کو لاہور سے کراچی اور 13ر فروری 1979ء کو کراچی سے سری لنکا چلے گئے۔16، 17، 18ر فروری کو سری لنکا میں اجتماع ہوا۔ان دنوں حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کی شدید علالت کی خبریں تھیں۔سری لنکا میں طے ہوا کہ میں جلد مدینہ چلا جاؤں۔

ستائیسواں سفر حجاز

21ر فروری 1979ء کو سری لنکا سے کراچی پہنچا۔ویزہ لیا پی فارم کرایا اور 23ر فروری کو کراچی سے 27ویں سفر حجاز کیلئے جدہ روانہ ہوا۔5ر مارچ 1979ء کو مکہ معظّمہ میں مشورہ ہوا کہ حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب کا معالج کون ہو؟ ڈاکٹر

سیف الدین جان صاحب تجویز ہوئے۔ اور 7/مارچ 1979ء ڈاکٹر صاحب اور میں مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ ڈاکٹر صاحب سے علاج شروع ہوا۔ اور اس سے بحمداللہ خوب فائدہ ہوا۔ 30/مارچ 1979ء کو میں مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ آ گیا۔

سفر افریقہ برائے اجتماعات افریقہ

8/اپریل 1979ء بروز اتوار کو پاکستانی جماعت میاں اقبال صاحب وغیرہ کے ساتھ پی ائی اے سے نیروبی اور 19/اپریل 1979ء کو برٹش ائرویز سے نیروبی سے جوہانسبرگ پہنچے۔ 13، 14، 15/اپریل کو اجتماع ڈربن (جنوبی افریقہ) میں ہوا اور پھر کچھ سفر ہوا اور 23/اپریل 1979ء کو جوہانسبرگ سے بنٹائر اور بنٹائر سے لمبی، زیمبیا، لیلنگوئے، چپاٹا، لوساکا، 29/اپریل 1979ء کو لوساکا سے نیروبی اور نیروبی سے اسی شام عشاء کے بعد برائے خرطوم روانہ ہوئے۔ 30/اپریل، یکم، 2/مئی کو خرطوم میں اجتماع ہوا۔

اٹھائیسواں سفر حجاز

3/مئی 1979ء کو خرطوم سے جدہ آیا اور میں یہاں بیمار ہو گیا۔ مکہ میں ڈاکٹروں نے آرام کرایا۔ 5/مئی 1979ء کو قافلہ مدینہ طیبہ چلا گیا۔ میں اور بیٹا یوسف ثانی سلمہ 9/مئی 1979ء کو مدینہ طیبہ جہاز سے پہنچے۔ 19/مئی 1979ء کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ اور 28/مئی 1979ء کو جدہ سے کراچی آیا۔ 30/مئی 1979ء کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی سے دہلی اور میں دوسرے دن کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔

انتیسواں سفرحجاز۔(حج)

5راکتوبر 1979ء کوام یوسف اور بیٹا یوسف رابع و بیٹی جہاز میں فیصل آباد سے انتیسویں سفرحجاز کے لئے روانہ ہوئے۔حضرت شیخ مولانا محمدزکریا صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ 7راکتوبر کو کراچی سے جدہ چلے گئے۔ 30راکتوبر بروز منگل کوعرفات گئے۔یکم نومبر 1979ء بروز جمعرات کو صبح 5ربجے حفائر سے جماعتیں رخصت کیں۔ 10رنومبر 1979ء بمطابق ۲۰رذوالحجہ بروز ہفتہ کو ہمارا قافلہ مکہ معظّمہ سے بدر ہوتا ہوا مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔

باغیوں کا حرم کعبہ پر قبضہ

20رنومبر 1979ء بروز منگل کوحجاز میں یکم محرم ۱۴۰۰ھ تھی۔جب صبح باغیوں نے حرم پر قبضہ کرلیا۔ 3ردسمبر، ۱۳ رمحرم کو ہم مدینہ طیبہ سے جدہ آ گئے ظہر، بھائی صابر صاحب کے گھر پڑھی۔ 4ردسمبر کوسعودی جہاز میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب بمع رفقاء کوجدہ سے بمبئی کی سیٹیں مل گئیں اوروہ روانہ ہوگئے۔ادھرحجاز میں 4ردسمبر 1979ء کو پندرہ محرم ہے۔آج فوج نے باغیوں پر بھرپورحملہ کیااور کچھ باغی منگل کوتو کچھ بدھ کوزندہ گرفتار ہوئے اور معلوم نہیں کتنے مرے۔جمعرات 6ردسمبر کو بعدالعصر بادشاہ وقت شاہ خالد (مرحوم) نے طواف کیااور مغرب کی نماز پڑھی اوراسکی روانگی کے بعدعام طواف کی اجازت ہوگئی۔اورہم بھی صبح جمعہ پڑھنے مکہ معظّمہ چلے گئے۔ہفتہ،اتوار وہاں رہ کر 10ردسمبر 1979ء کوجدہ آگئے۔ 11ردسمبر 1979ء ہماری جمبو جہاز میں سیٹیں تھیں۔رات گیارہ بجے جدہ سے کراچی آ گئے۔دسمبر 1979ء کو جہاز میں کراچی سے فیصل آباد آ گئے۔

اجتماع ڈھاکہ کے لئے سفر

29رجنوری 1980ء کو کراچی سے اجتماع کے لئے چلا گیا۔حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کلکتہ سے ڈھاکہ پہنچے۔2،3،4رفروری کو اجتماع ہوا اور باقی وقت کا کڑئیل میں گزارا۔اور 12رفروری 1980ء کو ڈھاکہ سے کراچی آ گئے۔

جنرل ضیاء الحق سے ملاقات

13رفروری 1980ء بروز اتوار کو میں اور بھائی عبدالوہاب صاحب جنرل حق نواز صاحب کے ساتھ شام پانچ بجے جنرل ضیاء الحق صاحب (مرحوم) سے ان کے بلانے پر ملے۔ان سے تفصیلی ملاقات ہوئی۔میں ہی (حضرت مفتی صاحب) متکلم رہا۔

مولانا سعید صاحب مدنی کی آمد برائے لاہور

3رمارچ 1980ء کو مولانا سعید صاحب بمع فضل عظیم صاحب کراچی سے لاہور اور ہم پشاور سے لاہور آئے اور رائے ونڈ ایک دن رہ کر یہ حضرات دہلی روانہ ہو گئے۔

مولانا محمد عبید اللہ کی آمد دہلی سے لاہور

5راپریل 1980ء کو مولانا عبید اللہ صاحب بمع رفقاء دہلی سے رائے ونڈ آئے۔دس دن کے جوڑ میں شریک ہوئے۔

محمد یوسف ثانی سلمہ کا نکاح

10راپریل 1980ء بروز جمعرات کو حضرت مولانا عبید اللہ صاحب فیصل آباد آئے۔جمعرات کے اجتماع میں بعد مغرب قبل از بیان مولانا عبید اللہ صاحب نے عزیزم بیٹے محمد یوسف ثانی سلمہ کا نکاح پڑھایا۔اور جمعہ کی صبح کو راولپنڈی اور وہاں

سے پشاور چلے گئے۔ پھر واپس رائے ونڈ آئے اور رائے ونڈ سے کراچی چلے گئے۔ پھر لاہور آئے۔ اور 21/اپریل 1980ء کو لاہور سے دہلی روانہ ہو گئے۔

اطلاع آمد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب

20/اپریل 1980ء کو خط آیا کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب انشاءاللہ 4/جولائی کو سعودی جہاز میں جدہ سے کراچی تشریف لائیں گے۔ اور ہفتہ اتوار کراچی میں رہ کر پیر کو جہاز میں فیصل آباد تشریف لائیں گے۔

سپریم کورٹ کا فیصلہ

یا اللہ! اس قدر انتظامات کی ضرورت اور ادھر میرا حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ انگلینڈ اور امریکہ کا سفر طے ہے۔ جو 16/جون 1980ء کو شروع ہوگا اور 8/جولائی کو ختم ہوگا۔ اس لئے میں نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کو لکھا کہ کیا کروں؟ انہوں نے لکھا کہ استخارہ کریں اور جو شرح صدر ہو۔ نیز کچھ تفصیل بھی تھی۔ میں نے جو کچھ حضرت جی انعام الحسن صاحب کو لکھا تھا اور جو کچھ حضرت جی نے مجھے لکھا سب حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے پاس مدینہ طیبہ بھیج دیا کہ جب ہائی کورٹ نے فیصلہ نہیں لکھا تو سپریم کورٹ فیصلہ کرے گی۔ چنانچہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نے لکھا کہ تمہارے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب تمہارا سفر چاہتے ہیں۔ اس لئے اجتماع امریکہ تک سفر کر لو۔ انتظامات کا اللہ مالک ہے۔ چنانچہ دارالعلوم میں تعمیرات شروع کرادیں۔

پہلے اجتماع امریکہ کا سفر

یکم/جولائی 1980ء صبح گیارہ بجے سعودی جہاز میں لندن سے 30ویں سفر حجاز

کے لئے جدہ آ گیا۔اور جدہ سے مکہ معظّمہ چلا گیا۔حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کو ساتھ لے کراچی آیا اور کراچی ایک دن رہ کر فیصل آباد آ گیا۔

ایک عجیب بہار

بحمد اللہ پورا رمضان المبارک حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نے یہاں (فیصل آباد) گزارا۔اور عید بدھ کو تھی ۔ جمعہ کو رائیونڈ اور ہفتہ کو لاہور سے دہلی تشریف لے گئے ۔ یہ عجیب بہار تھی ۔ جو فیصل آباد ہی نے نہیں بلکہ پورے ملک نے دیکھی ۔

1980ء تک کے اسفار کا اجمالی خاکہ

اب تک 30؍مرتبہ حجاز حاضری ہوئی۔

افریقہ.................................5؍مرتبہ سفر ہوا۔

ہندوستان، بنگلہ دیش.................کئی مرتبہ سفر ہوا۔

مشرق وسطیٰ.............................4؍مرتبہ سفر ہوا۔

انگلینڈ.................................2؍مرتبہ سفر ہوا۔

امریکہ.................................1؍مرتبہ سفر ہوا۔

(رب کریم قبول اور یادآوری فرمائے) آمین۔18؍اکتوبر 1980ء

سفر ہند

بھائی کرامت صاحب کی برکت سے مجھے ویزا مل گیا اور میں 3ر ستمبر کو لاہور سے دہلی چلا گیا۔ 1980ء بروز پیر کو دہلی سے لاہور جہاز سے پہنچا۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب بمع رفقاء 24ر ستمبر 1980ء کو دہلی سے لاہور جہاز میں تشریف لائے۔ 26، 27، 28ر ستمبر 1980ء کو اجتماع رائیونڈ ہوا۔ اسکے بعد رائیونڈ میں ہی قیام رہا اور 6ر اکتوبر 1980ء کو جہاز میں لاہور سے دہلی تشریف لے گئے۔

اندرون ملک اسفار

13ر اکتوبر 1980ء کو میں پشاور صرف افغان مہاجرین کی دیکھ بھال کے لئے گیا۔ 14ر اکتوبر 1980ء بمطابق ۴ر ذوالحجہ ۱۴۰۰ھ بروز منگل شام کو خبر ملی کہ مفتی محمود صاحب کا کراچی میں انتقال ہو گیا ہے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون) پشار و پنڈی وغیرہ ہر طرف سے جہاز کا پوچھا مگر نہ ملا اور جنازہ پر نہ پہنچ سکا۔

چھٹی مرتبہ دل کا عارضہ

پیر 3ر نومبر کو تیز چل کر اپنے محلے کی عثمانیہ مسجد میں عصر کی نماز کے لئے گیا اور دل کی تکلیف ہوگئی۔ دو ہفتے چار پائی پر رہا اور اسکے بعد ٹھیک ہو گیا۔ اور 29ر نومبر کو مشورہ میں رائیونڈ چلا گیا۔

پہلی مرتبہ وفاق المدارس کی میٹنگ میں شرکت

30ر نومبر کو پہلی مرتبہ وفاق المدارس کی میٹنگ میں ملتان گیا اور واپس آ کر 3ر دسمبر کو فیصل آباد سے مردان اجتماع پر گیا۔ 5ر دسمبر کو پشاور سے سیدھا جہاز میں کراچی گیا۔ اور میرے جمعہ شام کو پہنچنے سے پہلے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب

کراچی ہوائی اڈہ سے مکی مسجد جا چکے تھے میرا جہاز لیٹ تھا۔حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب سہارن پور سے دہلی اوردہلی سے کراچی ٹھہرتے ہوئے 8/ دسمبر 1980ء پیر صبح کو جدہ روانہ ہوگئے ۔اور میں مہاجرین کی دیکھ بھال میں کوئٹہ چلا گیا۔ 18/جنوری 1981ء کو راولپنڈی اور 19/ جنوری کو لاہور سے کراچی چلا گیا۔

اجتماع ڈھاکہ کا سفر

20/جنوری 1981ء کو ڈھاکہ گیا۔جمعرات شام 22/جنوری کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کلکتہ سے ڈھاکہ پہنچے۔اجتماع کے بعد مازدی کا سفر ہوا۔

جنرل ضیاء الرحمن (صدر بنگلہ دیش) سے ملاقات

مجھے دوسرے دن صدر جنرل ضیاء الرحمن صاحب، نائب صدر عبدالستار صاحب اور وزیر اعظم عزیز الرحمن صاحب سے ملاقات کے لئے ڈھاکہ آنا پڑا ان کے ساتھ تفصیلی ملاقات ہوئی۔ 3/فروری 1981ء بروز منگل بعد ظہر ساڑھے تین بجے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ڈھاکہ سے دہلی تشریف لے گئے۔

پی آئی اے کی برکت

میں پی آئی اے کی برکت سے ساری رات ائیر پورٹ پر ہی جاگتا رہا۔سفر میں بھی ڈھاکہ سے کراچی چار گھنٹے لگے۔صبح صادق سے پہلے بعافیت پہنچا اور جمعرات صبح ساڑھے نو بجے کے جہاز سے فیصل آباد آ گیا۔

اکتیسواں سفر حجاز (عمرہ)

حضرت شیخ محمد زکریا صاحب نے 1981ء کا رمضان المبارک اسٹینگر صوبہ نٹال قریب ڈربن (جنوبی افریقہ) میں گزارنے کا عزم کیا۔اس لئے میں بھی اس سفر میں

شریک ہونے کیلئے 14؍جون ۱۱؍شعبان کو 31 ویں سفر حجاز کے لئے کراچی سے جدہ روانہ ہو گیا۔ اور شب برأت حرم میں ہوئی۔ حضرت شیخ محمد زکریا صاحب 15؍جون کو براستہ ری یونین روانہ ہو گئے۔

اجتماعات و اعتکاف جنوبی افریقہ

میں دو دن مدینہ طیبہ اور تین دن مکہ معظّمہ رہ کر جدہ سے نیروبی 22؍جون 1981ء کو پہنچ گیا۔ اور نیروبی سے جوہانسبرگ ظہر کے وقت پہنچ گیا۔ ایک رات رہ کر جہاز میں ڈربن چلا گیا۔ وہاں سے کار میں اسٹینگر پہنچ گیا۔ اسٹینگر میں پہلے دس دن کا اعتکاف کیا اور 11؍رمضان المبارک کو ڈنڈی پھر جوہانسبرگ رستن برگ ایک دن یا رات رہے۔

بتیسواں سفر حجاز

16؍جولائی 1981ء جمعرات کو جوہانسبرگ سے جدہ روانہ ہو گیا۔ چنانچہ 17؍جولائی جمعہ ۱۴؍رمضان المبارک کو میں 32 ویں مرتبہ حجاز پہنچا۔

حضور ﷺ کے ساتھ حج اور 70 لاکھ عمرے

رمضان المبارک کا عمرہ یعنی حضور ﷺ کے ساتھ حج اور 70؍لاکھ عمرے ادا کرنے کا ثواب ملا۔ اور 2 جولائی کو جدہ سے کراچی اور کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔ ایک دن گھر میں رہ کر آخری عشرہ کے اعتکاف میں چلا گیا۔

اجتماع دبئی اور ابوظہبی کا سفر

18، 19، 20؍ستمبر 1981ء کو رائے ونڈ میں اجتماع ہوا۔ اسکے بعد 26؍ستمبر 1981ء کو ہم حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ دبئی العین، ابوظہبی پہنچے اور وہاں اچھے اجتماعات ہوئے۔

تینتیسواں سفر حجاز (حج)

2/ اکتوبر 1981ء بمطابق ۳/ ذوالحجہ بروز جمعہ صبح صادق دبئی سے 33 ویں سفر حجاز کرتے ہوئے جدہ پہنچے۔ حج کیا۔ مدینہ رہے۔ اور 11/ نومبر 1981ء بروز بدھ کو حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ جدہ سے کراچی آئے حضرات نے دو دن قیام کیا۔ 13/ نومبر بعد الجمعہ کراچی سے دہلی روانہ ہو گئے۔ اور 14/ نومبر کو میں کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔

سفر ہند

آخر نومبر میں حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کی علالت کی خبر ملی اور میں ابتداء دسمبر 1981ء کو دہلی اور پھر سہارن پور چلا گیا، پھر دہلی آیا اور پھر لاہور سے فیصل آباد آ گیا۔

اطلاع آمد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ

14/ جنوری 1982ء جمعرات کو لاہور اور پھر گوجرانوالہ گیا۔ وہاں سے رات گیارہ بجے واپس آ گیا۔ سخت کھانسی اور زکام تھا۔ آتے ہی پیغام ملا کہ کل شام حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کراچی پہنچ رہے ہیں اس لئے فوراً کراچی پہنچو۔ چنانچہ 15/ جنوری بعد جمعہ کراچی چلا گیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رات ساڑھے آٹھ بجے کراچی پہنچے اور بھائی یوسف صاحب (رنگ والے) کے مکان پر قیام ہوا۔ اور 16/ جنوری ہفتہ شام کو ساڑھے آٹھ بجے کراچی سے جدہ روانہ کیا۔ یہ ایک دن رات بھی حضرت جی کے ساتھ مل گیا۔

یک زمانہ صحبتے با اَولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اجتماع ڈھاکہ کا سفر

17/جنوری 1982ء کو واپس فیصل آباد آ گیا۔ ۲۵ جنوری 1982ء کو لاہور سے کراچی اور 26 جنوری 1982ء کو کراچی سے ڈھاکہ اجتماع پر گیا۔ 10/فروری 1982ء کو واپس کراچی آ گیا۔

اجتماعات جنوبی افریقہ

7/اپریل 1982ء کو صبح کراچی سے نیروبی اور نیروبی سے جوہانسبرگ گیا۔ ظہر وہاں پڑھی۔ 10، 11، 12/اپریل 1982ء کو اجتماع لیڈسمتھ پھر کیپ ٹاؤن سمیت تینوں صوبوں کا مختصر سفر ہوا۔ اور 23/اپریل کو جوہانسبرگ سے لوز بری، روڈیشیا آ گیا۔ اور 24/اپریل شام کو لوساکا آ گئے۔ 25/اپریل کو لوساکا سے چپاٹا، 26/اپریل کو لیلنگوے پہنچا ظہر میں بیان ہوا۔ اور بعد عصر بنٹائر جہاز سے گیا اور رات کو یہاں بیان ہوا۔

27/اپریل کو لمبی اور 28/اپریل کو صبح بنٹائر سے نیروبی کے لئے روانہ ہوا۔ ظہر نیروبی کی مسجد پنگانی میں پڑھی۔ اگلے دن صبح بیان ہوا۔ 29/اپریل 1982ء کو پاکستانی سفارت خانے گئے۔ بریگیڈئر محمد اشرف صاحب (پاکستانی سفیر) سے ملے مفصل دینی امور پر بات چیت ہوئی۔ شام کو جامع مسجد میں بیان ہوا۔ قیام بھائی سلمان صاحب کے گھر ہوا۔

چونتیسواں سفر حجاز

29/اپریل 1982ء کو تین بجے چل کر صبح کی جمعہ 30/اپریل کو 34ویں مرتبہ

سفر حجاز کرتے ہوئے جدہ پہنچے۔ وہاں عزیز سہیل موجود تھا۔اس کے ساتھ مکہ معظّمہ آ گئے۔ملک عبدالحق (مرحوم) کے ہاں قیام کیا۔اس سفر میں جنرل حق نواز صاحب، بھائی ضیاء الحق صاحب (چیچہ وطنی والے)، بھائی فضل حسین صاحب (پشاور والے) ساتھ تھے۔ 3رمئی کو مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ آ گئے۔

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کا الوداع کرنا

اس موقع پر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کی طبیعت جس قدر اچھی تھی ایسی کئی سال سے نہ دیکھی۔ان دنوں صحیح مسلم پر حضرت گنگوہی ؒ کی ایک تقریر کی مولوی عاقل صاحب کو بلا کر تبییض کرا رہے تھے۔دوپہر کی مجلس،عصر کی مجلس اور عشاء کا کھانا معمول پر چل رہا تھا۔البتہ الوداع کے وقت گلے لگا کر معمول سے زیادہ روئے اور رلایا۔مجھے کیا معلوم تھا کہ یہ آخری ملنا مل رہے ہیں۔

اجتماعات لندن،مانچسٹر،ڈیوزبری اور بروکسل

11رمئی 1982ء کو ہم اور مولانا سعید خان صاحب و دیگر رفقاء 11ربجے دوپہر جدہ سے لندن روانہ ہو گئے۔بدھ لندن میں رہے۔جمعرات کو ڈیوزبری کاروں میں گئے۔ 14، 15، 16رمئی اجتماعات ڈیوزبری 17، 18، 19مئی قیام ڈیوزبری رہا۔ 19رمئی بعد ظہر دارالعلوم ڈیوزبری میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کا بیان ہوا۔عصر کے بعد شفیق صاحب کے ساتھ شہر بڑھی میں گئے۔رات وہیں رہے۔21رمئی کو کاروں سے مانچسٹر گئے۔

یورپ کا سب سے بڑا اجتماع

مانچسٹر سے جہاز میں بروکسل (بیلجیئم) روانہ ہو گئے۔ 21، 22، 23 رمئی 1982ء اجتماع بروکسل ہوا۔ یہ یورپ کا سب سے بڑا اجتماع تھا۔ اور اس میں اکثریت عربوں کی تھی۔ پیر، منگل، بدھ اور جمعرات قیام بروکسل رہا۔ 23 رمئی کو جماعتیں رخصت کیں۔ 24 رمئی کو مشورے شروع ہوئے مشوروں میں بھی بیٹھتے رہے۔

مولانا محمد زکریا صاحب کی شدید علالت کی خبر

قبل الظہر ڈیوزبری فون سے حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کی شدید علالت کی خبر شمیم صاحب نے دی۔ قاضی صاحب کو فون کرنے کے لئے بھیجا۔ انہوں نے آ کر بتایا کہ کوئی بھی فون پر نہیں تھا۔ گھر والے کہتے ہیں کہ حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب بیمار ہیں وہاں گئے ہوئے ہیں۔ شمیم اور سعدی بھی مدینہ روانہ ہو گئے۔ ظہر میں دعائیں ہوئیں۔ اور اس کے بعد نیند آ گئی۔

اس صدی کے سب سے بڑے پیر

میں قبل العصر میں سویا ہوا تھا کہ بھائی یوسف آ کر گلے ملے کہ سب کچھ مٹ گیا۔ اور چیخ کر روئے (اناللہ وانا الیہ راجعون) کائنات کا ایک بڑا پیر، پیر کے دن غروب سے پہلے غروب ہو گیا۔ یہاں کا کسی کا بھی جنازہ پر پہنچنے کا سوال ہی نہ تھا۔ جس سے جو ہو سکا ایصال ثواب کیا۔ مشورہ میں 1985ء میں امریکہ جانا طے ہوا۔ جمعرات کے دن حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کا پیرس جانا طے ہوا اور میرا ہالینڈ جانا طے ہوا۔

لندن سینٹر میں تبلیغی اجتماع

ہم سب جمعہ 28رمئی 1982ء لندن آ گئے۔مسجد میں اپنی ظہر آ کر پڑھی۔ ہفتہ،اتوار لندن سینٹر میں اجتماع ہوا۔پہلا بیان میرا تھا۔دوسرا بیان مولانا محمد عمر پالنپوری اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کا۔31رمئی کو لندن سے عمان روانہ ہوئے۔1،2،3رجون قیام عمان رہا۔خوب اجتماع تھا۔

پینتیسواں سفر حجاز

4رجون کو عمان سے 35ویں مرتبہ سفر حجاز کرتے ہوئے مدینہ طیبہ حاضری ہوئی۔ یہ دوسری دفعہ ہے کہ باہر سے سیدھے مدینہ طیبہ آ گیا۔پہلے ایک مرتبہ میں دمشق سے سیدھا آیا تھا۔

ایک اہم بات

مدینہ طیبہ میں وہ نظر نہ آیا جس کے لئے زندگی بھر آنکھیں ترستی رہیں گی۔ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب) 12رجون کو جہاز میں مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ آ گیا۔18رجون بروز جمعہ کو جدہ سے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ساڑھے نو بجے دہلی اور ہم گیارہ بجے کراچی کے روانہ ہو گئے۔30،31رجولائی 1985ء کو اجتماع کراچی کے لئے اسلام آباد سے گیا۔

مرزائیوں کے خلاف مقدمہ کی پیروی کے لئے رائے

منگل 30راگست 1982ء کو میں نے جنگ اخبار میں خبر پڑھی کہ احترام الحق تھانوی صاحب نے کہا کہ میں اور یحییٰ بختیار (سابق بھٹو کا اٹارنی جنرل) کیپ ٹاؤن

میں مقدمہ لڑ رہے ہیں جو مرزائیوں نے مسلمانوں کے خلاف کیا ہے۔ میں نے جنرل ضیاء صاحب کو فون کیا کہ ان کو اجازت مل گئی؟ انہوں نے کہا اجازت کہاں ملی ہے درخواست آئی ہے۔ میں نے کہا کیا سوچا ہے؟ انہوں نے کہا ابھی کچھ نہیں سوچا۔ میں نے کہا رائے یہ ہے کہ ان کو نہ جانے دیں۔ اور خود اس مقدمہ کی پیروی کرنی ہے اور یہ سوچ نہیں کہ آپ نے کرنی ہے یا پبلک نے کرنی ہے۔ میری رائے یہ کہ پبلک کی طرف سے ہو۔ کیونکہ آپ کا اس حکومت افریقی سے انقطاع ہے اور سوچ کر مجھے کل بتا دیں میں پرسوں رائے ونڈ چلا جاؤں گا۔ بدھ کو فون آیا کہ میں نے مشورہ بھی کر لیا ہے اور جمعرات کو میٹنگ بھی بلا لی ہے۔ آپ آ کر وفد مرتب کر دیں۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے وفد کی تشکیل

میں بدھ یکم ستمبر 1982ء کو اسلام آباد چلا گیا۔ 2ر ستمبر جمعرات کو دس بجے وزارت قانون میں میٹنگ ہوئی اور وفد آٹھ آدمیوں کا بن گیا۔

جنرل ضیاء الحق صاحب کا اصرار

جنرل ضیاء الحق صاحب مرحوم نے اصرار کیا کہ آپ خود جاویں۔ جمعہ کو رائے ونڈ گیا۔ مگر شام کو واپس فیصل آباد آ گیا۔ ویزا کے سلسلے میں دقت کی خبر آئی۔ میں نے مزید کوشش کی۔ 4ر ستمبر ہفتہ رات بارہ بجے جنرل ضیاء الحق صاحب کا فون آیا کہ ابھی تک ویزا کی متضاد خبریں ہیں اور ایک پیغام یہ بھی ہے۔ کہ ابھی وفد کی ضرورت نہیں۔ اس پر میں نے کہا آپ کل اتوار گیارہ بجے دن کی سیٹیں لاہور سے کراچی اور کراچی سے نیروبی کی بک کروا دیں۔ اور سب کو اطلاع کرا دیں کہ جانا

ہے۔ میں سب کو لے کر نیروبی جاتا ہوں ۔وہاں سے براہ راست فون کر کے آپ کو اطلاع کردوں گا۔اس پر خوشی کا اظہار کیا اور رات ایک بجے اطلاع آئی کہ سیٹیں بھی ہوگئیں اور سب کو اطلاع بھی ہوگئی۔

مقدمہ کی پیروی کے لئے کیپ ٹاون (جنوبی افریقہ) کا سفر

ہم 5/ستمبر 1982ء بروز اتوار کو کراچی ۔اور کراچی سے نیروبی چلے گئے ۔ 6/ستمبر کو براہ راست موسی بدھانیہ صاحب سے بات ہوئی اور اسی دن ویزے لگ گئے اور ہم 7/ستمبر کو نیروبی سے جوہانسبرگ پہنچ گئے ۔ 8/ستمبر کو کیپ ٹاؤن گئے ۔ ۹ /ستمبر 1982ء مقدمہ کی تاریخ تھی ۔ 9/ستمبر کو مرزائیوں کے وکیل نے سارادن بحث کی ۔ 10/ستمبر کو ہمارے وکیل نے پہلے وقت اور دوسرے وقت آدھا گھنٹہ بات کی ۔اور سپریم کورٹ کے جج نے ہمارے حق میں فیصلہ کردیا۔بقیہ احباب جلد واپس چلے گئے میں،مولوی عبدالرحیم اشرف صاحب اور مفتی تقی عثمانی صاحب جنوبی افریقہ میں چندروز کے لئے رہ گئے۔

چھتیسواں سفر حجاز (حج)

16/ستمبر 1982ء کو جوہانسبرگ سے نیروبی آگئے ۔ جمعہ وہاں رہے اور شام کو محمد سفیر صاحب کے ہاں کھانا کھا کر ہوائی اڈا پر آگئے رات کو کینیا ائیرویز سے روانہ ہوکر صبح جدہ آگئے ۔فسٹ سیکرٹری کو اترتے ہی اپنے دونوں ساتھیوں کے لئے فون کیا۔انہوں نے اپنے ذمہ لے لیا۔اور میں عزیز محمد شفیق صاحب کے ساتھ مکہ معظّمہ آگیا۔اسی روز عمرہ سے فارغ ہوا اور شام 16/ستمبر بروز اتوار کو بیٹا عزیزم محمد یوسف ثالث سلمہ بھی آگیا۔

پہلے ملک عبدالحق صاحب مرحوم کے ہاں قیام رہا۔ پھر مدرسہ صولتیہ میں قیام رہا۔اور ہفتہ 25/ستمبر کو منیٰ چلے گئے ۔اتوار کو عرفہ تھااور 30/ستمبر بروز جمعرات کو بعد زوال رمی کر کے مکہ معظّمہ آ گئے ۔اور ہم لوگ 3/اکتوبر بروز اتوار صبح کو میں داماد عزیزم مولوی عبدالوحید سلمہ و اہل وعیال کے ساتھ مدینہ آ گئے ۔ دس دن مدینہ طیبہ قیام کے بعد 13/اکتوبر کو مدینہ طیبہ سے بذریعہ کار مکہ معظّمہ آ گئے ۔ 17/اکتوبر بروز اتوار کو رات تین بجے جدہ سے روانہ ہو کر صبح آٹھ بجے کراچی آ گئے ۔

پی آئی اے کی مہربانی

جمعرات 14/اکتوبر 1982ء کو فیصل آباد پی ائی اے جہاز سے آئے اور دونوں سوٹ کیس غلط ٹیگ لگنے کی وجہ سے فیصل آباد کی بجائے تربت چلے گئے ۔ دو دن بعد آ گئے ۔اور بالکل صحیح سالم تھے۔ یہ میرا چھتیسواں سفر حجاز تھا۔

اجتماعات بنکاک و تھائی لینڈ

14/اکتوبر 1982ء سے یکم نومبر تک گھر میں رہا۔اور پھر رائے ونڈ چلا گیا 4/نومبر کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رائے ونڈ آ گئے ۔ 5، 6، 7/نومبر کو اجتماع رائیونڈ ہوا۔ کچھ قیام رائے ونڈ رہا۔ پھر براستہ حیدر آباد 12/نومبر کو کراچی سے بنکاک، تھائی لینڈ چلا گیا۔ 13، 14، 15/نومبر کو اجتماع بنکاک ہوا۔ 16، 17/نومبر کو قیام حاجی یوسف صاحب کے ہاں بنکاک میں رہا۔

روانگی بنکاک

کوالالمپور (ملائیشیا) مغرب ہندی مسجد میں پڑھی۔ 19/نومبر بروز جمعہ کو

کوالالمپور سے جہاز میں ترنگانو گئے۔جہاں اجتماع تھا۔20،21،22/نومبر کو اجتماع ترنگانو ہوا۔24/نومبر کو جہاز میں ترنگانو سے پینانک گئے۔

25/نومبر شام کو پینانتی استاد محمد صالح صاحب کے مدرسہ میں گئے۔اور وہیں سے بذریعہ ریل کوالالمپور روانہ ہو گئے۔صبح کو کوالالمپور پہنچ گئے۔جمعہ ہفتہ قیام کوالالمپور میں رہا۔ہفتہ روانگی ریل سے سنگاپور۔28،29/اجتماع سنگاپور رہوا۔

سفر ہند ڈھاکہ

30/نومبر کو از سنگاپور جہاز میں بنکاک روانہ ہوئے۔بنکاک سے جہاز بدلہ اور ظہر کے وقت بنگلہ دیش آ گئے۔3/دسمبر 1982ء کو جمعہ کے بعد بنگلہ دیش سے دہلی پہنچے۔مغرب نظام الدین پڑھی۔5/دسمبر کو فلائنگ جنتا میں روانہ ہو کر عشاء کے بعد امرتسر آ گئے۔رات مسجد خیر الدین میں رہے۔صبح براستہ واہگہ لاہور آئے۔اور پھر میں فیصل آباد آ گیا۔

ڈھاکہ اجتماع

10/جنوری 1983ء کو لاہور تا دہلی جہاز سے گیا۔11/جنوری کو دہلی سے ڈھاکہ اجتماع پر گیا۔15،16،17/جنوری کو اجتماع ڈھاکہ ہوا۔ڈھاکہ سے واپسی کی تاریخ یاد نہیں ہے۔8/مارچ 1983ء فیصل آباد سے کراچی ٹنڈو آدم کے اجتماع پر گیا پھر کراچی آ کر دو دن ٹھہرا۔

سینتیسواں سفر حجاز (عمرہ)

پیر 14/مارچ 1983ء کو کراچی سے براستہ ریاض جدہ پہنچا۔عزیز محمد شفیق

صاحب نے لیا اور مکہ میں انہی کے ہاں رہا۔ اور جمعرات شام کو جہاز سے مدینہ طیبہ آ گیا۔ اور 30/ مارچ 1983ء بمطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ بروز بدھ شام کو داماد عزیزم مولوی عبدالوحید سلمہ کے ساتھ مدینہ سے مکہ معظّمہ آیا۔ 31/مارچ 1983ء صبح کو عمرہ کیا اور عصر کے بعد جدہ چلا گیا۔ عزیز محمد شفیق صاحب اور عزیز مولوی عبدالوحید سلمہ نے نیروبی روانہ کیا۔ رات نیروبی ہوائی اڈا گزاری۔

اجتماعات جنوبی افریقہ

جمعہ یکم اپریل 1983ء صبح نیروبی سے جوہانسبرگ پہنچا۔ عبدالرحمن عالی صاحب ہوائی اڈا پر موجود تھے۔ جمعہ نہ مل سکا۔ ان کے مکان جا کر نماز پڑھی۔ اور مغرب کے وقت جوہانسبرگ سے میرس برگ روانہ ہو گیا۔ ایک گھنٹہ میں جہاز پہنچا۔ یہ اجتماع کی پہلی رات تھی۔ 3/اپریل بروز اتوار عصر کے بعد 52 نکاح ہوئے۔ 42 جماعتیں تیار ہوئیں جن کو بعد میں رخصت کیا۔

صلوۃ الاستسقاء

پیر 4/اپریل 1983ء صبح کو مولانا ابوبکر نانا صاحب سے ہدایات دلوائیں پھر خود ہدایات دیں پھر صلوۃ استسقاء پڑھائی، دو رکعات کے بعد دو خطبے پڑھے۔ پھر چادر پھیری اور قبلہ رخ دعا کی، پھر مجمع کی طرف رخ کر کے اجتماع کی دعا کی۔ اور جماعتیں رخصت کیں۔ ساڑھے گیارہ بجے دن فارغ ہوئے۔ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی لاج رکھ لی اور خوب بارشیں ہوئیں۔ مغرب کے کام کرنے والوں کا اجتماع ہوا اور تشکیل ہوئی۔ رات رچمن چلا گیا۔ صبح رچمن سے ڈربن آ گیا۔ بدھ

5/اپریل 1983ء اسٹنگر سے ظہر کے وقت مولانا انصاری صاحب کے مسجد میں پہنچے ظہر میں اجتماع سے بات کی اور عبدالرزاق کے ہاں چلے گئے۔رات وہاں رہ کر صبح جنرل حق نواز صاحب مرحوم کے ساتھ جہاز میں ڈنڈی آ گیا۔رات اجتماع ہوا۔ 8/اپریل 1983ء جمعہ صبح ڈنڈی سے جوہانسبرگ آ گیا۔جمعہ کے وقت نیوٹاؤن میں بیان ہوا۔رات کو عشاء کے بعد جامع مسجد میں بیان ہوا۔اور رات بھائی موسیٰ بدھانیہ کے ہاں رہے۔ 9/اپریل 1983ء بمطابق ۲۴/جمادی الثانی ۱۴۰۳ھ ہفتہ صبح کو ظہر سے پہلے رستن عزیز امین صاحب کے ساتھ چلا گیا۔رات بیان ہوا۔اتوار صبح 10/اپریل کو جوہانسبرگ آ گیا۔ابوبکر نانا صاحب کے ہاں کھانا و آرام کیا اور عصر کے وقت اڈا پر آ گیا۔رات آٹھ بجے جوہانسبرگ سے جہاز روانہ ہوا اور تین گھنٹے بیس منٹ میں نیروبی آ گیا۔تین گھنٹے بعد پی آئی اے لیٹ ملا اور چھ گھنٹے میں نیروبی سے کراچی آ گیا۔اس وقت صبح کے سوا گیارہ بجے تھے۔اور دو بجے روانہ ہو کر کراچی سے لاہور جہاز میں آیا۔لاہور سے فیصل آباد ساڑھے سات بجے شام پہنچا۔

ستائیس گھنٹے مسلسل سفر

یہ ستائیس گھنٹے مسلسل سفر ہوا۔دوسرے دن رائے ونڈ جوڑ میں چلا گیا۔ پھر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب 18/اپریل کو دہلی روانہ ہوئے اور میں گھر آ گیا۔

اڑتیسواں سفر حجاز (حج)

۱۵/ذیقعدہ 25/اگست 1983ء کو بمع ام یوسف، بڑی بیٹی، چھوٹی بیٹی اور عزیزم محمد یوسف رابع کراچی سے جدہ اور جدہ سے اسی شام سیدھے مدینہ طیبہ آئے۔

۲۱/ذیقعدہ ۱۴۰۳ھ 31/اگست 1983ء کو بیٹی عزیزہ رقیہ سلمہا کی رخصتی مولوی عبدالمجید جامی سلمہ کے ساتھ بیٹی عزیزہ زکیہ عبدالوحید سلمہا کے گھر سے ہوئی۔

منگل 3/دسمبر کو ہم سب مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ آ گئے۔ ملک عبدالحق صاحب (مرحوم) کے ساتھ حج کیا۔ اور حج کے بعد حافظ صالح صاحب کے ہاں عمارۃ الاشرف میں ۲۷ نمبر شقہ میں ٹھہرے۔ اور 4/اکتوبر 1983ء منگل صبح گیارہ بجے جدہ سے کراچی روانہ ہوئے۔ عصر یہاں پڑھی اور جمعرات 6/اکتوبر صبح کراچی سے فیصل آباد آ گئے۔ 4، 5، 6 نومبر 1983ء کو اجتماع رائے ونڈ تھا۔

آمد حضرت مولانا انعام الحسن صاحب

3/نومبر 1983ء کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دہلی سے لاہور آئے۔ اور ہوائی اڈا سے سیدھے تقریباً نو بجے اجتماع گاہ پہنچے۔ میرا اجتماع میں پہلا بیان طے ہوا تھا اس لئے استقبال کو حاضر نہ ہو سکا اور حضرت جی مدظلہ کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی۔

حضرت جی انعام الحسن صاحب کے ساتھ ایک اہم مشورہ

اجتماع کے بعد 12/نومبر 1983ء بعد عشاء میں نے اور قاضی عبدالقادر صاحب نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے عرض کیا کہ آپ کام کے لئے ایک شوریٰ بنا دیں اور مولوی زبیر سلمہ (صاحبزادے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب) کو اجازت دے دیں۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب خاموش رہے۔ 16/نومبر بعد عشاء مجھے فرمایا کہ آپ کے زبیر کی اجازت میں نے وصیت میں لکھ دی ہے۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلفاء

میں نے حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے پوچھا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلفاء کون کون تھے انہوں نے فرمایا کہ مولانا یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب اور ہمیں حضرت نے انتقال سے پہلے اجازت دی تھی۔ حافظ مقبول صاحب، قاری داؤد صاحب اور چھٹے مولوی نور محمد صاحب تھے۔ غالباً کرنالی کی طرف رہنے والے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ ان کو ہم نے نہ سنا، نہ دیکھا تو فرمایا کہ دیکھا تو میں نے بھی نہیں ہے۔ اس طرح الحمد اللہ ایک مرحلہ طے ہو گیا۔

سفر ڈھاکہ اجتماع

21، 22، 23/جنوری 1984ء کو بنگلہ دیش کا اجتماع ہونا طے پایا تھا۔ ہم 17/جنوری کو کراچی سے ڈھاکہ چلے گئے۔

اجتماع تھائی لینڈ

یکم فروری 1984ء بدھ کو ڈھاکہ سے بنکاک روانہ ہوئے۔ اور بنکاک سے تھائی لینڈ کے شہر یالا گئے۔ جہاں اجتماع طے تھا۔ 3، 4، 5/فروری کو اجتماع ہوا۔ دو دن بارش رہی۔ مگر صرف تیسرے دن کی محنت سے 75 جماعتیں رخصت ہوئیں۔ دو دن مزید وہاں رہے۔ اور 7/فروری کو یالا سے ہدائی اور 8/فروری کو ہدائی سے پینانگ جہاز سے آئے۔ پینانگ اتر کر جہاز بدل کر سنگاپور جانے کا نظام تھا۔

نعمت غیر متوقعہ

جب پینانگ ہوائی اڈا پر اتر کر باہر نکلے اور سنگاپور ائیر لائن کو سامان دینے لگے

تو میں نے اپنا پاسپورٹ دیکھا تو اس پر پینانک سیکرٹری نے 15 دن کا ویزا لگایا تھا۔ اس پر میں نے مزید دو تین ساتھیوں کا پاسپورٹ دیکھا تو انکے پاسپورٹ پر تین دن کا ویزا تھا۔ اور جنرل حق نواز صاحب کے پاسپورٹ پر بھی 15/ دن کا ویزا تھا۔ یہ خبر لے کر میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے پاس پہنچا۔ تو حضرت جی مدظلہ نے پوچھا رائے کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ ملائیشیا والے ویزے نہیں دیتے جب اللہ تعالیٰ نے ایسا ویزا دلوایا ہے۔ تو ہمیں اس ویزا کو نعمت غیر متوقعہ سمجھ کر استعمال کرنا چاہئے۔ آپ سنگاپور کا اجتماع کریں اور ہم دونوں کو ملائیشیا محنت کے لئے چھوڑ دیں۔ اس پر حضرت جی انعام الحسن صاحب نے فرمایا کہ الگ کرنے کو جی تو نہیں چاہتا مگر ضرورتاً تقاضہ یہی ہے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں ہم مصافحہ کر کے باہر آ گئے۔

وزیر مذہبی امور ملائیشیا سے مفصل بات چیت اور ان کا فیصلہ

پینانک سے سنگاپور جانے کے لئے ہم دونوں کوالالمپور جہاز سے چلے گئے۔ پرانے احباب ساتھ ہو گئے۔ عمومی کام کے ساتھ زیادہ وقت خصوصی کام کیا۔ وزیر مذہبی امور عبداللہ بدولی صاحب، وزیر اطلاعات ادیب صاحب اور وزیر اعظم کی سیکورٹی کونسل کے پانچ افسروں اور انکے انچارج عبدالرؤف صاحب سے ملاقاتیں ہوئیں۔ آخری ملاقات بہت مفصل رہی۔ بحمداللہ ان نوجوانوں نے ہمارے احباب سے کہہ دیا کہ پہلے ہمارے پاس معلومات ہی ناقص تھیں۔ اب صحیح معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ انشاء اللہ اب تبلیغی کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی۔ اور الحمدللہ اب تک کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ 13/ فروری 1984ء کو جنرل حق نواز صاحب اور میں کراچی روانہ ہو گئے۔

مقامی اجتماعات

اسکے بعد مقامی اجتماعات اور وفاق المدارس کا اجلاس ہوا۔ 28/ مارچ سے 6/ اپریل 1984ء تک پرانوں کا دس دن کا جوڑ رہا۔اس میں شریک رہے۔

جنرل ضیاء الحق سے ملاقات

بدھ 4/ اپریل شام کو اسلام آباد پہنچا۔ 5/ اپریل جمعرات دن کو گیارہ بجے سے ایک بجے اور پھر رات گیارہ بجے سے ڈیڑھ بجے تک صدر صاحب سے میٹنگ رہی۔ جمعہ صبح 6/ اپریل جہاز سے لاہور آیا۔اور پھر رائے ونڈ آیا۔ یہاں دعا کرائی اور عصر کے بعد فیصل آباد آ گیا۔

اجتماع جوہانسبرگ

8/ اپریل 1984ء کو کراچی سے نیروبی اور 9/ اپریل کو نیروبی سے ماریشس، پھر ری یونین پھر ڈربن کیپ ٹاؤن پھر جوہنسبرگ یہاں 20، 21، 22، 23/ اپریل کو آزادویل (جوہانسبرگ) میں اجتماع ہوا۔ 90 جماعتیں رخصت ہوئیں۔منگل بدھ پرانوں سے باتیں ہوتی رہیں۔جمعرات کو ہرارے آ گئے۔اور جمعہ شام 27/ اپریل کو ہرارے سے لوساکا آ گئے اور پیر 30/ اپریل کو لوساکا سے چپاٹا آ گئے منگل کو کارسے لیلنگو نے آ گئے اور بدھ کو نیروبی آ گئے۔ 9/ مئی جمعہ کو نیروبی سے جدہ پہنچے۔ 12/ مئی 1984ء کو فیصل آباد میں آ کر عصر پڑھی۔ 13/ سے 16/ مئی فیصل آباد قیام رہا۔

پہلی مرتبہ بلا اطلاع سفر دہلی

17/ مئی 1984ء کو براستہ گوجرانوالہ سے لاہور اور لاہور سے جہاز میں کراچی

گیا۔ 18، 19 رمئی اجتماع کراچی ہوا جمعہ کے بعد کراچی سے دہلی پہلی مرتبہ بلا اطلاع گیا اور بنگلہ دیش والی مسجد والے حیران تھے۔ یہ کیسے ہوا؟ 26 رمئی کو لاہور اور پھر رائے ونڈ آ گیا۔

اندرون ملک اسفار

رمضان المبارک فیصل آباد میں گزارا اور اس مرتبہ بچوں کے اصرار پر 6 رشوال کو پہلے ڈھڈیاں پھر پپلاں، حافظ والا، سکندر آباد اور مندر خیل میانوالی ہو کر قائد آباد اجتماع میں آ گئے۔ اور قائد آباد سے کار ہی میں اسلام آباد چلے گئے اور پھر پشاور بھی گئے۔ پھر 14 رشوال 14 رجولائی کو پشاور سے بذریعہ کار پنڈی اور صبح 15 رجولائی پنڈی سے فیصل آباد آ گئے۔

انتالیسواں سفر حجاز (حج)

21، 22 رستمبر 1984ء کو اجتماع پیر جی گوٹھ ہوا۔ 22 رستمبر کو فیصل آباد آیا۔ 2، 3، 4 رنومبر اجتماع رائے ونڈ پر گیا۔ اس مرتبہ ڈائری میں حضرت جی انعام الحسن صاحب کی آمد کا وقت نہ لکھ سکا۔ (اللہ معاف فرمائے)

بیٹے محمد یوسف ثالث سلمہ کے نکاح کا فیصلہ

13، 14 رفروری کوٹا نک اجتماع میں سب گئے۔ میں اس اجتماع سے فارغ ہو کر ملتان میں آ گیا۔ اور ملتان میں مولانا اسلم صاحب (مرحوم) سے انکی بچی کے متعلق اپنا فیصلہ سنایا۔ کہ اس کا نکاح عزیزم محمد یوسف ثالث سلمہ سے ہوگا تو مولانا بہت خوش ہوئے اور میں اس کے بعد جمعہ کو فیصل آباد آیا۔

بنگلور اجتماع میں شرکت

25رفروری 1985ء کی سیٹیں ملیں میں اور بھائی افضل دہلی چلے گئے۔ 26رفروری منگل کو دہلی سے بنگلور جہاز میں گئے۔ بدھ وہاں رہے۔اور شام کو بذریعہ ریل گاڑی مدراس آئے اور جمعہ یکم مارچ 1985ء کو صبح مدراس سے جہاز میں دہلی آئے۔ اور حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب ریل گاڑی سے آئے۔ یکم مارچ سے 9رمارچ تک دہلی رہے اور 9مارچ کو دہلی سے لاہور آگئے۔ رائے ونڈ ہوتے 10مارچ کو صبح فیصل آباد آگیا۔

مولانا سعید صاحب مدنی کی آمد پاکستان اور مقامی اجتماعات میں شرکت

14رمارچ 1985ء مولانا سعید خان صاحب جدہ سے لاہور اترے میں ان کو لے کر لاہور سے سیدھا رائے ونڈ گیا۔ رات کو مشورہ ہوا۔ کہ یہ میرے ساتھ لنڈی کوتل، مہمند ایجنسی، باجوڑ کے اجتماع میں جائیں۔ چنانچہ شریک سفر رہے۔ اور بہت خوش تھے۔ اس کے بعد یہ لاہور سے دہلی چلے گئے اور آگے 27ر مارچ سے 5ر اپریل کو پرانوں کا جوڑ اور میں تین دن شریک رہا۔

اجتماع جنوبی افریقہ

30رمارچ کو فیصل آباد سے کراچی روانہ ہوا۔ 31ر مارچ 1985ء کو کراچی ہی میں مولوی ظہور صاحب (جنرل حق نواز صاحب کے صاحبزادے) کی شدید ایکسیڈنٹ کی خبر ملی۔ میں نے جنرل صاحب کو اسلام آباد واپس بھیجا کہ اس کا انتظام کر کے پھر آئیں۔ چنانچہ پیچھے آگئے۔ 31رمارچ 1985ء کو کراچی سے ہم نیروبی روانہ ہوئے۔ نیروبی سے صبح سات بجے جوہانسبرگ روانہ ہوئے۔ 2راپریل رستن برگ

3/اپریل ڈنڈی۔اور جمعرات 4/اپریل نیوکاسل۔جمعرات کی رات ڈربن میں رہے۔ 5/اپریل 1985ء بروز جمعہ اسٹنگر آ گئے۔اجتماع جنوبی افریقہ (اسٹنگر) میں 6، 7، 8/اپریل 1985ء کو ہوا۔ 7/اپریل کو اجتماع میں فون پر خبر ملی کہ مولوی ظہور صاحب کا انتقال ہوگیا۔(اناللہ واناالیہ راجعون) پھر ڈیوز بری میں پرانوں کا اجتماع ہوا۔ 8/اپریل بروز پیر بعد عشاء ڈربن چلے گئے۔ 10/اپریل 1985ء صبح ڈربن سے جوہانسبرگ آ گئے شام کو بعد مغرب نیروبی روانہ ہوئے۔

چالیسواں سفر حجاز (عمرہ)

ہم 10/اپریل 1985ء کو جوہانسبرگ سے نیروبی اور دو بجے رات سعودی جہاز میں نیروبی سے چالیسواں سفر حجاز کرتے ہوئے جدہ پہنچے۔دو گھنٹے قیام کے بعد ندیم صاحب کے ساتھ مکہ معظّمہ چلا گیا۔مکہ معظّمہ میں قیام کیا۔ پھر 16/اپریل 1985ء بروز منگل مدینہ چلا گیا۔اس وقت عزیز یعقوب صاحب (جنوبی افریقہ والے) اور ان کے بھائی بھی عمرہ کے لئے ساتھ آئے تھے۔ 22/اپریل بروز پیر کو جدہ آ گیا۔ شام گیارہ بج کر پچاس منٹ پر جدہ سے کراچی روانہ ہوا۔اور 23/اپریل صبح ساڑھے پانچ بجے کراچی پہنچا اور دوپہر ڈیڑھ بجے کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔

بیٹے محمد یوسف ثالث سلمہ کا نکاح

27/اپریل 1985ء بروز ہفتہ صبح کو چھ مرد اور عورتیں ملتان روانہ ہوئے۔ جاتے ہی کھانا کھایا اور ظہر کے فوراً بعد میں نے نکاح پڑھا اور عصر کے قریب واپس روانہ ہوئے۔عشاء کے بعد فیصل آباد آ گئے۔ 28/اپریل 1985ء بروز اتوار دوپہر کے وقت مدرسہ میں ولیمہ ہوا۔

مولانا محمد عبید اللہ صاحب (شیرانوالہ باغ لاہور) کا دارالبقاء کو سفر

28/اپریل 1985ء بروز اتوار کو دوپہر کے وقت مدرسہ دارالعلوم میں ولیمہ تھا۔ اس دوران اچانک ایک صدمے والی خبر ملی کہ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انتقال فرما گئے (اناللہ وانا الیہ راجعون)اسی وقت بذریعہ کار لاہور روانہ ہوا اور جنازے میں شرکت کی۔

اجتماع لاس اینجلس (امریکہ)

24/جون 1985ء کو ائیر انڈیا سے دہلی گیا اور بدھ 26/جون کو حضرت جی انعام الحسن صاحب کے ساتھ لفت ہنسا سے دہلی سے ہانگ کانگ روانہ ہوئے۔ ہانگ کانگ میں جمعرات کا دن رہے اور جمعہ کو جاپان ائیرویز سے براستہ ٹوکیو کیلیفورنیا آ گئے۔ لاس اینجلس کا یہ اجتماع ہفتہ اتوار کو تھا۔ 5/جماعتیں ایک چلہ کی دو بیس دن اور ایک جماعت ایک دن کی رخصت ہوئیں۔

اجتماع شکاگو

یکم جولائی 1985ء کو امریکن ائیرویز سے شکاگو روانہ ہوئے یہاں نسبتاً مجمع اچھا تھا۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کی دعا اور مصافحہ پر اجتماع ختم ہوا۔

اجتماع ڈیوزبری

3/جولائی بروز بدھ کو ڈیوزبری پہنچے۔ 5، 6، 7/جولائی 1985ء کو اجتماعات ڈیٹ رائٹ طے تھے۔ 9/جولائی کو مانٹریال، جمعرات 11/جولائی کو براستہ نیو یارک، لندن روانہ ہوئے۔ اور 12/جولائی کو ڈیوزبری آ گئے۔ 12/تا 17/جولائی

ڈیوز بری میں رہے۔ 18ر جولائی پھر لندن آئے اور 19ر جولائی کو صبح لندن آ گئے۔ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب اسی وقت ڈیوز بری چلے گئے اور میں ویزا پاسپورٹ کے لئے رک گیا۔ مگر شام کو ہی ڈیوز بری پہنچ گیا۔ 25ر جولائی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے معائنہ کی تاریخ تھی۔ اس معائنہ سے اطمینان ہوا کہ سوائے شوگر کے اور کوئی تکلیف نہیں ہے۔ ڈاکٹر خالد صاحب (ایکسرے والے) نے خوب ایکسرے کئے۔ ڈاکٹر فقیر محمد صاحب اور ڈاکٹر امتیاز صاحب ساتھ تھے۔ (فجزاهم الله خيرا الجزا) 26، 27ر کو مشورے رہے۔ 28ر جولائی کو ڈیوز بری سے لندن آئے۔

اکتالیسواں سفر حجاز (حج)

29ر جولائی 1985ء کو حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب بمع رفقاء جدہ آ گئے اور ویزا کی تاریخ کی وجہ سے اس جہاز میں سوار نہ ہو سکا۔ دوسرے اکیلا لندن سے 41 واں حجاز کا سفر کرتے ہوئے جدہ پہنچا۔ یعنی 30 جولائی منگل کو جدہ آ گیا۔ قدیر قریشی صاحب کے بیٹے کے ساتھ جدہ سے مکہ معظّمہ آیا۔ اور سیدھا حرم شریف گیا۔ عمرہ کیا اور پھر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ناشتہ کیا۔ بدھ جمعرات جمعہ مکہ معظّمہ رہے اور ہفتہ کو خواجہ محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کار میں حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مدینہ آ گیا۔

اس مرتبہ پہلے قباء میں دو رکعتیں پڑھیں۔ اور پھر رباط بھوپال اترتے ہی حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب سے عرض کیا کہ حضرت میں تو پہلے حرم جایا

کرتا ہوں حضرت جی مدظلہ بھی سیدھے حرم چلے آئے۔ 20/اگست جمعرات کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظّمہ پہنچے۔ 23/اگست کو مکہ معظّمہ رہے۔اور 24/اگست کو 8/ذوالحجہ تھی۔منیٰ روانہ ہو گئے۔حج کے بعد مکہ معظّمہ قیام رہا۔6/ستمبر 20/ذوالحجہ کو حضرت جی انعام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلی روانہ ہوا گئے اور 7/ستمبر کو میں اور بھائی عبدالوہاب صاحب جدہ سے کراچی آ گئے۔8/ستمبر کو گھر پہنچے۔

رفیق ثالث کا دارالبقاء کو سفر

25/اکتوبر 1985ء بروز جمعہ صبح فجر کے بعد عزیزم بیٹے محمد ثالث سلمہ کا ملتان سے فون آیا کہ مولانا محمد اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہو گیا ہے۔اور جنازہ جمعہ کی نماز کے فوراً بعد ہوگا۔میں پوچھا کہ اتنی جلدی جنازہ کیوں طے کیا کہنے لگا کہ مولانا اسلم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وصیت تھی۔کہ بغیر کسی کا انتظار کئے جلدی جنازہ اور دفن کر دینا۔میں خوش ہوا کہ واقعی یہ وہی کہہ سکتے تھے۔چنانچہ میں فورا بمعہ اُم یوسف اپنی کار میں بیٹے محمد یوسف ثانی سلمہ کے ساتھ ملتان روانہ ہوا۔جمعہ کی نماز اور جمعہ کے بعد جنازہ بھی خود پڑھایا اور شام کو واپس فیصل آباد آ گیا۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

حضرت مولانا ابوالحسن علی (ندوی) صاحب زید مجدھم سے ملاقات

21، 22، 23، 24/دسمبر 1985ء کو اجتماع بھوپال پر حاضری ہوئی۔ بھوپال کے اجتماع پر جانا آنا جہاز میں ہوا۔اور واپسی پر دہلی اترتے ہوئے میں اور قاضی عبدالقادر صاحب جہاز سے لکھنو چلے گئے۔مولانا منظور احمد صاحب اور علی میاں صاحب (مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب) سے ملاقات کی اور دوسرے دن صبح دہلی آ گئے۔

سفر ڈھاکہ اجتماع

14/جنوری 1986ء کو کراچی سے ڈھاکہ گئے ۔ 18، 19، 20/اجتماع ہوا۔ پھر دو دن بعد مشورہ رہا اور 23/ جنوری 1986ء کو ڈھاکہ سے کوالالمپور گئے ۔ 28/ جنوری کو کوالالمپور سے جکارتہ گئے ۔ 5/فروری بدھ کو جکارتہ سے سنگاپور اور 6/ فروری 1986ء کو جمعرات رات ایک بجے براستہ سری لنکا۔ سنگاپور سے کراچی آیا۔ اور شام کو کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔ اسکے بعد مقامی اجتماعات ہیں۔ آخر فروری تک بلکہ ابتداء مارچ تک شرکت رہی۔ 8، 9/ مارچ کو کوہاٹ کا اجتماع آخری ہے۔

اجتماعات جنوبی افریقہ

23/ مارچ 1986ء کو کراچی سے نیروبی اور نیروبی سے 24/ مارچ ظہر میاں فارم پر اور عشاء بنونی، رات روڈی پور 25/ مارچ دوپہر کو آزادویل مدرسہ میں گئے ۔ ظہر سے مغرب تک دارالعلوم زکریا عشاء کو روشنی پہنچے۔ رات قیام بنونی 26/ مارچ صبح جہاز میں نیوکاسل آئے ۔ دوپہر ڈنڈی پور میں رہے ۔ 27/ مارچ شام جمعرات کو واپس جوہانسبرگ آ کر اسپرنگ اجتماع کی جگہ آئے ۔ یہاں بھائی یوسف خامس (یہ مفتی صاحب کے بیٹے نہیں ہیں) کے ہاں قیام کیا۔ پیر کو دعا ہوئی ۔ 70/ جماعتیں رخصت کیں ۔ ساڑھے دس بجے صبح فارغ ہو گئے ۔ پیر منگل پرانوں کا وہیں قیام رہا۔ بدھ رستن برگ رہے ۔ جمعرات ایک بجے ڈربن ڈاکٹر سے معائنہ کروایا۔ عصر کے بعد میرس برگ رچمن ، اگلے دن ڈربن اگلے دن اسٹینگر ۔ 6/اپریل صبح ڈربن سے جوہانسبرگ اور شام کو نیروبی آ گیا۔

بتالیسواں سفرحجاز

رات کو نیروبی سے جدہ آ گیا۔ یہ میرا 42/واں سفرحجاز ہے۔ جدہ سے سیدھے مدینہ طیبہ پہنچے۔ 7، 8، 9/ مارچ مدینہ طیبہ میں رہے۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ مکہ معظّمہ اوراتوار 13/ اپریل 198ء ساڑھے آٹھ بجے چل کر جدہ سے کراچی اور شام کو کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔

زندگی میں ملاقات کا وعدہ اور موت کے بعد ملاقات

16/ اپریل صبح ساڑھے نو بجے قاضی عبدالقادر صاحب کا لاہور سے فون آیا کہ آپ کا کیا حال ہے۔ میں نے حال بتایا تو فرمانے لگے کہ میں فیصل آباد آ رہا ہوں۔ دوپہر آپ کے پاس رہ کر عصر کے بعد جھاوریاں جاؤں گا، اور آدھ گھنٹہ بعد ضیاء الدین بابری صاحب کا فون آیا کہ قاضی صاحب دار فانی سے رخصت ہو گئے (انا للہ وانا الیہ راجعون) اور وہ فیصل آباد بصورت جنازہ گزرتے ہوئے شام کو میرے ساتھ ساڑھے آٹھ بجے جھاوریاں پہنچے۔ گھر بات تو اب قیامت میں ہو سکے گی۔

تینتالیسواں سفرحجاز (حج)

17/ جولائی 1986ء جمعرات کو کراچی سے جدہ روانہ ہو گئے۔ یہ 43/واں سفر حجاز ہے۔ بھائی اشفاق ندیم اڈا پر تھے۔ جلد فارغ ہو گئے مگر اشفاق کے گھر کچھ کھا پی کر مکہ معظّمہ گئے اور اسلم کے ہاں ٹھہرے۔

مسجد نبوی میں چالیس نمازیں پڑھنے کی آرزو

اس دفعہ چالیس نمازیں پوری کرنے کی آرزو تھی۔ اس لئے شاہین ہوٹل مدینہ

میں دو کمرے فی آدمی یومیہ یک صد ریال کرایہ تھا۔ بہت آرام رہا۔ (دونوں بیٹیاں مدینہ طیبہ میں رہتی ہیں وہ اکثر آتی تھیں۔ تو کھانے وغیرہ بھی گھر سے پکا کر لاتی تھیں) اس لئے مولانا عبیداللہ صاحب (رحمۃ للہ علیہ) اور مولانا سعید خان صاحب نے فرمایا کہ حج اکھٹے کریں گے۔ میں نے کہا بخل نہیں کرنا ہوگا تو فرمایا بالکل نہیں کریں گے۔ چنانچہ میں جلد مکہ معظّمہ چلا گیا۔ اور دیکھ بھال کر 4/اگست کو انیس قریشی کا مکان منیٰ میں پانچ دن کے لئے ۳۶ ہزار ریال میں لے لیا۔

عرفات کے خیمے پٹنی برادری کے درخواست پر انکے ساتھ ہوں گے۔ 14/اگست کو عرفہ تھا۔ اپنے ساتھ کو اس دفعہ ام یوسف اور چھوٹی تینوں بیٹیاں اور بیٹا یوسف رابع وغیرہ اور باقی قافلہ کی عورتیں بھی مزدلفہ میں رہیں اور بہت آرام سے رہیں اور بہت آرام سے منیٰ پہنچے۔ قبل الزوال عورتوں نے بھی رمی کر لی اور ذبح کے لئے میں نے صولتیہ (مکہ مکرمہ) میں انتظام کیا تھا۔ عصر سے سب احرام سے فارغ ہو گئے اور گوشت بھی پک گیا۔ مگر عصر کو ہرنیاں کا درد شروع ہو گیا۔ ہسپتال لے گئے مقدر سے سرجن موجود تھا۔ آپریشن ہوا۔ اور کامیاب ہوا۔ منیٰ کے مکان میں تیس آدمی تھے۔ فی کس ڈیڑھ ہزار خرچ آیا۔ عبدالعزیز بوگس اور شیخ ناصر کی گاڑی خدمت میں تھی اور عبداللہ عباس کی گاڑی چار ہزار کرایہ پر لی۔ 24/اگست کو ہسپتال سے بھائی سعدی مرحوم کے مکان پر آ گئے۔ 30/اگست کو طواف زیارت پیدل کیا۔ اور سعی گاڑی پر کر لی۔ 4/ستمبر جمعرات کو بعد عصر سعودی جہاز میں جدہ سے کراچی بعافیت آ گئے۔ 6/ستمبر کو کراچی سے فیصل آباد آ گئے پھر مقامی اسفار رہے۔

اجتماع ڈھاکہ

13/جنوری 1987ء کو کراچی سے ڈھاکہ اجتماع پر گیا۔ 27/ جنوری 1987ء کو ڈھاکہ سے کراچی واپس آ گیا۔

اجتماع کراچی و دورہ سندھ

28،29/جنوری کو کراچی کا اجتماع ہوا اور پھر سندھ کا دورہ ہوا۔

چوالیسواں سفر حجاز (حج)

22/جون 1987ء کو ہم کراچی سے جدہ آئے (گویا یہ میرا 44/واں سفر حجاز ہے) حضرت جی انعام الحسن صاحب 25/جون کو دہلی سے کویت پہنچے۔ مگر ہم گویا موسم حج سے پہلے آ گئے۔ اس لئے بہت دیر لگی۔ 4/جولائی کو مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ جانا ہوا۔ 7/ذوالحجہ کو احرام حج سے مکہ معظّمہ آئے۔ 14/اگست کو ہم جدہ سے کراچی آ گئے۔

اجتماع ڈھاکہ

پھر 14/جنوری 1988ء کو میں اجتماع ڈھاکہ پر گیا۔ 1300/ جماعتیں رخصت ہوئیں۔ 23/مارچ 1988ء کو ہم نوشہرہ اجتماع میں ہی تھے۔ کہ ام زبیر کا انتقال ہو گیا (رحمہا اللہ) 24/اپریل 1988ء کو پہلے مدینہ سے فون آیا۔ پھر بھائی سعدی مرحوم کا فون آیا کہ مولانا سعید خان صاحب کا خروج لگ گیا ہے معلوم نہیں انکو کراچی بھیجتے ہیں کہ بمبئی انکو خبر نہیں۔ میں نے کراچی کہہ دیا اور بحمد اللہ احمد حسین پائلٹ نے اڈا سے ان کو 25/اپریل کو وصول کیا۔ پھر بھائی ممتاز صاحب نے ان کا ویزا لگوایا۔ اور مہینہ بعد میں نے جنرل ضیاء الحق سے کہہ کر دونوں میاں بیوی کا

پاسپورٹ بنوایا۔انکی اہلیہ بمع نواسہ 27/اپریل کو آگئیں ۔شیخ محمد حمدان صاحب (امارات) شیخ معشوق صاحب (مکہ معظمہ) شیخ خالد کمانڈر (امارات) کویت سے مشورہ کے لئے رائے ونڈ میں بھی رائے ونڈ رہا۔اس معاملہ کی اہمیت کے پیش نظر 20/رمضان المبارک کو رائے ونڈ سے فیصل آباد آیا۔

ایک عظیم ترین حادثہ

20/رمضان المبارک کو عصر کے بعد اعتکاف میں بیٹھا۔یعنی ایک دن بعد 17/اگست کو میں رائے ونڈ تھا۔ 8/ بجے خبریں سننے والے بھاگے بھاگے آئے اور ایک عظیم ترین حادثہ کی خبر دی کہ جنرل ضیاء الحق صاحب بمع تیس رفقاء ہوائی حادثہ میں شہید ہوگئے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ہفتہ 20/اگست ظہر کے بعد جنازہ فیصل مسجد اسلام آباد میں ہوا۔

چنیوٹ کانفرنس میں شرکت

26/اگست 1988ء جمعہ کو بھائی سعدی مرحوم مکہ سے کراچی آئے ۔ 29/ اگست بھائی سعدی مرحوم (مکہ مکرمہ والے) میرے مہمان بنے۔ 17/ستمبر 1988ء کو چنیوٹ کانفرنس میں جاتے ہوئے سردار عبدالقیوم صاحب شام پانچ بجے سے آٹھ بجے تک میرے مکان پر رہے۔

سفر ڈھاکہ برائے تعزیت

10/اکتوبر 1988ء سے پہلے بنگلہ دیش میں سیلاب آیا۔4/ سے 13/اکتوبر بنگلہ دیش کے پرانوں کا جوڑ تھا۔بعد میں تعزیت و تیمارداری کیلئے ڈھاکہ چلا گیا۔چھ روز رہ کر ڈھاکہ سے دہلی چلا گیا۔ 22/ سے 31/اکتوبر تک امریکہ، یورپ، افریقہ کا

جوڑ تھا۔اس میں شریک رہا۔یکم نومبر 1988ء کودہلی سے لاہورآ گیااورآتے ہی اجتماع میں مشغول ہوگیا۔

اجتماع ڈھاکہ

12رجنوری 1989ء کوکراچی سے ڈھاکہ اجتماع 14، 15، 16رجنوری کوہوا۔ اورشام 23رجنوری کوڈھاکہ سے کراچی آ گیا۔

مقامی اجتماعات

کراچی اجتماع 24، 25رجنوری کوہوا۔اس میں شریک ہوا۔ 15رفروری 1989ء،۸رجب ۱۴۰۹ھ صبح کواطلاع ملی کہ حضرت مولانا عبیداللہ بلیاوی کورات دیرسے نیندآئی اورصبح ابدی نیندسوگئے ۔(اناللہ واناالیہ راجعون)۔مولانا عبیداللہ صاحب بھی رخصت ہوگئے میں جنازے میں شریک نہ ہوسکا۔ 24رمئی کو گھرسے لاہورکوئٹہ پشین ۔کوئٹہ۔پھرکوئٹہ سے 26رمئی کوکراچی گیا۔

اجتماعات دبئی،ابوظہبی العین

28رمئی کوکراچی دبئی چلے گئے ۔شیخ محمدحمدان اورایک بڑی جماعت اڈاپرتھی ۔ دبئی۔ابوظہبی۔العین تین تین دن رہ کرپھردبئی آ گئے ۔6رجون کوسفارت خانہ سعودی کھلا پاسپورٹ اس دن داخل ہوا۔دوسرے دن 7رجون شام کوویزامل گیا۔

پنتالیسواں سفرحجاز (حج)

7رجون 1989ء شام کوساڑھے آٹھ بجے سعودی جہازمیں دبئی سے 45واں حجاز کاسفرکرتے ہوئے جدہ روانہ ہوگئے ۔اور 8رجون صبح فجرمکہ میں پڑھی۔ 8، 9رجون جمعرات جمعہ کومکہ معظّمہ میں رہے اورہفتہ کوحضرت جی مولاناانعام الحسن

صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ مدینہ طیبہ چلے گئے۔ 5رجولائی کو اعلان ہوا کہ 12رجولائی کو عرفہ ہے۔ہم 9رجولائی اتوار صبح کو مدینہ طیبہ سے مکہ معظمہ بھائی عبدالحلیم صاحب کے ہاں آ گئے۔اور باقی لوگ شیخ عبدالغفار پٹنی کے مکان عزیزیہ چلے گئے۔11رجولائی منگل ۸ ذوالحجہ کو صبح شیخ عبدالغفار نورولی (جدہ) کی شیورلیٹ گاڑی میں جیسے وی آئی پی تفریح ملی ہوتی ہے۔منیٰ روانہ ہوئے۔اور یہی گاڑی حج میں اور مکہ معظّمہ میں ساتھ رہی۔(جزاہ اللہ خیرالجزاء)

16رجولائی, 13رذوالحجہ کو سب شیخ عبدالغفار پٹنی کے مکان عزیزیہ میں آ گئے۔ 26رجولائی سے 4راگست جمعہ تک پھر شیخ مکہ مرزوقی صاحب کے ہاں رہے۔ 4راگست قبل الجمعہ حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب دہلی روانہ ہو گئے۔اور میں جمعہ کے لئے مکہ معظّمہ آ گیا۔اس دن عزیز محمد شفیق صاحب کے ہاں رہا اور ہفتہ کو قادراللہ صدیقی صاحب کے ساتھ جدہ آ گیا۔اور ساڑھے گیا بجے صبح جدہ سے دبئ چلا گیا۔براستہ ابوظہبی گیا۔اس لئے چار گھنٹے ضائع گئے۔

اتوار 6راگست سے چاروں مرکز کے دو دو دن تھے۔دبئ،العین،ابوظہبی، رائس الخیمہ،رائس الخیمہ سے قطر والوں کا احوال پوچھا وہ اصرار کرنے لگے۔ 14راگست کو دبئ آ گئے۔مگر اس دن بھی قطر کا ویزا نہ آیا۔اور میں ویزا لئے بغیر تیار نہ تھا۔مگر شام کو ویزا آ گیا۔میں شیخ محمد حمدان وغیرہ دو دن کے لئے قطر آ گئے۔

منگل بدھ دو دن اچھا استقبال رہا۔بدھ رات کو بارہ بجے واپس ابوظہبی آئے۔ یہاں پر پرانوں کا جوڑ تھا۔خوب بات ہوئی۔خوب سمجھی گئی۔اور 80رجماعتیں روانہ ہوئیں۔ 20راگست کو مغرب سے پہلے دعا اور جماعتوں رخصتی ہوئی۔اور ہم دبئ روانہ ہو گئے۔21راگست پیر صبح کو پی آئی اے سے کراچی آ گیا۔ 22راگست کو صبح

کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔ 17 ر اکتوبر 1989ء تک ملک کے اندر اجتماعات رہے 18 ر اکتوبر کو لاہور سے کراچی آ گیا۔

بنکاک اور کوالالمپور کا سفر

19 ر اکتوبر 1989ء کو صبح کراچی سے براستہ بنکاک کوالالمپور کو شام پہنچے۔ رات کوالالمپور رہے۔ جمعہ صبح کو اجتماع کی جگہ پر پہنچے۔ ہفتہ، اتوار، پیر اجتماع ہوا۔ کام کرنے والے جمع تھے۔ خوب اجتماع ہوا۔ منگل کو کوالالمپور واپس آئے۔ بھائی زیارت خان صاحب اور بھائی نعمان صاحب کے ہاں رہے۔ بدھ کو جہاز سے سنگاپور سے براستہ بنکاک آئے۔ کراچی میں صبح کی نماز جہاز میں پڑھ کر اترے۔ جمعہ کی شام کو کراچی سے فیصل آباد آ گئے۔

مولانا انعام الحسن رحمۃ اللہ علیہ کی آمد برائے اجتماع رائے ونڈ

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی آمد نومبر 1989ء کو دہلی سے لاہور ہوئی۔ 10، 11، 12 ر نومبر کو سالانہ اجتماع رائے ہوا۔

سفر بنکاک اور اجتماع ڈیوزبری (لندن)

14 ر دسمبر 1989ء کو کراچی سے بنکاک گیا۔ 15، 16، 17 ر بنکاک کا جوڑ ہوا۔ دعا کے بعد صرف 18، 19 ر پرانوں کا جوڑ تھا۔ بھائی عبدالرزاق صاحب (بلوچی) ملائیشیا ترجمان رہے۔ ان کے ساتھی عمرہ مدراسی صاحب بھی ساتھ رہے۔ 21 ر دسمبر 1989ء بنکاک سے مصری ائیرویز سے قاہرہ پہنچے چار گھنٹے وہاں رہے۔ پھر مصری ائیرویز سے لندن آ گئے۔ عصر لندن ائیرپورٹ پر پڑھی اور مغرب لندن مرکز میں۔ اور جمعہ کو کاروں سے ڈیوزبری چلے گئے۔ 23، 24، 25 ر جوڑ ڈیوزبری رہا۔

25/دسمبر شام کو دعا ہوئی۔تقریباً بارہ ہزار کا مجمع رہا۔26/دسمبر کو مستورات کا اجتماع رہا۔مغرب بعد برمنگھم گئے۔عشاء وہاں پڑھی۔بیان ہوا کھانا کھایا۔اورلندن روانہ ہو گئے۔رات مرکز میں رہے۔بدھ بھی مرکز میں رہے۔جمعرات بعد عصر لندن سے براستہ قاہرہ دبئی آ گئے صبح کی نماز دبئی ایئر پورٹ پر پڑھی۔جمعہ ہفتہ اتوار دبئی میں پرانوں کا جوڑ ہوا۔یکم جنوری 1990ء صبح کو دبئی سے کراچی آ گیا اور 2/جنوری کو کراچی سے فیصل آباد آ گیا۔

اجتماع ڈھاکہ

18/جنوری کو کراچی سے ڈھاکہ گیا۔20، 21، 22/جنوری کو اجتماع ڈھاکہ ہوا اور 29/جنوری 1990ء شام کو ڈھاکہ سے کراچی آ گیا۔30، 31/جنوری کو کراچی کا جوڑ ہوا۔اور 31/جنوری بدھ شام کو فیصل آباد واپسی ہوئی۔کراچی سے 14/مئی 1990ء پیر کو دبئی گیا۔اور دوبئی سے 19/مئی کو کراچی روانہ ہو گئے۔کراچی میں دو دن جوڑ رہا۔

اختتامی کلمات

بِحَمْدِاللّٰہِ وَبِعَوْنِہٖ وَکَرَمِہٖ بڑوں کی دعاؤں اور شفقتوں اور ساتھیوں کی محنت اور کوشش سے تیسری جلد بھی تکمیل کو پہنچی۔ اگر اِسی طرح بڑوں کی دعائیں اور شفقتیں اور ساتھیوں کی محنت اور کاوش کا تسلسل باقی رہا اور زندگی نے وفا کی تو اِن شاء اللہ تعالیٰ چوتھی جلد بھی مکمل ہونے پر پیشِ خدمت کر دی جائے گی۔

صاحبزادہ مولانا **محمد یوسف ثالث قریشی**

(مدینہ منورہ)

منظوم کلام

بیاد حضرتِ اقدس مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ہماری تھا امیدوں کا سہارا — کٹے جاتا ہے ہم سے وہ کنارا
مبارک ہو تمہیں اے جانے والو — مبارک عالَمِ برزخ تمہارا
تمہاری شفقتوں والی وہ مجلس — ہے جس کی یاد سے دل پارہ پارہ
تمہاری گفتگو ذکرِ الٰہی — کہاں ہو گی میسر پھر دوبارہ
وہ امت کے لئے راتوں کو رونا — کرے منظور رب سارے کا سارا
جدائی سے تمہاری دل پریشان — ولیکن کیا کرے بندہ بیچارہ
خدائی فیصلہ ہے جب یہ سارا — تو پھر صبر و رضا ہے بس سہارا

رہے آرام دہ مرقد مبارک
رہے حامیَ و ناصر رب تمہارا

نتیجۂ فکر

بندہ غلام مصطفیٰ غفرلہٗ

ادنیٰ خادم حضرت مفتی صاحب قُدِّس سِرُّہٗ